کنز الہدایات

تالیف

خواجہ محمد باقر عباسی لاہوریؒ

خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ

ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث

محمد نذیر رانجھا

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

کنز الہدایات

کنز الہدایات

تالیف

خواجہ محمد باقر عباسی لاہوریؒ

خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ

ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث

محمد نذیر رانجھا

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں، ضلع میانوالی

نام کتاب : کنز الہدایات

تالیف : خواجہ محمد باقر عباسی لاہوریؒ

ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث: محمد نذیر رانجھا

ترتیب : دی پرنٹ، راولپنڈی، ۰۵۱-۵۸۱۴۷۹۶

اہتمام : پورب اکادمی پبلشرز، اسلام آباد، ۰۵۱-۲۲۱۰۱۰۱

ناشر : خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

طباعت : اوّل

سالِ طباعت : ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

ہدیہ : ۲۰۰ روپے

انتساب

بہ نامِ نامی قطبِ عالم زبدۃ العارفین وقدوۃ الکاملین شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مخدوم زمان سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی:

تا جان دارم در غمت آویزم — تا اشک بود برسرِ کویت ریزم
چون صبح قیامت بدمد باعشقت — از خاکِ درت نعرہ زنان برخیزم
مرشد مہربان چنیں باید — تا درِ فیض زود بکشاید
آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین — سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند بر چلہ

اور

بہ نامِ نامی آفتابِ آسمانِ ولایت، ملجاو ماویٰ نیازمندان، فیض مآب و عالی مراتب سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی:

اے دادہ رخِ تو ماہ را زیبائی — خاکِ قدم تو دیدہ را بینائی
درخدمتِ تو جان ودل ودیدہ وتن — می در بازم اگر قبول بنمائی
اگرچہ طاقت یک گردش نگاہم نیست — خدا کند ہمہ نازش بجان من باشد
یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی — شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

خاک پائے اولیائے عظام
احقر محمد نذیر رانجھا

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر
ابوالخلیل
خان محمد
عفی عنہ
خانقاہ سراجیہ
نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں، ضلع میانوالی
پاکستان

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

تقریظ

از طرف

سلطان الاولیاء، قدوۃ العلماء، مرجع العوام والخواص، ابوالخلیل

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وسجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ،

کندیاں، ضلع میانوالی

''کنز الہدایات'' حضرت مولانا خواجہ محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی تالیف ہے، جو حقیقت میں مکتوباتِ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور اُن کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہٗ کے مکتوبات کی تلخیص اور خلاصہ ہے۔ یہ کتاب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بطور نصابِ تعلیم رائج ہے، جس سے طالبانِ حق کو اپنے اسلاف کے روحانی کمالات اور طرزِ عبادات وریاضات سے آگاہی نصیب ہوتی ہے، جس کی بدولت تحصیلِ سلوک میں آسانیاں اور کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔ پھر بانیِ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ امام الاولیاء ہادیٔ دوراں قیوم زماں حضرت

مولانا ابو سعد احمد خان صاحب قدس سرہٗ نے اس کتاب پر حواشی تحریر فرمائے، جس سے عظمتِ کتاب میں اضافہ ہوگیا اور ہر مسئلہ میں نکھار پیدا ہوا۔

اصل کتاب چونکہ فارسی زبان میں تھی، ہر ایک کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کرنا آسان نہ تھا، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اُردو میں کیا جائے تاکہ عام و خاص کے لیے استفادہ آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محترم محمد نذیر رانجھا صاحب کو، جنہوں نے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لیے قلم اٹھایا اور ماشاء اللہ خوب اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب، محشی کتاب، مترجم کتاب اور قاریٔ کتاب کو اپنی قبولیت سے نوازے۔ آمین

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیّدنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

والحمدللّٰہ علی ذالك.

والسلام

فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

۱۶؍ ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ

خانقاہ سراجیہ

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ.

اَمَّا بَعۡد، عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے خلفاء میں حضرت مفتی محمد باقی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ انہوں نے رسالہ مبداء و معاد، مکتوبات امام ربانیؒ اور مکتوبات معصومیہ (کے چھ دفتروں) سے سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے منتشر معارف کو موضوعی اعتبار سے کنز الہدایات فی کشف البدایات والنہایات کے نام سے کتابی صورت میں جمع فرمایا۔ بعدازاں بانی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ اور حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مفید و اہم حواشی کے ساتھ اس کا فارسی متن طبع ہوا۔ اس کتاب کو سلوک نقشبندیہ مجددیہ میں خاص اہمیت حاصل ہے اور یہ سلسلے کے سالکین اور طالبین کو سبقاً پڑھائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جناب محمد نذیر رانجھا کو توفیق ارزانی فرمائی ہے کہ انہوں نے کمال محنت و ریاضت سے اس کا اُردو ترجمہ کر دیا ہے، جسے خانقاہ سراجیہ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رانجھا صاحب کی اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے اور آئندہ بھی ان کو سلسلہ کی کتب پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسّلام

خانقاہ سراجیہ

فقیر خلیل احمد عفی عنہ

۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ / ۱۸ر جولائی ۲۰۱۱ء

حرفِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ زَیَّنَ السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَجَعَلَهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّیَاطِیۡنَ، وَزَیَّنَ الۡاَرۡضَ بِالرُّسُلِ وَالۡاَوۡلِیَآءِ وَالۡعُلَمَآءِ وَجَعَلَهُمۡ حُجَجًا وَّبَرَاهِیۡنَ، یَرۡفَعُ بِهِمُ الظُّلُمَاتِ وَالشُّکُوۡکَ مِنَ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَتۡبَاعِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ وَرَحۡمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا وَاَسۡلَافِنَا وَاَوۡلَادِنَا وَاَصۡحَابِنَا وَجَمِیۡعِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ. اَمَّا بَعۡدُ:

قدر گل و مل بادہ پرستاں دانند
نہ خودمنشاں و تنگدستاں دانند

از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن
کین نقش غریب نقشبنداں دانند

خوشا روز اوّل کہ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ/ جولائی ۱۹۶۹ء میں حضرات کرام دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کے محبّ و مخلص اور اپنے مہربان و مشفق اور محسن صادق جناب صوفی شان احمد بھلوانہ (م ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء)، برادرِ گرامی جناب صوفی احمد یار بھلوانہ (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) اللہ کریم دونوں بھائیوں کو غریقِ رحمت فرمائے (ساکن پرانا بھلوال، ضلع سرگودھا)، کی تشویق و راہنمائی سے یہ ننگ جہاں

کشاں کشاں خانقاہ سراجیہ شریف جا پہنچا اور اس خانقاہ عالیہ کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز سلطانِ طریقت وشہنشاہِ حقیقت، آفتابِ عالم تاب ومہتاب ضیاء بار خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ، مخدومِ زماں سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی زیارت ودست بوسی کا اسے شرف نصیب ہوا۔

خوشا روز دوّم کہ بعد از نمازِ فجر اور حلقہ ومراقبہ اس پُر تقصیر کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی سلک تاجدار کے اس گوہر نامدار ودرِّ شاہوار اور زنجیرہ روحانی کے عروۃ الوثقٰی کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت ازلی ارزائی ہوئی اور تلقین وارشاد کے سبقِ اوّل، مثلِ آخر کا حظ وافر اور شافی وکافی عطا ہوا:

شالا مڑ آون اوہ گھڑیاں
جدوں سنگ سجناں دے رلیاں

در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت

غالباً اوائل نومبر ۲۰۰۶ء میں گرامی مرتبت حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی نے احقر کو کتب خانہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، کندیاں، ضلع میانوالی میں محفوظ چند کتب ورسائل عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت اقدس (سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی) کے زیر مطالعہ رہنے والی خصوصی کتب کی الماری میں سے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اہلِ سلسلہ اور تصوف کے شائقین ان سے مستفید ہوں، لہٰذا ان کا اُردو ترجمہ کریں۔

فَاَجَبْتُھُمْ اِلٰی ذٰلِکَ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مَقَامِیْ ھُنَالِکَ وَاللّٰہُ تَعَالٰی ھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ:

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

تن را مرا اُلفت زکلفت رستہ می سازد
کہ آتش مشت خار خشک را گل می سازد

مذکورہ کتب و رسائل میں ''کنز الہدایات'' حضرت خواجہ محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھی۔ ''مکاتیب شریفہ'' حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کا کام بروز اتوار ۲۹ رربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/ ۲۶ راپریل ۲۰۰۹ء کو ختم ہوا تو اِس ناکارہ روزگار نے کریم رب کی توفیق سے بروز جمعۃ المبارک ۵ر جمادی الاوّل ۱۴۳۰ھ/ یکم مئی ۲۰۰۹ء کو ''کنز الہدایات'' کے ترجمہ کا آغاز کر دیا۔ دفتر سے چھٹی کے دنوں میں یہ کام جاری رہا۔ بعد ازاں احقر نے اپنی چار ماہ کی چھٹی کے دوران ''تاریخ و تذکرہ خانقاہ سرہند شریف'' کی تالیف سے فراغت پائی تو بروز جمعۃ المبارک ۱۰رذیقعد ۱۴۳۰ھ/ ۳۰ راکتوبر ۲۰۰۹ء سے ہر روز ''کنز الہدایات'' کے ترجمہ میں مشغول رہا۔ کریم رب نے اپنے فضل و کرم سے مرشد کامل و مکمل شیخ المشائخ خواجہ خواجگان سیّدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کے فیوضات سے جرعہ شافی ارزانی فرمایا اور آج بروز جمعۃ المبارک ۲۴ر ذیقعد ۱۴۳۰ھ/ ۱۳ را کتوبر ۲۰۰۹ء کو اِس ترجمہ کا کام مکمل ہو گیا۔ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ۔

احقر نے زیرِ نظر ترجمہ ''کنز الہدایات'' کے اُس فارسی متن سے کیا ہے جو حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کی تصحیح عالی اور اہتمام باکمال سے ۱۳۳۵ھ/ ۱۷-۱۹۱۶ء میں امرتسر (ہندوستان) سے طبع ہوا تھا، اور جو بانی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) کے مفید و اہم حواشی سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ جس کے آخر میں خود حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ''اعلام'' کے عنوان کے تحت یوں لکھا ہے:

''امابعد: پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

کے مکتوبات شریف کی تصحیح اور طباعت کی تکمیل سے فراغت کے بعد شوق کے ایک داعیہ نے اس پر اُبھارا کہ مکتوبات شریف کا ایک خلاصہ اس طرح لکھا جائے کہ اس کے مضامین کی مختلف اقسام اپنی صورتوں میں خاص ہو کر صنفی خصائص کو محیط رکھتے ہوئے ایک جز میں سما جائیں، ورنہ ان کے علوم کی اقسام ایک بحر بیکراں اور احاطے میں نہ آنے والا ایک جہاں ہیں۔ ایک جگہ شرعی مسائل کی امواج تلاطم زدہ ہو کر تیرنے والے کو کشتی کے تختہ پر بٹھا لیتی ہیں اور دوسری جگہ بادہ طریقت کے پیاسوں کو مشرب کے فیوضات سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر یہاں بری رسومات کی اصلاح کی جانب متوجہ فرمایا ہے تو وہاں حقائق معرفت کے موتیوں کو حقیقت کی لڑی میں پرویا ہے۔ پس فضل الٰہی جل شانہٗ سے اس کے مضامین کی (مختلف) اقسام میں سے ایک صنف، جو مشرب کے طریقوں پر مشتمل ہے، علی الترتیب ایک جگہ جمع کر کے کتابی صورت میں دستیاب ہو کر امید کی کلی کے کھلنے کا سبب بن گئی ہے۔ اس بنا پر فرصت کو ثمرہ بخش غنیمت شمار کرتے ہوئے میں نے اس کو طبع کر کے ہدیۂ ناظرین کر دیا۔

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ (حضرت) خواجہ محمد باقر بن شرف الدین لاہوری (رحمۃ اللہ علیہ) خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے مکتوبات مجددیہ، (مکتوبات) معصومیہ کی چھ جلدوں اور رسالہ مبدأ و معاد سے، جس طرح کہ ممکن تھا، مشرب سے متعلق گلہائے مضامین کو ہر دو مکتوبات (یعنی مجددیہ و معصومیہ) اور رسالہ مبدأ و معاد کے گلزاروں سے سلسلہ مجددیہ کے طالبین کی تعلیم و تسلیک کے طریقہ سے ترتیب وار ایک جگہ چن کر، ناتواں دل کی آرزوؤں کے دامن کو سجا دیا اور (اسے)

کتاب کی صورت دے کر "کنز الہدایات" کے نام سے موسوم کیا تھا۔ لیکن اہلِ زمانہ کی ناقدر شناسی سے اس پر مکڑی کے جالے کے تاروں کا اندھیرا چھا گیا تھا، نہ کسی نے اسے چھاپنے کی کوشش کی اور نہ کوئی اس کی نقل کرنے میں مشغول ہوا۔ اس کے نسخے جس قدر ابتداً اس میں کتابت ہوئے تھے، آخر کار وہ کانوں کے شاہوار موتیوں کی مانند مخصوص غارت گریوں کی نذر ہو گئے۔

اب جناب مکرم عنایت فرما (حضرت) مولانا ابوالسعد احمد خان مجددی متوطن قریہ کھولی، ضلع میانوالی نے اپنے خزانہ (کتب خانہ) سے احقر کو ارزانی فرمایا اور آپ نے جو مفید ترین کام کیا ہے، یہ ہے کہ مؤلفؒ نے دونوں مکتوبات شریف (مکتوبات امام ربانیؒ، مکتوبات معصومیہ) سے جہاں سے بھی مشرب سے متعلق عبارات لی تھیں، وہاں (اپنی تالیف میں) ان کا حوالہ نہیں دیا تھا۔ وَلَیْسَ مَا فِیْہِ اَعْلَامٍ کَالْاَغْفَال.

پس آنجناب (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے کمالِ تبحر سے کتاب کو اس نقص سے منزہ فرما دیا اور ہر مکتوب کے عنوان کو جلد (کے حوالے) کی قید سے حاشیہ پر تحریر فرمایا اور ہر مشکل کو سہولت میں تبدیل کر دیا، ورنہ فرع کی اصل کے ساتھ تطبیق بہت مشکل تھی۔"

زیر نظر کتاب "کنز الہدایات" کے مؤلف حضرت مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تکمیل پر خواب میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ جس سے آپ کو اس کی قبولیت اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت کی امید ہوئی۔ یقیناً یہ ایک اہم تالیف ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کے ہاں اسے انتہائی قدر و منزلت حاصل رہی ہے۔ عربی میں اس کے دو تراجم ہوئے۔ پہلا ترجمہ حضرت شیخ محمد حفظی بن ولی الدین آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے "حرز

العنایات ترجمہ کنز الہدایات'' کے نام سے کیا، جو اورینٹل کالج میگزین، لاہور (صد سالہ جشن نمبر، ۱۹۷۲ء) میں، اور بعد ازاں سہ ماہی مجلّہ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (شمارہ جنوری-اپریل ۱۹۷۵ء) میں طبع ہوا۔ دوسرا عربی ترجمہ حضرت شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، جس کا مخطوطہ کتب خانہ رباط مظہر، مدینہ منورہ، سعودی عرب میں محفوظ ہے۔ اس کا پہلا اُردو ترجمہ حضرت خواجہ مولانا احمد حسین خان رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا عرفان احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، جسے ملک فضل الدین، ملک چنن الدین، ملک تاج الدین تاجران کتب قومی، لاہور نے شائع کیا تھا۔ یہ ترجمہ اب نایاب ہے۔

رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے یہ کام کرنے کی سعادت نصیب فرمائی، اور آداب المریدین حضرت شیخ عبدالقاہر سہروردیؒ، رسائل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ، رسائل حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ، مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے بعد ''کنز الہدایات'' حضرت خواجہ محمد باقر عباسی لاہوریؒ کی طباعت بھی خانقاہ سراجیہ شریف کی جانب سے زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے، جو عالی مناقب اور بلند مراتب صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد مدظلہ العالی کی مساعیٔ خیر کا ثمرہ ہے۔ اللہ کریم آپ کی یہ شفقتیں و عنایتیں ہمیشہ اس حقیر کے شاملِ حال رکھے۔ کسی دردمند نے کہا ہے:

کنونت کہ چشم است اشکے بیار

زبان دو دہان ست عذرے بیار

لہٰذا کریم رب کے حضور التماس ہے کہ میرے کریم مولیٰ! اپنے فضل و کرم سے زندگی کے باقی ماندہ سانسوں کو بھی اپنی اور اپنے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فرمانبرداری میں صَرف فرما۔ اس ناکارہ روزگار کے جسم و جان کی تمام توانائیوں کو اولیائے کرام کے معارف کی تحریر و نگارش کے لیے وقف فرما۔ صحت و سلامتی کے ساتھ زندگی عطا فرما اور خاتمہ بالخیر کے ساتھ موت ارزانی فرمانا۔ آمین، ثم آمین!

اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے حقیر کی اس سعی کو قبول ومنظور فرمائے اور ذریعۂ آخرت بنائے۔آمین۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم. وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ. یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْم.

خاک پائے اولیاءِ عظام

محمد نذیر رانجھا غفر ذنوبہ وستر عیوبہ

مکان نمبر ۱۳۱، غازی آباد،

کمال آباد، راولپنڈی

بروز جمعۃ المبارک ۲۴/ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ/۱۳/اکتوبر ۲۰۰۹ء

مقدمہ

٭

مؤلف کتاب

حضرت خواجہ محمد باقر عباسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وآثار

٭

محشی کتاب

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے احوال ومناقب

٭

مصحح کتاب

حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وخدمات

حضرت خواجہ مفتی محمد باقر عباسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وآثار

خاندان

آپ کا خاندان قدیم شاہان اسلام کے زمانے سے ممتاز چلا آرہا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت ملا شرف الدین العباسی الحسینی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ عہد شاہجہانی میں لاہور کے مفتی کے منصب پر فائز رہے۔ حضرت شیخ محمد مراد ننگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے آپ کو ''حسینی سادات'' میں سے بتایا ہے۔ حضرت میر شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۸۵ء) کے بیعت تھے۔ خود اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی خواہش تھی کہ میر شرف الدین (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوں اور اس ضمن میں شاہی دربار کے انتہائی ذی اثر و ذی علم فرد شیخ بختاور خان (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے خاص کردار ادا کیا۔

حضرت میر شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت فضیلت والے بزرگ تھے۔ درس وتدریس میں مصروف رہتے تھے۔ عہد عالمگیری میں لاہور میں رحلت فرمائی۔

علم وفضل

آپ عالم باعمل، فقیہ بلند مرتبہ، صوفی باکمال اور مفسر ومؤلف کے لحاظ سے

مشہور تھے۔

آپ ظاہری علم میں کمال کے حامل تھے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے آپ کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو ''اعلم العلماء'' تحریر فرمایا ہے اور یہ چیز آپ کے علمی مرتبہ کی بلندی کی بہت بڑی سند ہے۔ نیز آپ سلسلہ مجددیہ کے معارف کے ماہر تھے۔

بیعت طریقت

آپ نے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کا شرف پایا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ پر غایت درجہ مہربان تھے اور آپ کو اپنے فرزندوں کی طرح چاہتے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے ایک مقرب خاص شیخ بختاور خان (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرمایا:

> ''اے شفقت پناہ! شیخ محمد باقر جو کہ ہمارے فرزند کی جگہ ہے اور ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہے، اس نے آپ کی شفقتوں کی شکرگزاری کو دوبارہ لکھا ہے۔ (ہم) فقراء کی مسرت کا سبب ہوا اور مزید دعاگوئی کا باعث بنا۔ بارگاہِ الٰہی کے درویشوں کی خدمت و رعایت دونوں جہان کی ترقی کا وسیلہ اور مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے (دعا ہے کہ) دونوں جہان کی نعمت کامل طور پر حاصل ہو۔''

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے باطنی تربیت کے لیے آپ کو اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے حوالے فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے احوال پر بڑے مطمئن تھے اور کئی مقامات پر انہوں نے اس کا اظہار فرمایا ہے۔ اس طرح آپ نے

دونوں بزرگ شخصیات سے بھرپور استفادہ کیا اور بلند مقامات حاصل کیے۔

بشارات معصومیہ

صاحبِ مقاماتِ معصومی لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کے نام مکتوباتِ گرامی میں جس قدر بشارتیں آپ کو دی ہیں، شاید کسی اور خلیفہ کے نام ان کا نصف حصہ بھی نہ ہو۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب (دفتر ۳: ۲۳۸/ ۳۲۱-۳۲۲) میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے گرامی ناموں نے پے در پے پہنچ کر محظوظ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی کبھی مقامِ رضا کی دوسری قسم، یعنی اس طرف کی رضا بلا خواہش پرتو ڈالتی ہے۔" اور فقیر نے بھی اس کیفیت کے زیادہ ہونے میں کچھ امداد (توجہ) کی ہے۔ حق سبحانہٗ کامل طور پر نصیب فرمائے۔ جاننا چاہیے کہ یہ رضا دوسری رضا پر مقدم ہے، جو کہ بندہ کی رضا ہے۔ اس لیے کہ تقدم اس طرف سے ہے۔ پس اس صورت میں اگر رضا کی اس قسم کو قسم اوّل لکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جو ستارہ کہ (آپ کی) پیشانی میں مشاہدہ ہوتا ہے، چونکہ پیشانی بدبختی اور نیک بختی کے ظہور کا مقام ہے (اس لیے) ہوسکتا ہے کہ ایمان کا نور پیشانی میں ستارہ (کی شکل) میں مشتمل ہوا ہو، اور چونکہ سینہ علوم و اسرار کا مقام ہے، پس دو ستارے جو سینہ کے بائیں اور دائیں جانب مشاہدہ ہوئے ہیں، ان سے سینہ کے علوم و اسرار کے انوار کا احاطہ کرنے کی طرف اشارہ ہو۔ آپ نے ماہ مبارک رمضان وعشرہ اعتکاف وختم قرآن مجید کی راتوں کی برکات کا مشاہدہ کرنے اور اپنے آپ اور قرب و جوار کے لوگوں کے لیے اور کبھی امام اور کبھی تمام صف اوّل کے لیے انوار و خلعتیں مشاہدہ کرنے اور بارگاہِ قدس کی اپنے بارے میں خوشنودی معلوم کرنے اور اس شخص (آپ) سے ماہ مبارک کی رضامندی اور سابقہ گناہوں کی

مغفرت معلوم کرنے اور متشابہات و مقطعات کے اسرار سے مناسبت حاصل کرنے اور (ماہ رمضان کی) آخری رات کو حسرت کے ساتھ رخصت کرنے کے بارے میں جو آپ نے لکھا تھا، وہ سب واضح ہوا اور اس نے مسرور کیا اور ماہِ شوال میں جو عظیم مکاشفہ رونما ہوا اور بار بار یہ خطاب بے جہت آپ نے سنا کہ واضح طور پر آپ سے خطاب کیا، شاید کہ یہ کلام ہونٹوں سے ہوا ہو، وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا. (سورۃ النساء، آیت ۱۱۳) یعنی: اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ اس کیفیت کے پڑھنے سے ایسی لذتیں حاصل ہوئیں کہ کیا لکھے؟ اِعْمَلُوْآ اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ط وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ. (سورۃ سباء، آیت ۱۳) یعنی اے آل داؤد! شکرانہ کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار ہیں۔ اپنے دوستوں کے احوال اور ان میں سے بعض کی ترقیات اور مجلس کی رونق کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے، واضح ہوا۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ. یعنی: اے اللہ! اور زیادہ عطا فرما:

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہرِ خدا بنشینند

یعنی: آسمان اس زمین کے لیے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لیے بیٹھتے ہیں۔"

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مکتوب گرامی (دفتر ۳: ۱۲۸) میں آپ کو تحریر فرمایا ہے:

"آپ کے پانچ چھ خط سرِ دست موجود ہیں۔ ہر ایک کے مختصر جواب میں مشغول ہوتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس مرتبہ کی حاضری میں جن نسبتوں کے حصول کی بشارت دی گئی تھی، (یہ عاجز) ان کا ادراک کرتا ہے اور آپ

نے اس کی تفصیل لکھی تھی۔ سب واضح ہوا، حق سبحانہٗ اسی طرح ہمیشہ ترقیات پر رکھے۔''

اس مکتوب گرامی میں حقیقت قرآنی، حقیقت صلوٰۃ، عروج لطائف اور حقیقت صلوٰۃ و خلّت و محبت کی بشارات سے بھی نوازا گیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی (دفتر ۳: ۱۰۰/ ۱۶۷-۱۶۹) میں آپ کو بڑی بشارتیں عطا فرمائیں اور یوں تحریر فرمایا:

''آپ کے تین خطوط یکے بعد دیگرے پہنچے۔ چونکہ فقیر کو نقاہت تھی (اس لیے) جواب نہ دے سکا... پہلے خط میں لکھا تھا کہ ''ظہر کی نماز میں چند مرتبہ کوئی چیز جو کہ ہنسی کی مانند ہو گی، اس جانب سے اپنے باطن میں پاتا تھا۔ فرض نماز میں خاص طور پر امامت کی حالت میں ایسی لذت و فنا پیش آتی ہے کہ کیا عرض کرے۔''

اے سعادت آثار! ہنسی کا ظاہر ہونا کمالِ رضا مندی کی خبر دینے والا ہے، خاص طور پر وہ جو کہ نماز میں پیش آتی ہے کہ وہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور لذت و فنا میں کیا کلام ہے کہ نماز مومن کی معراج اور کمال قرب کا محل اور رَفع حجاب کا مقام ہے... اور یہ جو آپ لفظ ''علم'' اپنی دو اَبروؤں کے درمیان اپنی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کا مبداءِ تعیّن صفت علم ہو۔ اور یہ جو آپ دنیا کے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو، نہ عالم میں داخل اور نہ عالم سے خارج اور نہ اس کے متصل اور نہ اس سے جدا دیکھتے ہیں، نہایت علیٰ اور حقیقت کے مطابق ہے...

آپ نے دوسرے خط میں اپنی کیفیات میں سے جو... لکھا تھا... (یہ) احوال اعلیٰ اور معقول ہیں اور بعض اعمال میں افراد عالم کی شرکت کی استعداد کی جامعیت اور اس اسم کی جامعیت کی خبر دینے والی ہے جو کہ (اس کا) مبداء

تعین ہے، گویا دوسرے اس کے اجزاء ہیں اور کل کے فعل میں اجزاء کو شریک پاتا ہے... جو آپ نے اپنے دوستوں کے احوال، یعنی (کسی کا) دائرہ ظلال کو قطع کرنا اور کسی کا ولایت کبریٰ سے حصہ پانا اور اپنے اندر دائرہ ظلال کے پانے کے بعد اس دائرہ کا منہدم ہونا اور اس میں مخلوقات کی صورتوں کو دیکھنا اور اس دائرہ کے منہدم ہو جانے کے بعد ابطن بطون میں نورِ لطیف کا مشاہدہ ہونا وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا، وہ سب درست و سنجیدہ ہیں، حق سبحانہٗ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے۔''

ایک اور مکتوب گرامی (۳:۱۱) میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

''جب اس راستہ میں آئے ہیں تو مردانہ وار آئیں اور طلب گاری کے لوازم کو بجالائیں اور شریعت منورہ کے مضبوط حلقہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب مضبوط پکڑیں۔ بدعت اور بدعتی کی صحبت سے بچتے رہیں اور کمر ہمت کو مولا حقیقی جل سلطانہٗ کی اطاعت میں کس لیں اور اس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ قدس کی جانب دائمی توجہ و پیش قدمی کو بہت بڑی نعمت جانیں۔ وسعت مطلقہ میں فانی و مضمحل ہونے کو سب سے بڑا مقصد شمار کریں، اور جو کچھ اس نعمت کا مانع و منافی ہو، اس سے سینکڑوں کوس دور بھاگیں۔''

اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مزید پانچ مکتوبات گرامی (دیکھئے دفتر ۳: ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۹۴، ۲۱۸، ۲۴۹) آپ کے نام ہیں، جن میں آپ کے بلند مراتب و کمالات مذکور ہیں۔

مکتوبات سعیدیہ

حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے تین مکتوبات گرامی

(۶۲: ۱۱۸، ۷۰: ۱۳۱، ۷۶: ۱۳۵) آپ کے نام ہیں، جن میں آپ کی استعداد پر اطمینان کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

حضرت وحدتؒ اور آپ

حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) نے منصب قیومیت اور اصالت کی بحث و شرح کے دوران حضرت مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ساتھ مراسلت کو سند کے طور پر پیش کیا ہے۔ (دیکھئے: گلشن وحدت: ۵۹)۔

بشاراتِ سیفیہ

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے عین حیات اور وصال مبارک کے بعد بھی حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) سے فیوض و برکات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کسب و اخذ کیے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بڑی بشارات سے نوازا تھا۔ حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) کی بیاض خاصہ میں ان کی فرمائش پر آپ نے اپنے جو احوال باطنی اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے، ان میں یوں لکھا ہے:

> ''احقر خدام کو قبلہ دو جہانی سیف رحمانی (حضرت خواجہ محمد سیف الدین) مدظلہ کی توجہات عالیہ سے مقام تفضّل کی بشارت ملی اور حروف مقطعات و متشابہات، محبوبیت ممتزج و خالص اور نسبتِ اصالت کی ایک رمز، بلکہ اس کی تصریح، بلکہ لاہور کی مداریت، ولایت محمدی و احمدی اور دوسری بشارات بھی نصیب ہوئیں۔ (اپنی) عنایات سے ولایاتِ ثلاثہ، حقائق ثلاثہ، بلکہ اس سے اوپر، بلکہ فوق تعیّن حبی سے قلیل مدت میں نوازا اور فرمانے لگے کہ تیرا معاملہ تو خرق عادت سے وابستہ ہو گیا ہے۔ حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال کے بعد (حروف) مقطعات و متشابہات اور

دوسرے کئی اسرار اور پھر دوسرے کئی اعضا کا تعین اور ملاحت و مباحت امور کی بالیدگی، کہ جن کا لکھنا نامناسب ہے، کی تفصیل (حضرت) دو جہانی (خواجہ سیف الدین) کی توجہ سے (نصیب ہوئی) اور حضرت قبلہ دو جہانی (خواجہ سیف الدین) فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری تنقیح کو ہماری تصدیق و تسلیک کی ضرورت نہیں ہے۔''

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد معصوم کی تسبیح بطور تبرک آپ کو ارسال فرمائی تھی۔ نیز تحریر فرمایا:

''یہ تین چار بشارات جو (حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے) غائبانہ طور پر آپ کے حق میں فرمائی ہیں، دوسرے دوستوں کو سالوں کے بعد اس کا قلیل حصہ ہاتھ لگتا ہے۔ ان کو ہزار غنیمت سمجھیں۔''

نیز لکھا:

''چونکہ آپ کو حضرت (مجدد الف ثانیؒ) کے مکتوب و معارف میں کامل مہارت حاصل ہے، جو کچھ اس کی ضروریات میں سے ہے، سچے طالبین کی اس (سلسلے) میں رہنمائی کریں۔''

نیز فرمایا:

''حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) تمام احباب میں آپ کی سیر کی سرعت کی بہت زیادہ تعریف فرمایا کرتے تھے۔''

ان بشارات کی تصدیق حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات گرامی (مکتوبات سیفیہ: ۵۰/ ۷۰، ۱۱۹/ ۱۲۸، ۱۳۱/ ۱۵۸، ۱۳۳/ ۱۵۹، ۱۴۱/ ۱۶۷، ۱۴۳/ ۱۷۰) میں موجود ہے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک اور مکتوب (۲۵/ ۴۵) میں آپ کو لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر خصائص میری وساطت سے ظہور میں آئے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکاتیب گرامی (۶۲/ ۱۱۸، ۷۰/ ۱۳۱، ۶/۷، ۱۳۵) آپ کے نام ہیں، جن میں آپ کی استعداد پر اظہارِ اطمینان کیا گیا ہے۔

خلافت

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی باطنی تربیت کے لیے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ اپنے خلفاء کو مقرر فرماتے تھے، تاکہ وہ مرکز میں رہ کر بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی تربیت میں مشغول رہیں۔ حضرت شیخ محمد مراد تنگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے تحفہ الفقراء (۷۴-الف) میں لکھا ہے کہ خود اورنگ زیب عالمگیرؒ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی کہ اپنا کوئی خلیفہ میری تربیت کے لیے مامور فرمائیں۔ جس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کا حکم فرمایا۔

چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نواز کر بادشاہ و لشکر کی باطنی تربیت کے لیے متعین فرمایا۔ اس طرح آپ کو عالمگیرؒ کے علاوہ اس کے مقرب خاص بختاور خان (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے ساتھ بھی اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا۔

حضرت حافظ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ اور آپ

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ حضرت حافظ محمد شریف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م میان ۱۰۷۳ھ سے ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۳-۱۶۶۸ء) نے سلوک باطنی کی تعلیم آپ سے حاصل کی اور بعد ازاں آپ کی کوشش و سفارش سے وہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب گرامی (۲: ۱۴۷) میں حضرت حافظ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں:

> "میاں محمد باقر چند روز صحبت میں رہے۔ بہت خوش کیا۔ اس راستہ کے بعض فوائد اخذ کیے اور تھوڑے عرصے میں خوب ترقی کی۔ حق سبحانہٗ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّآخِرًا۔

میرے مخدوم ومکرم! سعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ آپ کی جانب کی گئی۔ اس نواح کو آپ کے انوار کی شعاعوں سے روشن و منور پایا۔''

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) اپنے ایک مکتوب گرامی (۱۳۲/ ۱۵۱) میں آپ کو حضرت حافظ محمد شریف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حقائق آگاہ حافظ محمد شریف، جو حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے معنوی تعلق رکھتے ہیں، نے اس سفر میں مرتبہ نبوت کے کمالات سے تبعیت کے طریق پر بہرہ حاصل کیا ہے اور اس سعادت عظمیٰ، جو کمال اولیاء کی منتہا (میں) سے ہے، مشرف ہوئے (ہیں)۔ ان کا وجود شریف غنیمت شمار کرتے ہوئے کسب سعادت کریں۔''

جب حضرت حافظ محمد شریف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی تو آپ نے اس کی تحریری اطلاع سرہند شریف بھجوائی، جس کے جواب میں حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا۔ (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۱۸۷/ ۲۰۶)۔

عالمگیر ولشکرِ شاہی کو مستفید فرمانا

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی درخواست پر مختلف اوقات میں اپنے کئی خلفاء کو بادشاہ کی تربیت اور اخذ فیوض و برکات کے لیے روانہ فرمایا، جس سے اصل مقصد مرکز میں اور بادشاہ کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے لیے مساعی کرنا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ نمایاں خدمات حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے انجام دی تھیں۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب گرامی (مکتوبات سیفیہ:

۱۴۱/ ۱۶۸) سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں یہی فریضہ آپ (مفتی محمد باؒقر) انجام دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں آپ (مفتی محمد باؒقر) کو تحریر فرمایا:

''بادشاہ دین پناہ نے چند بار آپ کا ذکر خیر کیا۔ ایک روز فرمایا کہ شیخ محمد باقر ایک عجیب سکر (سرشاری) رکھتے ہیں اور ان کی صحبت میں ایک نفع متحقق ہے۔ انہوں نے آپ کی تحریر کو کامل شوق سے مطالعہ کیا اور کہا کہ صحبت پر خوب ترغیب دی گئی ہے۔ فقیر جواب کے لیے سنجیدہ ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے، امید ہے کہ جلد ہی مقصد حاصل ہوگا۔'' (مکتوبات سیفیہ: ۱۴۲/ ۱۶۹)۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مکتوب گرامی میں آپ (مفتی محمد باؒقر) کو تحریر فرمایا:

''بادشاہ دین پناہ آپ کے حقوق کے معترف ہیں۔ خوشگوار لمحات میں آپ کا ذکر کرتے ہیں اور اظہار اخلاص کرتے ہیں۔ چنانچہ اظہار محبت کے طور پر انہوں نے تین تولے عطر آپ کی خدمت میں بھیجا۔'' (مکتوبات سیفیہ: ۱۴۸/۱۷۳)۔

اس طرح پیرومرشد نے آپ کو خلافت عطا فرما کر بادشاہ کے پاس روانہ فرمایا۔ آپ نے وہاں پہنچ کر نہ صرف بادشاہ کو مستفید کیا، بلکہ اپنے علم وفضل، اخلاقی اقدار اور روحانی کمالات کا لوہا منوایا۔ آپ ملکی مہمات کے دوران فوج کے ساتھ رہتے تھے اور فوج کے ایک بڑے حصے کے دلوں کو مسخر کیا۔ بعد ازاں ایک عریضہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں تحریر کیا، جس میں بادشاہ کی باطنی تعلیم وتربیت سلوک، دوسرے متعلقین و وابستگان کے احوال، اپنی روحانی مجلس کی کیفیات اور بعض اپنی واردات کی اطلاع دی۔ اس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی مسرت واطمینان کا اظہار فرمایا اور بادشاہ اور

دوسرے وابستگان کے لیے یوں دعائیں فرمائیں:

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. آپ کا مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ خلیفہ وقت (بادشاہ) کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا، مفصلاً معلوم ہوا۔ حق سبحانہٗ تمام کاموں کا انجام بخیر کرے اور خلیفہ وقت کو توفیق و استقامت بخشے اور ان کے اکابر کی برکات اور نسبت سے کامل حصہ عطا فرمائے اور مجلس کی رونق اور دوستوں کے احوال کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا تھا، وہ (بھی) تفصیل کے ساتھ واضح ہوا اور خوشنودی و مسرت کا سبب ہوا۔ حق سبحانہٗ دوستوں کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے اور فیوض کے دروازے کھولے رکھے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ''جہان آباد میں جس جگہ میں نے قیام کیا، وہ اس قدر بے فیض تھی کہ کیا لکھے۔ جب میں نے وہاں چند روز نشست و برخاست کی تو اس کے بعد وہ جگہ اس قدر انوار سے گھری ہوئی ظاہر ہوتی ہے کہ جانبِ فوق میں وہ عرش سے اوپر گزر گئی اور جانبِ تحت میں تحت الثریٰ سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ گویا اس جگہ نے اس فقیر کے عروج و زوال کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لی ہے۔ یہ انکشاف ظاہری محسوسات کی مانند ہے کہ اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔'' بیشک ایسا ہوا ہوگا۔ وَ لِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ. یعنی بزرگوں کے پیالے سے زمین کے لیے (بھی) حصہ ہے۔ مکان کو صاحبِ مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال ہے اور ہمسائیگی کا حق ہوتا ہے اور وہ (مکان) صاحب خانہ کے انوار و برکات کا امیدوار ہوتا ہے۔ یہیں سے بیت اللہ شریف کی بزرگی و عظمت کو قیاس کرنا اور اس کے انوار و برکات کو سمجھنا چاہیے (اگرچہ) مَا لِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابِ. یعنی: خاک کو رب الارباب سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔'' (مکتوب معصومیہ،

دفتر ۳:۱۹۴/۲۷۴-۲۷۵)۔

دربار شاہی میں احترام

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ بادشاہِ وقت کے ہاں آپ کے ارشاد کا غلبہ اور مشیخت کا خوب شہرہ ہو گیا۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے دربار میں آپ انتہائی محترم تھے اور آپ کی دعوت وارشاد کی بڑی قدر دانی تھی۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے عالمگیرؒ کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے سلسلے میں سب سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کی عدم موجودگی میں یہی فریضہ آپ انجام دیتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ اورنگ زیب نے محفل میں کئی بار آپ کا ذکر کیا اور آپ کی صحبت کو نفع بخش تسلیم کرتے ہوئے آپ سے فیض یاب ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ایک روز آپ مراقبہ میں تھے کہ عالمگیرؒ آپ کی طرف آئے۔ مقربان کی تکلیف کے باوجود آپ اصلاً اپنی جگہ سے نہ اٹھے اور اپنی نسبت میں خلل نہ ڈالا اور استغناء و استغراق کے کمال کی بنا پر، بادشاہ کی تعظیم کا لحاظ نہ فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب گرامی میں آپ کو عالمگیرؒ کی آپ کے ساتھ والہانہ محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ بادشاہ آپ کے حقوق کا معترف ہے۔

خاتمہ بدعات کی کوششیں

بادشاہوں میں جو بدعات جاری ہو گئی تھیں اور جن کے رواج دینے میں سابقہ سلاطین نے خود حصہ لیا تھا، ان کو ختم کرنا خاصا مشکل تھا۔ لیکن آپ نے ان کے خاتمہ کے لیے بھی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور آپ کے کہنے پر اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے ان بدعات کو ختم کر دیا۔

ہندوستان کے بادشاہوں میں عرصہ دراز سے یہ رسم چلی آرہی تھی کہ (کھانے کے دوران) ہر لقمہ کھانے کے بعد اپنی انگلیاں صاف کرتے تھے، تاکہ ان پر چکنائی کا نشان باقی نہ رہے۔ اس کے بعد دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے اور یہ سب کچھ کھانے کے

آخر تک جاری رہتا تھا۔ (ایک مرتبہ) عالمگیرؒ نے آپ (مفتی محمد باقر) کی بات سنی اور یہ کہتے ہوئے اس پر آپ کا تصرف بھی جلوہ گر ہوا کہ آپ (انہیں) اس کام سے منع فرما رہے ہیں۔ جب آپ نے ایسا کام کرنے سے منع فرمایا تو عالمگیرؒ نے کہا: ''شیخ جی! میں آپ کا یہ حکم مانتا ہوں اور پھر کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ لیکن جس مسند (شاہی) پر میں متمکن ہوں، اگر آپ (اس پر) جلوہ افروز ہوں تو آپ پر حقیقت حال واضح ہو جائے کہ اس میں کس قدر نخوت اور کتنی قسم کے غرور ہیں کہ لوگ کس طرح دست بستہ میرے سامنے کھڑے ہیں۔''

منصبِ افتاء

صاحبِ ''مقاماتِ معصومی'' کے مطابق: ''آپ بڑے صاحب اخلاق اور بہت قبولیت کے مالک تھے۔'' لیکن آخر کار ایک مصلحت کی وجہ سے (مفتی لاہور) کی خدمات اختیار فرمائیں۔ اس میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کی توجہ سے اس دوران بعض اہل حاجت کی حاجت روائی کی خدمات انجام دی گئیں۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے منظورِ نظر تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی رضامندی سے آپ کو دارالسلطنت لاہور کا مفتی بنایا۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ یا ان کی رحلت کے بعد اس منصب پر فائز المرام ہوئے۔ یہ واضح نہیں کہ آپ کتنا عرصہ مفتی لاہور رہے؟ تاہم آپ اپنی کتاب ''دامِ حق'' کی تالیف سے اپنے سفرِ آخر ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء تک یہ خدمات انجام دیتے رہے۔ اس سلسلے میں آپ ''دامِ حق'' کے شروع میں خود کہتے ہیں:

دامِ حق صید کرد جان مرا ... نام حق یار شد نہان مرا
جامِ عشق رسولؐ می نوشم ... حلقۂ ذکر اوست در گوشم
کہ فقیری شکستہ تر مسکین ... کمترین باقر بن شمس الدین
مفتی دارِ سلطنت لاہور ... صانہا اللہ عن الجفاء والجور

کرد نظم خلاصہ کیدانی لائق دوستان زبانی

(دام حق: ورق الف-ب)

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو اس امر سے خصوصی دلچسپی تھی کہ ہمارے مرید مخلص و خلیفہ مجاز حضرت شیخ محمد باقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے ذریعہ لاہور میں اسلام کو تقویت ملے۔ دوسری جانب اورنگ زیب عالمگیرؒ کو ترویج شریعت کے لیے قائل کرنے کے لیے آپ کی علمِ فقہ میں مہارت اور مساعی خیر خوب کام آئیں۔ لاہور میں آپ کا فتویٰ قابلِ قبول تھا۔ جناب مولانا عبدالرشید قاسمی (شاہدرہ، لاہور) کے پاس آپ کا ایک استفتا موجود ہے جس پر آپ کی دو مہریں ثبت ہیں۔ ان میں سے ایک میں واضح درج ہے: "خادم شرع متین محمد باقر بن شرف الدین"۔

بہادر شاہ کی آپ سے عقیدت

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کا بیٹا اور جانشین شاہ عالم بہادر شاہ اوّل (۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ/ ۱۷۰۷-۱۲-۱۷ء) آپ کا عقیدتمند تھا۔ جب ۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۴ء میں شہزادہ (معز الدین) بہادر شاہ (اوّل) کابل اور ملتان کی صوبہ داری پر متعین ہو کر لاہور سے گزرا تو اُن دنوں آپ مفتی لاہور کے منصب پر فائز المرام تھے۔ شاہی ملازم ہونے کی وجہ سے آپ کے لیے ضروری تھا کہ شہزادے کا استقبال کریں۔ آپ استقبال کے ارادہ سے نکلے، لیکن دل میں بڑی خجالت محسوس ہوئی اور خیال آیا کہ ارشاد کے غلبہ اور مشیخت کے طنطنہ کے دنوں میں بادشاہ اور شہزادوں کے ساتھ صحبت کا معاملہ ایک دوسری قسم کا تھا، اب لفظ "نوکری" کا معاملہ درمیان ہے، دیکھئے شہزادے کی صحبت (ملاقات) سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ جب آپ پالکی پر سوار ہو کر شہزادے کی جانب جانے لگے تو دیکھا کہ پالکی کی ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور دوسری جانب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) تشریف فرما ہیں، اور دونوں حضرات بہت زیادہ تسلیمات کے ساتھ آپ سے فرما رہے ہیں کہ تیری عزت عین ہماری عزت ہے

اور ہم کسی مقام و معرکہ میں تجھ سے جدا نہیں ہیں، جمعیت کے ساتھ شاہی استقبال کے لیے جاؤ۔ پس آپ کامل جمعیت کے ساتھ شہزادے کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے اور لشکر میں داخل ہونے تک آپ کی وہی عزت و احترام والی صحبت ظاہر رہی۔ جب آپ شاہی خیموں کے پاس پہنچے تو حکام نے بلاتوقف آپ کی آمد کی اطلاع شہزادے کو پہنچائی۔ شہزادے نے کمال مسرت کے ساتھ آپ کو بلا بھیجا (اور) سلام میں سبقت کرتے ہوئے قدیم شاہی دستور کے مطابق آپ سے مصافحہ کیا۔ نیز آپ کو اپنی مسند کے قریب بٹھایا، بلکہ ایسے حسنِ سلوک سے پیش آیا کہ ظاہراً آپ کے زمانہ فقر (مشیخت) میں بھی اس طرح کے آداب سے پیش نہیں آیا تھا۔

بعد ازاں شہزادے نے آپ سے کہا کہ شاہی ملازمت کی ان خدمات کا اختیار اپنی ظاہری صورت میں رونما ہوتا ہے، وگرنہ آپ کا کمال (مرتبہ) روز بروز بلند تر (ہو رہا) ہے۔ آپ نے اس مجلس میں شہزادے کو سلطنت کی بشارت بھی دی تھی، جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے روحانی طور پر آپ کو ملی تھی اور اس کے آثار روز افزوں تھے۔

نعمتوں کے خوان

آپ نے حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) کی فرمائش پر ان کی بیاض خاصہ میں اپنے باطنی احوال اس طرح تحریر فرمائیں:

> ”الحمد للہ! گیارہ ذی الحجہ ۱۰۸۸ھ (۲۵ جنوری ۱۶۷۸ء) کی رات حضرت مجدد الف ثانیؒ اور قیوم رحمانی (خواجہ محمد معصومؒ) کے روضہ منورہ کی زیارت کے لیے دار الارشاد (سرہند شریف) کی جانب متوجہ ہوا۔ دیکھا کہ حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) اور حضرت مجدد الف ثانیؒ عنایت فرماتے ہوئے لاہور تک استقبال کے لیے تشریف لائے (اور) حزن و ملال کے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ اس فیض آثار دیار (سرہند شریف) میں پہنچنے پر دونوں

مزارات مبارک سے ایسی عنایات سمجھ میں آئیں، جن کی تفصیل اجازت
کے بغیر بیان کرنا مناسب نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت قیوم رحمانی (خواجہ محمد
معصومؒ) کی نعمتوں کے متعدد خوان مرحمت ہوئے اور دونوں حضرات
(حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ) کی عنایت سے ایسے
عجیب خزانے (نصیب ہوئے) جن کی انتہا معلوم نہیں۔ ان دنوں سے
طبیعت غفلت (توبہ وانابت) کی جانب مائل ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر
حضور و مراقبہ زیادہ کیا جائے (تو بھی) ظاہراً اُس پر ملال گھر (دنیا) سے
انتقال (کا وقت) قریب آپہنچا (ہے)، اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

رشتۂ در پائے من افگند دوست
می کشد ہر سو کہ خاطر خواہ اوست

یعنی: دوست نے میرے پاؤں میں ایک رسی ڈال رکھی ہے (اور) جدھر
اُس کا دل چاہتا ہے (مجھے) کھینچ لیتا ہے۔''

حج بیت اللہ شریف

آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اور دوسرے
حضرات مجددیہ کے سفرِ حج (۱۰۶۷-۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۷-۱۶۵۹ء) میں ہمرکابی کا شرف
حاصل تھا اور آپ نے ان حضرات گرامی کے ہمراہ زیارت حرمین الشرفین اور ۱۰۶۸ھ/
۱۶۵۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔

اعترافِ عظمت

مقاماتِ معصومی کے مصنف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/
۱۷۳۷ء) تحریر فرماتے ہیں:

''اس فقیر کو اس شیخ (محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت کا بہت اتفاق ہوا۔
آپ کی صحبت سے میں کامل حظ حاصل کرتا تھا اور آپ کی ہر بات سے میں

نے ایک معرفت کی سیر حاصل کی۔''

شاعری

آپ ایک پختہ کار شاعر تھے۔ آپ نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں اپنے اشعار موقع محل کی مناسبت سے نقل کیے ہیں۔ آپ کے درج ذیل تین اشعار آپ کی تصنیف لطیف کنزالہدایات (ص۴-۵) میں موجود ہیں، جو آپ نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) کی مدح میں کہے ہیں:

سراپا ظاہرش روح ست و جان ست — مپرس از باطنش کان بے نشان ست
زبان در شرح وصف او بود لال — قلم در ذکر مدحش بے زبان ست
عنایاتی کہ دارد در حق من — سرِ ہر موئے من در شکر آن ست

یعنی: ان کا ظاہری سراپا (بس) روح ہے، جان ہے۔ ان کے باطن کے بارے میں مت پوچھ کہ وہ بے نشان ہے۔

؎ زبان ان کے وصف کی شرح سے قاصر ہے، قلم ان کی تعریف کے بیان سے عاجز ہے۔

؎ میرے اوپر جو ان کی عنایات ہیں، میرے ہر بال کی زبان اس کے شکر میں (مشغول) ہے۔

حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) نے آپ کا یہ شعر اپنی بیاض خاصہ میں اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے:

کاہش نفس خود است کینہ بکس داشتن
خواہش حبس خود است سینہ قفس ساختن

یعنی: کسی کے ساتھ کینہ رکھنا اپنی ذات کا نقصان ہے (اور) اپنے سینہ کو قید خانہ بنانا اپنی خواہش کو قید کرنا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے فقہ کی معروف کتاب ''خلاصہ کیدانی'' کو ایک دوسری درسی

کتاب ''نام حق'' کی پیروی میں فارسی نظم میں ڈھالا ہے اور اس کا نام ''دام حق'' رکھا ہے، جس سے آپ کے قادر الکلام شاعر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

سفرِ آخرت

صاحبِ ''معجم المؤلفین'' (۹: ۹۰) نے آپ کا سالِ وفات ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء اور ''ہدیۃ العارفین'' (۲:۲۹۲) کے مصنف نے ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۶۹ء ضبط کیا ہے، جو درست نہیں۔ صاحبِ ''مقاماتِ معصومی'' نے لکھا ہے:

> ''آپ نے تقریباً ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء میں لاہور میں رحلت فرمائی اور وہیں اپنے دیوان خانہ میں، جو آپ کا مسکن تھا، آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی قبر (مبارک) اسی جگہ مشخص ہوئی۔ بادی النظر میں اہلِ بصیرت پر آثار جمعیت جلوہ گر ہیں۔'' رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

قدیم شہر لاہور کے اندرونی محلوں میں سے ایک محلّہ بنام ''چوہٹہ مفتی باقر'' اب تک موجود ہے۔ ۳۹-۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں آپ کے تمام مکانات لاپتہ ہو چکے تھے۔

برادرِ گرامی

حضرت ملا محمد امین حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بھائی تھے، جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں ہیں۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے اتنے ماہر تھے کہ انہوں نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) سے ''مکتوبات خوان'' کا خطاب پایا تھا۔

اولاد امجاد

صاحب ''مقاماتِ معصومی'' لکھتے ہیں:

> ''آپ کے صاحبزادوں میں حضرت شیخ محمد قطب (الدین رحمۃ اللہ علیہ) جو منجھلے تھے، زمانے کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ کہا جا سکتا ہے کہ (اپنے) والد (بزرگوار) سے بھی بہتر تھے۔ نیز دار البقا کی جانب سفر کر گئے

ہیں۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.''

گویا ۱۱۳۴ھ/ ۲۲-۱۷۲۱ء سے پہلے رحلت فرما گئے تھے۔ ذی علم، مؤلف اور شاعر تھے۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے صوفیہ کے تذکرے ''گلزار اسرار الصوفہ'' تالیف دیدہ مغل مخاطب بہ آغر خان (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کے لیے کئی شعری مادے تجویز کیے تھے، جو ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء میں تالیف ہوئی۔ اس کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں (زیر نمبر ۱۹۰۱) محفوظ ہے۔

تصانیف

آپ تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ درج ذیل خوبصورت کتب (اور تحریریں) آپ سے یادگار ہیں:

۱۔ استفتاء (فارسی)

آپ کئی سال دار السلطنت لاہور میں مفتی کے منصب پر فائز المرام رہے۔ اس دوران آپ نے سینکڑوں فتاویٰ لکھے ہوں گے۔ آپ کا ایک استفتاء جناب مولانا عبدالرشید قاسمی، شاہدرہ، لاہور کے پاس محفوظ ہے، جس کا عکس مقاماتِ معصومی (جلد ۴: ۵۴۹) میں موجود ہے۔

۲۔ حاشیہ قرآن مجید (عربی)

آپ نے مختلف تفاسیر سے استفادہ کر کے قرآن مجید کا حاشیہ شوال ۱۰۷۸ھ/ مارچ ۱۶۶۸ء میں لکھنا شروع کیا اور ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ/ اگست ۱۶۶۸ء میں اس کی تکمیل کی۔ آپ کے ہاتھ سے لکھا ہوا اس کا مخطوطہ مکتبہ خاور، لاہور میں محفوظ ہے، جس پر اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے جانشین شاہ عالم بہادر شاہ (۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ/ ۱۷۰۷-۱۷۱۲ء) کے کتب خانہ کی مہر ''محمد کامل خانہ زاد شاہ عالم غازی ۱۱۲۳ھ'' ثبت ہے۔ مہر کے نیچے ''کتابدار محمد کامل'' نے فارسی میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت قیوم کے عطیات میں سے ہے۔ ''حضرت قیوم'' سے مراد حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/

۱۶۸۵ء) ہیں۔

۳۔ دام حق (منظوم، فارسی)

آپ نے معروف کتاب ''خلاصہ کیدانی'' کو ایک دوسری مشہور درسی کتاب ''نام حق'' کی پیروی میں فارسی نظم میں ڈھالا ہے، جس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

مفتی دارِ سلطنت لاہور صانہا اللہ عن الجفاء الجور
کرد نظم خلاصہ کیدانی لائق دوستان زبانی

اس کے مخطوطات درج ذیل کتب خانوں میں محفوظ ہیں:

٭ کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان (ایف - ۸)، اسلام آباد، مخطوطہ نمبر ۴۸۹۸۔
٭ کتب خانہ صمدانی، جناب مولانا فضل صمدانی، بہانہ ماڑی، پشاور۔
٭ مملوکہ جناب صاحبزادہ محمد شریف ولد سیّد محمد عالم نوشاہی، بمقام ڈھل، متصل سرائے عالمگیر، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات۔

۴۔ شمائل نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم (فارسی)

آپ نے اپنی اس مفید و جدید النفع تصنیف کا ایک نسخہ تحفۃ الفقراء کے مصنف حضرت شیخ محمد مراد ننگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) کو دیا تھا۔

۵۔ کنزالہدایات (فارسی)

آپ نے رسالہ مبدأ و معاد، مکتوبات امام ربانیؒ اور مکتوبات معصومیہ (کے چھ دفاتر) کو سامنے رکھ کر مراتب سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے بکھرے ہوئے موتیوں (عبارات) کو ایک خاص ترتیب (بلا تفاوت وتصرف موضوعی اعتبار) سے یکجا جمع کیا اور اس کا نام ''کنزالہدایات فی کشف البدایات والنہایات'' رکھا۔ اس کا آغاز ۲۱/شوال ۱۰۸۰ھ/۴/مارچ ۱۶۷۰ء کو کیا، اور ۹/ذی القعدہ ۱۰۸۰ھ/ ۲۱/مارچ ۱۶۷۰ء کو اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ کتاب میں ہر بند کے آغاز پر ''باب'' کی بجائے ''ہدایت'' اور ''فصل''

کی بجائے ''فائدہ'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ یہ بیس ''ہدایات''، ایک خاتمہ اور ایک ''مہر خاتمہ'' پر مشتمل ہے۔

جب آپ نے اس کتاب کو مکمل کر لیا تو خواب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، جس سے آپ کو اس کتاب کی قبولیت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت کی امید ہوئی۔ یہ ایک اہم تصنیف ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کے ہاں اسے انتہائی قدر و منزلت حاصل ہے۔

اس کتاب کا فارسی متن حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کے اہتمام سے ۱۳۳۵ھ/ ۱۷-۱۹۱۶ء میں روز بازار الیکٹرک پریس ہال، امرتسر (ہندوستان) سے شائع ہوا تھا اور یہ طباعت حضرت مولانا پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور بانی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی قیومِ زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) کے مفید و اہم حواشی سے آراستہ و پیراستہ تھی۔

حضرت شیخ محمد حفظی بن ولی الدین آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے ترکی میں اس کا عربی ترجمہ کیا اور اس کا نام ''حرز العنایات ترجمہ کنز الہدایات'' رکھا، جو (سہ ماہی) مجلّہ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور کے شمارہ جنوری - اپریل ۱۹۷۵ء میں طبع ہوا تھا۔ اس عربی ترجمے کا تعارف اورینٹل کالج میگزین، لاہور (صد سالہ جشن نمبر ۱۹۷۲ء) میں شائع ہوا۔

کنز الہدایات کا ایک اور عربی ترجمہ حضرت شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، جس کا مخطوطہ کتاب خانہ رباط مظہر، مدینہ منورہ، سعودی عرب میں محفوظ ہے۔

اس کے فارسی متن کا پہلا اُردو ترجمہ حضرت خواجہ مولانا احمد حسین خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عرفان احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، جسے ملک فضل

الدین، ملک چنن الدین، ملک تاج الدین ککے زئی، تاجران کتب قومی نے منزل نقشبندیہ، کوچہ ککے زیاں، کشمیری بازار، لاہور سے شائع کیا تھا۔ اس کا دوسرا اُردو ترجمہ اس ناکارہ روزگار (محمد نذیر رانجھا) نے کیا ہے، جو خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کی جانب سے طبع ہو رہا ہے۔

۶۔ منتہی الایجاز بکشف الاعجاز (عربی)

آپ نے قرآن مجید کی یہ تفسیر بزبان اختصار تحریر کی، جو ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۰ء میں مکمل ہوئی۔

اس کا مخطوطہ (زیر نمبر ۴۱۲۳) کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان (ایف-۸)، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔ (۱)

حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ
کے احوال ومناقب

ولادت باسعادت

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت موضع بکھڑا، ضلع میانوالی میں ملک مستی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء میں ہوئی۔

تعلیم

آپ نے خاندانی رسم و رواج کے مطابق ابتدائی تربیت انتہائی اعلیٰ اقدار کے حامل گھریلو ماحول میں پائی۔ اللہ کریم نے آپ کو بچپن سے ہی پسندیدہ اخلاق اور ستودہ صفات عطا فرمائی تھیں۔

آپ کا خاندان دنیاوی جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ دینداری اور شرافت میں بھی مثالی تھا۔ آپ کے والد بزرگوار ملک مستی خان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا غلام محمد بکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر آپ کو دینی علوم کے لیے وقف کرنا پسند فرمایا۔ لہٰذا جب آپ پڑھنے کے قابل ہوئے تو بچپن میں ہی جامع مسجد کے امام صاحب سے قرآن مجید پڑھنے لگے اور بفضلِ ربی قرآن کریم مسجد میں پڑھا۔

اللہ کریم نے اپنے فضل وکرمِ عمیم سے کم عمری میں ہی آپ کو فراست خاصہ اور دینی

علوم کی تحصیل کا وافر ذوق وشوق نصیب فرمایا تھا۔ موضع بکھڑا میں مزید تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں تھا، لہٰذا قرآن حکیم کی تعلیم کے مکمل ہونے پر آپ کو مروّجہ عربی علوم حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا اور پھر اس ذوقِ سلیم کے ہاتھوں یوں مجبور ومعذور ہوئے کہ گھر والوں کو بتائے بغیر موضع سیلوان نزد کندیاں، ضلع میانوالی جا پہنچے۔

ذوقِ سلیم اور جذبہ فرمانبرداری

سیلوان (کندیاں، ضلع میانوالی) میں ان دنوں حضرت مولانا عطا محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے درس وتدریس کا خاص شہرہ تھا، جو تشنگانِ علومِ دینیہ کو اپنے مخصوص ومحمود طرزِ تعلیم سے مالا مال فرماتے تھے۔ جب آپ موضع سیلوان میں حضرت مولانا عطا محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آپ کی شکل وصورت سے قیافہ لگا لیا کہ آپ زمینداروں اور ملکوں کے اُس خاندان خاص کے صاحبزادے ہیں جو سرداری کی طرف مائل رہتے ہیں اور وہ اپنے صاحبزادگان کو عربی ودینی علوم میں لگانے کا خیال نہیں کرتے، لہٰذا آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے اور کس کے بیٹے ہیں؟ آپ نے مؤدب ہو کر فرمایا: ''نام احمد خان ہے اور ملک مستی خان کا بیٹا ہوں۔''

استادِ محترم نے جب آپ کے والد گرامی کا نام سنا تو انھیں یقین ہو گیا کہ یہ بچہ گھر سے بھاگ کر آیا ہے، لہٰذا ایک ترکیب ان کے دل میں آئی۔ آپ کے سر مبارک پر علاقے اور خاندانی رواج کے مطابق پٹھے (کانوں کی لَو تک لمبے بال) تھے اور اُس زمانے میں لوگ یہ بال رکھ کرتے تھے اور سر منڈوانا موجبِ اہانت سمجھتے تھے۔ نیز انگریزی طرز کے بالوں کی بھی سخت مخالفت کی جاتی تھی۔ استادِ محترم نے بطور آزمائش فرمایا: ''احمد خان! اگر آپ ہمارے پاس پڑھنا چاہتے ہیں تو پھر سر منڈا آئیں، کیونکہ اس مدرسہ میں داخل ہونے کی یہ پہلی شرط ہے۔''

آپ استادِ محترم کا یہ ارشاد سن کر فوراً حجام کے پاس پہنچے اور سر منڈا دیا۔ بعد ازاں واپس مدرسے میں آ گئے۔ جب استادِ محترم نے آپ کا یہ ذوقِ سلیم اور جذبۂ فرمانبرداری

ملاحظہ فرمایا تو آپ کو بلا تردّد مدرسہ میں داخل کر لیا۔

آپ کو پڑھنے کا اس قدر ذوق وشوق ہو گیا کہ گھر والوں کو بھلا دیا اور گھر والوں کو محض اس وجہ سے اپنے بارے میں کوئی اطلاع نہ دی کہ کہیں وہ آ کر آپ کو مدرسہ سے واپس گھر نہ لے جائیں اور اِس طرح دینی تعلیم کے حصول کا یہ سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ لہٰذا بڑے انہماک کے ساتھ ایک عرصہ تک یہاں مقیم رہے اور عربی صَرف ونحو کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا عطا محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔

مدرسہ بندھیال میں تعلیم

بعد ازاں آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے بندھیال، ضلع میانوالی میں حضرت مولانا سلطان محمود المعروف مولانا نامی بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور عربی کی متوسطات تک یہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

فاقہ مستی میں ثابت قدمی

اس زمانے میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کو بے پناہ مشکلات کا سامنا ہوتا تھا۔ سرِ دست مدارس کے وسائلِ آمدن محدود ہونے کی وجہ سے طلبا کو جو کی روٹی تک ہر روز میسر نہیں آتی تھی۔ جن دنوں آپ حضرت مولانا عطا محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پڑھا کرتے تھے وہاں بھی گزر اوقات نانِ جویں پر ہی ہوتی تھی۔ جب حضرت مولانا نامی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں شمولیت فرمائی تو یہاں بھی جَو کی روٹی پر ہی گزر ہوتا تھا۔ لیکن وہ بھی ایک دن کے ناغہ سے میسر آتی تھی۔ غربا کی تو مجبوری سہی، لیکن امرا کو تو صرف فضل الٰہی ہی ذوقِ تعلیم میں مستغرق رکھ کر اس ماحول میں ثابت قدم رکھتا ہے:

فقر خیبر گیر بانان شعیر
بستہ فتراکِ او سلطان و میر

عظیم قربانی اور اتباعِ اسلاف

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ جن دنوں آپ ذوقِ تعلیم کے ہاتھوں مجبور ہو کر سیلوان

میں حضرت مولانا عطا محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں تشریف لائے تو گھر والوں کو بتایا نہیں تھا کہ کہیں وہ آ کر واپس نہ لے جائیں۔ اس طرح جب آپ بندھیال میں حضرت مولانا نامی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شامل رہے تو بھی گھر والوں کو نہیں بتایا اور نہ ہی پیش آنے والی مشکلات خورونوش اور رہائش سے گھبرائے۔ یقیناً اگر آپ گھر والوں کو آگاہ کر دیتے تو وہ آپ کے گزر اوقات کے لیے خرچ تو مہیا کر سکتے تھے، لیکن آپ نے اسلاف کی پیروی میں سب طلبا کے ساتھ رہ کر اللہ کریم کے دین کی تعلیم حاصل کرنے کو پسند فرمایا اور ربِ کریم نے اپنے فضلِ عمیم سے اس میں کامیاب فرمایا۔

حصولِ تعلیم میں جو چیز سب سے زیادہ کام آتی ہے وہ ذوقِ سلیم ہے۔ اگر اِس کے ساتھ کتابیں پڑھنے اور سبق یاد کرنے کا بے پناہ لگاؤ بھی نصیب ہو جائے تو طالب علم دنیا اور اُس کی ساری چیزوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف پڑھنے میں مستغرق رہتا ہے۔ آپ کو اللہ کریم نے ایسا ہی ذوقِ سلیم اور استغراق کامل عطا فرمایا تھا۔ جب مطالعہ کتب اور درس یاد کرنے میں محو ہوتے تو پھر دنیا و مافیہا سے کاملاً علیحدہ ہو جاتے۔

جن دنوں بندھیال میں زیرِ تعلیم تھے، اتفاق سے آپ کے گھر والوں کو پتہ چل گیا۔ لٰہذا آپ کے والد بزرگوار نے آپ کے بھائی ملک محمد خان صاحبؒ کو بھیجا کہ وہ آپ کے حالات کی خبر لائیں۔ آپ کے برادر محترم، حضرت نامی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پہنچے۔ حضرت نامی سے پوچھا: ''احمد خان سے ملنا ہے، وہ کہاں ہیں؟'' انھوں نے فرمایا: ''باہر جنگل میں دیکھیں، کہیں بیٹھا پڑھ رہا ہوگا۔'' آپ کے برادر محترم گھوڑے پر سوار آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ تک پہنچے۔ آپ اس وقت مطالعہ فرما رہے تھے، چنانچہ قریب آ کر نصف گھنٹہ تک پاسِ ادب سے ٹھہرے رہے کہ آپ کتاب سے نگاہ اٹھائیں تو وہ آپ سے مخاطب ہوں، لیکن حضرت یوں مطالعہ میں مستغرق تھے کہ آپ کو اِس چیز کی خبر تک نہ ہوئی۔ بعد میں جب برادر محترم سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ بھائی صاحب! میں تو اتنی دیر آپ کے پاس ٹھہرا رہا کہ آپ کو فارغ پاؤں تو بات کروں۔

اس واقعہ سے جہاں آپ کے انہماک، ذوقِ مطالعہ اور استغراقِ درس کا پتہ چلتا ہے وہاں آپ کے برادر محترم کے عالی اخلاق سے بھی آگاہی ہوتی ہے، جنھوں نے پاسِ ادب کرتے ہوئے آپ کو دورانِ مطالعہ آواز دینا پسند نہیں فرمایا۔

تکمیلِ علم کے لیے سفرِ ہندوستان

تحصیل و تکمیلِ علم کا ذوق برابر دامن گیر تھا، لہٰذا آپ نے بندھیال سے مروّجہ علوم کی تحصیل کے بعد ہندوستان کا رُخ کیا۔ علمی تشنگی کو دور کرنے کے لیے شروع میں مدرسۂ شاہی، مراد آباد میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ وہاں پڑھا اور پھر کانپور جا پہنچے۔ یہاں صَرف و نحو، منطق و فلسفہ، ادب و معانی اور فقہ و تفسیر کی جملہ کتابیں پڑھیں اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء) اور حضرت مولانا عبید اللہ بکھروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ممتاز اساتذہ سے فقہ و حدیث پڑھنے کے ساتھ ساتھ دورۂ حدیث مکمل کیا۔ اس طرح علوم معقول و منقول کی تکمیل فرمائی اور عربی و فارسی کے مروّجہ علوم کے علاوہ قرآن و حدیث کے انوار سے بھی اپنے سینۂ مبارک کو منور فرمایا اور ماہِ ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ/ مئی ۱۸۹۶ء میں فارغ التحصیل ہو کر واپس وطن تشریف لائے۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت

جن دنوں آپ بندھیال میں حضرت مولانا نامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھا کرتے تھے، ان دنوں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ (م ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) کے خلیفۂ مجاز حضرت سیّد پیر لعل شاہ قدس سرہٗ کے ہاتھ مبارک پر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہو گئے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے آپ کو اِس سلسلۂ عالیہ کے ذکر و شغل قلبی کی تلقین فرمائی اور آپ اس میں محو ہو گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت سیّد پیر لعل شاہ قدس سرہٗ نے عالمِ بقا کی جانب رحلت فرمائی۔ آپ نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی رحلت کے بعد اپنی وارداتِ قلبی کا حال حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ تو حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس

سرہٗ نے آپ کو یہ مکتوب تحریر فرمایا:

''بے شک مخلص مریدوں کے لیے شیخ کی وفات ایک سانحۂ عظیم ہوا کرتی ہے۔ پیر لعل شاہ صاحبؒ کی وفات بلا شبہ بے حد رنج والم کا موجب ہے، مگر صبر سے کام لینا چاہیے۔ جزع وفزع نہ کریں اور فقیر کو تحصیلِ صبر اور تحصیلِ علم میں اپنا ممد ومعاون تصور کریں۔''

بعد ازاں آپ نے حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ کی خدمت میں تجدید بیعت کی درخواست کی، جس پر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا:

''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ:
فقیر لاشی محمد عثمان عفی عنہ کی طرف سے محبّ ومخلص میاں احمد خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تسلیمات ودعوات مزید درجات فی الدارین کے بعد مطالعہ فرماویں کہ آپ کا مکتوب شریف، جس میں آپ نے تجدید بیعت اور طلب ورد کے متعلق استدعا کی تھی، پہنچا۔ جنابِ من! حضرت لعل شاہؒ کے سب مریدان کے پیر (اشارہ بخود) ہی کے مرید ہیں۔ اس لیے فی الحال تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحصیلِ علم سے فراغت نصیب فرمائی اور اس کے بعد نسبت باطنی حاصل کرنے کے لیے آپ کا پختہ ارادہ ہوا تو اُس وقت تجدید بیعت کی ضرورت ہوگی۔ اس وقت آپ اپنے علمی مشاغل جاری رکھیں اور اوقاتِ فراغت میں جناب شاہ صاحبؒ کے فرمودہ ذکر اسم ذات ہی کا ورد جاری رکھیں۔ ہمارے بزرگوں کی توجہ اسم ذات میں رسوخ حاصل کرنے کی طرف رہتی ہے۔ مقدر بھر کوشش کریں کہ پنجگانہ نمازیں بغیر سستی کے وقت مستحب پر باجماعت ادا ہوں۔ نیز غیر مشروع امور سے بچنے کی پوری کوشش کرتے رہیں۔ والسلام۔''

اس طرح حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ نے آپ کو حضرت لعل شاہ قدس سرہٗ

کے بتائے ہوئے ذکر و شغل میں محو رہنے کی تلقین فرمائی اور ساتھ ہی اشارہ فرمایا کہ ابھی آپ تمام توجہ تحصیلِ علم پر مرکوز رکھیں اور نیز یہ کہ اپنے پیرو مرشد کی وفات پر تحصیلِ صبر اور تحصیلِ علم میں فقیر کو اپنا مدد و معاون تصور کریں۔ گویا یہ اشارۂ غیبی تھا، جس کی بنا پر اللہ کریم نے آپ کو علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں کمال ذوق عطا فرمایا تھا اور ساتھ ساتھ عرفان و تصوف کی تحصیل کا جذبہ بھی پروان چڑھتا رہا۔

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ سے اخذِ فیض

لہٰذا جب آپ نے ظاہری علوم سے فراغت پائی تو کمال اشتیاق کے ہاتھوں مجبور ہو کر خانقاہ احمدیہ سعیدیہ نقشبندیہ مجددیہ (موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) پر حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ (م ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے پیرو مرشد حضرت سیّد لعل شاہ قدس سرہٗ کے شیخ باکمال حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ کی قربت میں رہ کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی منازلِ سلوک طے کرنے لگے۔ اللہ کریم کے فضل و کرم سے ولایتِ صغریٰ تک رسائی نصیب ہوگئی، لیکن مشیتِ ایزدی کو یہی منظور تھا کہ انھی دنوں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ نے عالمِ بقا کی جانب رحلت فرمائی۔

حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ سے بیعت

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ (م ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) کے وصال مبارک کے بعد خانقاہ احمدیہ سعیدیہ نقشبندیہ مجددیہ (موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کی مسندِ ارشاد پر اُن کے فرزند ارجمند و خلیفۂ مجاز سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) جلوہ افروز ہوئے۔

آپ نے خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ کے زیرِ تربیت ولایتِ صغریٰ تک رسائی حاصل کر لی تھی اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے اپنے دامن کو بھر رہے تھے۔ آپ نے اپنے مربی و مرشد کی رحلت کے عظیم سانحہ کو کمال استقامت سے برداشت

کیا اور اُن کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ کے ہاتھ مبارک پر تجدید بیعت کر لی اور اُن کی رہنمائی میں ولایتِ کبریٰ کی منازل طے فرمانے لگے۔

بکھڑا سے خانقاہ موسیٰ زئی شریف تک پیادہ جانا

بکھڑا، ضلع میانوالی سے خانقاہ احمدیہ سعیدیہ نقشبندیہ مجددیہ (موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) تقریباً سو میل کا سفر ہے۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے اس قدر عقیدت تھی کہ یہ سفر پیدل چل کر طے فرماتے۔ بارہا آپ نے پیدل چل کر اپنے پیر و مرشد کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) پر آپ کا یوں پیدل چل کر آنا شاق گزرتا تھا۔ لہٰذا ایک بار ارشاد فرمایا:

> ”مولانا آپ پیدل سفر نہ کیا کریں، کیونکہ بکھڑے سے یہاں تک جو قدم آپ زمین پر رکھتے ہیں، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے قلب پر پڑتا ہے۔“

اس طرح اس کے بعد آپ سواری پر جانے لگے، لیکن پھر بھی ڈیرہ اسماعیل خان سے موسیٰ زئی شریف تک کا سفر پیدل چل کر ہی طے کرنا پڑتا تھا، کیونکہ اس زمانے میں اونٹ کے علاوہ کوئی دوسری سواری نہیں ملتی تھی۔

خدمتِ شیخ

سون سکیسر، ضلع خوشاب کا پہاڑی علاقہ گرمیوں میں خاصا سرد ہوتا ہے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ نے اس علاقہ میں ڈیپ کے مقام پر ایک خانقاہ بنوائی، جو خانقاہ ڈیپ اور خانقاہ عثمانیہ کے نام سے معروف تھی، اور گرمیوں میں آپ یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ اس دوران حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ہمراہ کافی عقیدت مند اور درویش ہوا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس لمبے سفر کو اکثر خوشاب سے اونٹ کی سواری پر طے فرماتے تھے۔

آپ اس ۳۵ یا ۴۰ میل کے سفر میں اپنے پیر و مرشد کی سواری کے آگے آگے پیدل

دوڑتے رہتے تھے۔ ہاتھ مبارک میں مٹی کے چند ڈھیلے اور پانی کا کوزہ رکھتے، تاکہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو جس جگہ حاجت پیش آئے، آپ کی خدمت کر سکیں:

خدا مے را مددے اے دلیل راہ حرم
پیادہ می روم و ہمرہاں سوارانند

عجیب آرزو

آپ جب کبھی خانقاہ احمدیہ سعیدیہ (موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) تشریف لے جاتے تو سردیوں کی راتوں میں ململ کا کرتا پہن کر حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کے درِ دولت کے سامنے کھڑے ذکر و شغل میں مصروف رہتے اور تمنا یہ ہوتی کہ جب میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ قدس سرہٗ صبح گھر سے باہر تشریف لائیں تو سب سے پہلی نگاہ میرے اوپر پڑے اور اِس روز سب سے پہلے حضرت شیخ کی خدمت کرنے کا شرف بھی مجھے ہی نصیب ہو:

از کرم شاید درے بر روئے مسکین واکنند
بیشتر شبہا دریں درگہ نظیری مائل است

خانقاہ ڈیپ، سون سکیسر پر حضرت شیخ اور درویشوں کی خدمت

حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کی خانقاہ ڈیپ، سون سکیسر، ضلع خوشاب پہاڑوں میں ایسی جگہ واقع تھی جہاں پانی نہیں تھا اور وہاں سے کافی دور نیچی جگہ ایک چشمہ واقع تھا، جہاں سے پانی لایا جاتا تھا۔ قیومِ زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کو اللہ کریم نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت کا جو جذبہ عطا فرمایا تھا وہ مثالی تھا۔ آپ دو ایسے مشکیزے اٹھا لیتے، جن میں سے ایک میں سات گھڑے پانی آجاتا تھا۔ چشمے سے بھرتے، کندھوں پر رکھتے اور ننگے پاؤں پتھریلی پگڈنڈی پر دوڑتے ہوئے خانقاہ پر لے جاتے اور لنگر کی تمام ضرورت کا پانی بھرتے۔ سات گھڑوں کے برابر ایک مشکیزہ اٹھانا ایک آدمی کے بس میں نہیں ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ اُن دنوں اللہ کریم نے

مجھے ایسی جسمانی قوت نصیب فرما رکھی تھی کہ میں پانی کا بھرا ہوا گھڑا انگوٹھے اور انگلی سے پکڑ کر اٹھاتا اور اسے منہ سے لگا کر پانی پی لیا کرتا تھا۔

حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ کبھی کبھار دریا خان میں بھی قیام فرمایا کرتے تھے اور حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہٗ اس بنگلے پر بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت کرنے میں پیش پیش رہتے۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد کی خدمت گزاری کرنے پر ہمیشہ دلی اور روحانی خوشی نصیب ہوتی تھی۔

پیر و مرشد کی عنایات

جس طرح آپ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کی خدمت بجالایا کرتے تھے اور ہمہ تن کوشش فرماتے تھے کہ انھیں خوش رکھیں، اسی طرح آپ کے پیر و مرشد بھی آپ پر بے پناہ نوازشات و عنایات فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ آپ کے جذبۂ تحصیل سلوک سے اس قدر متاثر تھے کہ ایک بار ارشاد فرمایا:

> ''اس زمانہ میں طالبانِ صادق کے ناپید ہو جانے کی وجہ سے طبیعت سرد ہو گئی تھی۔ بسا اوقات خیال آتا تھا کہ کاروبارِ مشیخت ترک کر دیا جائے، لیکن اب مولوی احمد خان کے آجانے سے طبیعت میں گرمی آگئی ہے۔''

اس کے بعد آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

من پیری و مریدی برائے تو می کنم

یعنی: میں نے یہ سلسلۂ پیری و مریدی آپ کے لیے جاری کر رکھا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اذکار و وظائف کا انمول انداز

آپ اپنے باکمال پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/

۱۹۱۵ء) کی نوازشات اور عنایات سے عرفانِ منازل کو عبور کرنے میں کمال استراحت محسوس فرمایا کرتے تھے اور عبادات و ریاضات میں اس قدر لطف و سکون میسر آتا تھا کہ فرائض وسنن کی ادائیگی کے بعد ہمیشہ ذکر وفکر الٰہی میں مگن رہتے تھے۔ ذکر کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ تسبیح کا دھاگہ دو چار روز کے بعد بوسیدہ ہو کر ٹوٹ جاتا تھا، جسے پھر تبدیل کرنا پڑتا اور بقول حضرت مولانا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) ذکرِ الٰہی سے جسم کی اندرونی حرارت اس قدر زیادہ ہو جاتی تھی کہ موسمِ سرما میں اگر جمے ہوئے گھی کا پیالہ آپ کے سینۂ مبارک پر رکھا جاتا تو وہ پگھل جاتا تھا۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے کتب تصوف کا پڑھنا

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے صوفیائے کرام شروع سے اپنے شیوخ سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کثرت سے کیا کرتے ہیں۔ اس سے انھیں قلبی واردات میں ایک خاص مقام نصیب ہوتا ہے۔ نیز طالبانِ حق کو اپنے اسلاف کے روحانی کمالات اور طرزِ عبادات وریاضات سے آگاہی نصیب ہوتی ہے جس کی بدولت تحصیلِ سلوک میں آسانیاں اور کامرانیاں نصیب ہوتی ہیں۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) سے تصوف کے متعدد رسائل اور کتب سبقاً پڑھیں اور مکتوب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کا دورہ اپنے پیر و مرشد سے مکمل کیا۔ آپ کے پیر و مرشد خصوصی شفقت و محبت سے آپ کو مکتوبات شریف سبقاً پڑھاتے رہے۔

ایک بار حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! ایک وعدہ میں آپ کے ساتھ کرتا ہوں اور ایک وعدہ آپ میرے ساتھ کریں۔'' آپ نے فوراً عرض کیا: ''حضرت میری طرف سے وعدہ ہے، جو آپ ارشاد فرمائیں گے مجھے منظور ہے۔'' حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا: ''آپ مجھ سے یہ وعدہ کریں کہ جب تک مکتوبات امام ربانی قدس

سرہٗ کا درس پورا نہ ہو جائے آپ گھر نہیں جائیں گے، اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ہر مکتوب کے سبق پر توجہ دوں گا۔''

آپ بے حد خوش ہوئے اور اپنے پیرو مرشد کے حضور وعدہ کیا کہ حضرت! جب تک میں مکتوبات شریف کا درس مکمل نہیں کروں گا، گھر نہیں جاؤں گا۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے کامل توجہ سے آپ کو مکتوبات شریف کا دورہ سبقاً مکمل کرایا۔

ایک بار حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے پوچھا: ''کیوں مولوی صاحب! کچھ فائدہ معلوم ہوتا ہے؟'' آپ نے عرض کیا: ''حضرت بہت بہت فائدہ محسوس ہوتا ہے۔''

آپ فرمایا کرتے تھے کہ شروع شروع میں اسباق و توجہات کے دوران کوئی خاص عرفانی و وجدانی کیفیات اور مقاماتِ عالیہ کا ادراک و شعور نمایاں طور پر معلوم نہیں ہوتا تھا، لیکن میں نے اس خیال سے، بہت بہت فائدہ ہوتا ہے، عرض کیا کہ کہیں حضرت (خواجہ قدس سرہٗ) کی طبیعت مبارک پڑھانے سے تامّل نہ کرنے لگے۔ نیز فرماتے تھے کہ حسبِ وعدہ مکتوبات شریف کا درس مکمل کیا اور آج تیس برس بعد تک حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی توجہات کے اثرات برابر ظاہر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام مقامات مجددیہ اور معارف خاصہ امام ربانی قدس سرہٗ کا ادراک بدیہی طور پر ہوتا جارہا ہے۔

مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ سے آپ کی دلبستگی

حضرت مولانا نذیر احمد عرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ١٣٦٧ھ/ ١٩٤٧ء) تحریر کرتے ہیں:

> ''حضرت سلمہٗ (قیوم زماں حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہٗ) کو اصناف علوم پر جو محققانہ نظر ہے اور مطولات کتب پر جو گہرا عبور ہے، وہ ایک بیّن امر ہے۔ مگر ان سب میں ایک خاص کتاب ایسی ہے، جس کے ساتھ آپ کی دلبستگی سب سے زیادہ ہے۔ وہ کون سی کتاب؟ مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ۔ اس کتاب کے تمام مضامین تقریباً حفظ اور اس کے تمام مندرجہ معارف پر آپ پوری طرح حاوی ہیں۔ اکثر مسائل طریقت کے

ذکر میں بطور استناد مکتوبات کا حوالہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں اور کتاب میں سے بلا تامّل وہ مقام نکال کر سنا دیتے ہیں۔''

اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے مکتوبات شریف کو اپنے شیخ طریقت قدس سرہٗ سے بتمام وکمال سبقاً سبقاً کئی بار پڑھا ہے۔ جس کے لیے ایک خاص وقت مقرر اور خلوت متعیّن تھی اور اس کی تعلیم دیگر کتب کی طرح صرف قال اور تلفظ پر منحصر نہیں تھی، بلکہ اس میں حال اور ہمت باطن کا دخل تھا اور حضرت شیخ ہر سبق پر توجہ دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ مکتوبات کے صرف حافظ ہی نہیں، بلکہ قدرت نے اس کتاب کے انتہائی دقیق اور زہرہ گداز مقامات کے اسرار بھی خاص آپ کے سینہ مبارک میں ودیعت کر دیے ہیں۔ کیوں نہ ہو، یہ دفترِ عظیم جس مشرب کا قانونِ اعظم ہے، آج آپ اس کے تاجدار اور اس اقلیم کے شہریار ہیں۔''

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ایک خلیفہ حضرت مولانا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) نے مکاتیب ستہ کا خلاصہ خاص جامعیت کے ساتھ مرتب کیا تھا، جس کا نام کنز الہدایات ہے۔ یہ کتاب نقشبندیہ مجددیہ سلسلے میں بطور نصابِ تعلیم رائج ہے اور وہ حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہٗ کے تحریر کردہ حواشی کے ساتھ امرتسر میں باہتمام مولوی نور احمد صاحب پسروریؒ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) چھپ چکی ہے۔ آپ نے اس کے ہر فقرہ اور ہر مسئلے کا حوالہ حواشی پر دے دیا ہے کہ وہ مکتوبات کی کون سی جلد اور کس مکتوب سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس سے آپ کے حافظِ مکتوبات ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور حافظ بھی صاحبِ استحضار، ورنہ ہر حافظِ قرآن بھی قرآنی آیات کا پتہ بتانے پر پوری طرح قادر نہیں ہوتا۔

سچی عقیدت وارادت

حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی پر تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کو فیض

یاب فرما رہے تھے اور حضرت قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے لیے چائے بنا رہے تھے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت اور ضیافت کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔

اسی دوران ایک خاتون صاحبہ، جو حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ سے بیعت تھیں، آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں۔ انھوں نے دیکھا کہ بڑے پیر صاحب (حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ) تشریف فرما ہیں اور اُن کے حضور لوگوں کا ایک بڑا مجمع لگا ہے۔ وہ اپنے پیر و مرشد قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کی زیارت کی آرزو لے کر آئی تھیں، لہٰذا باہر کھڑے ہوئے چادر اور دیوار کی آڑ لیتے ہوئے دیکھتیں اور جب اپنے پیر و مرشد کو اندر نہ پاتیں تو پیچھے ہٹ جاتیں۔ جب حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ نے خاتون کو چند بار یوں جھانکتے دیکھا تو فرمایا: ''اس عورت کا یہاں آنا کیسے ہوا؟'' عرض کیا گیا کہ یہ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب کی زیارت کے لیے آئی ہیں۔ اس خاتون کے دوبارہ جھانکنے پر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا: ''جائیں آپ کے وہ پیر بیٹھے چائے پکا رہے ہیں۔''

وہ خاتون گئیں اور حضرت قدس سرہٗ کی زیارت کر کے واپس چلی گئیں۔ اس موقع پر حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

> ''سچی عقیدت وارادت اس عورت سے سیکھنی چاہیے۔ جو اپنے پیر کے سوا کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔''

بلندیٔ درجات

آپ کو اللہ کریم نے اپنے پیر و مرشد حضرت محمد خواجہ سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کی زندگی میں ہی بلند روحانی مقام عطا فرما دیا اور آپ کے پیر و مرشد کو اس پر بڑا فخر تھا، لہٰذا حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنے باصفا مریدوں سے فرمایا کہ جو میانوالی سے موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) کے طوالانی سفر کی صعوبتیں برداشت

کرنے کی ہمت نہیں رکھتے، وہ بلا تکلّف موسیٰ زئی شریف آنے کی بجائے حضرت مولانا ابو السعد احمد خان کی خدمت میں پہنچ کر روحانی فیض حاصل کریں۔ ان شاء اللہ انھیں میرے پاس آنے سے بھی زیادہ فائدہ ہوگا۔

آپ کے پیر و مرشد کا یوں فرمانا یقیناً آپ کے بلند مرتبہ ہونے کی واضح دلیل ہے، جو آپ کو اللہ کریم نے فضلِ عمیم سے نصیب فرمایا۔

عطائے خلافت

آپ نے سلوک کے جملہ مقامات عبور کر لیے تو پیر و مرشد مہربان نے آپ کو سلاسل اربعہ (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) میں خلافتِ عظمیٰ اور اجازت مطلقہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے مرشد گرامی کو آپ کے کمالات پر اس قدر فخر تھا کہ اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کرتے تھے:

> ''جو لوگ دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں اور مشکلاتِ سفر برداشت نہیں کر سکتے، وہ موسیٰ زئی شریف میں میرے پاس آنے کی بجائے حضرت مولانا احمد خان سے کسب فیض حاصل کریں، ان شاء اللہ انھیں میرے پاس آنے سے بھی زیادہ فائدہ اُن سے پہنچے گا۔''

سلسلۂ ترویج واشاعت

آپ کے پاس ہزاروں اور سینکڑوں عقیدت مند اور صاحبانِ سلوک کشاں کشاں آیا کرتے تھے اور عرفان وتصوف کی منازل طے کرنے میں آپ سے روحانی فیوض و برکات اخذ وکسب کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے مرشد کے نامِ نامی پر ''خانقاہ سراجیہ'' کی بنیاد رکھی، جو نہ صرف اپنے علاقہ میں، بلکہ برصغیر پاک وہند کی شہرۂ آفاق خانقاہوں میں شامل ہوگئی اور آپ کی حیات مبارکہ ہی سے یہاں خاص وعام، علما وفضلا اور صلحا وعرفا کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ''میں نے کسی مرید کو محروم نہیں رکھا۔ ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور کیا۔ تعلیم وتربیت کا

یہ دور مکمل ہو چکا ہے۔ اب آرزو ہے کہ اگر ذاتِ باری تعالیٰ فرصت عطا فرمائے تو ایک نئے دور کا آغاز ہو، پہلی کی طرح طالبانِ حق کو داخل طریقہ کروں اور انھیں وصول الی اللہ کی سب منازل طے کراؤں۔''

محبتِ علم، شوقِ مطالعہ اور آثار

آپ کو اللہ کریم نے علم کی بہت زیادہ محبت نصیب فرمائی تھی۔ حضرت مولانا نذیر احمد عرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء) نے تحفۂ سعدیہ میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''پچیس تیس ہزار روپے کا عظیم الشان کتب خانہ خاص اپنی سعی اور اپنے صرف سے فراہم کیا ہے۔''

حضرت مولانا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

''یہ تخمینہ اس زمانہ کی ارزانی کے پیشِ نظر بھی کم معلوم ہوتا ہے، حکیم عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ ''فراق نامہ'' منظوم میں فرماتے ہیں کہ ''لکھ روپیہ حضرت صاحب کتب خانے تے لایا۔'' اور زمانہ موجودہ کی گرانی کے پیشِ نظر تو ایسا کتب خانہ کئی لاکھ میں بھی فراہم کرنا مشکل ہے۔''

حضرت مولانا عرشی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کے شوقِ مطالعہ کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

''بعض بعض علما کو صرف کتابیں جمع کرنے کی دھن ہوتی ہے۔ پڑھنے پڑھانے کا خیال کم ہوتا ہے۔ بعض پڑھتے ہیں تو صرف اس قدر کہ جب کوئی نئی کتاب آئی تو دو چار دن تک زیرِ نظر رہی۔ کچھ اوّل سے دیکھی اور کچھ آخر سے۔ کچھ اِدھر سے، کچھ اُدھر سے، اور دل سیر ہو گیا۔ پھر وہ کتاب ہمیشہ کے لیے زینتِ صندوق ہو گئی اور بس۔ مگر ہمارے حضرت

سلمہٗ ہرنئی کتاب کو اوّل سے آخر تک مطالعہ کر کے چھوڑتے ہیں۔ ایک دن فرمایا: تفسیر ابن جریر طبری جب آئی تو اُس کی دسوں جلدیں چند ماہ میں پڑھ کر دم لیا۔ شرح قنبر یہ شیخ الاسلام زکریا کی چاروں جلدوں کا مطالعہ چند ہفتوں میں اوّل سے آخر تک کیا ہے۔ اسی طرح تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف وغیرہ کی کوئی کتاب بالاستیعاب مطالعہ کیے بغیر نہیں چھوڑی۔

اثنائے مطالعہ میں جہاں کہیں کوئی اہم بحث نظر پڑی یا کوئی معرکۃ الآرا مسئلہ سامنے آ گیا تو اُس کا نمبر صفحہ پتہ نشان جلد کے سادہ ورق پر درج کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس قسم کی یادداشتوں سے ہر کتاب کے سادہ اوراق سیاہ کیے پڑے ہیں، حتیٰ کہ ان حوالہ جات کے ذریعے بعض خاص مسائل پر ہر پہلو سے اس قدر کافی مسالہ (مواد) مل سکتا ہے کہ ایک ایک موضوع پر مستقل رسالہ یا کتاب تصنیف ہو سکتی ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں ماہِ ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ (مئی ۱۸۹۶ء) میں فارغ التحصیل ہو کر وطن لوٹا۔ اس وقت سے برابر مطالعہٗ کتب جاری ہے اور آج تک اس لطف سے آنکھیں سیر نہیں ہوئیں۔

اس وسعتِ مطالعہ سے آپ کے علمی تبحر کی بے پایانی ظاہر ہے، چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ جب کوئی مسئلہ اتفاقاً چھڑ گیا تو آپ نے اس پر اپنی معلومات کے دریا بہا دیے۔ صبح و شام کی مجلسوں میں اس قسم کے علمی مسائل پر گفتگو رہتی ہے۔''

خانقاہ سراجیہ میں مکتوبات شریف کا درس

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے سالکینِ طریقت کی تعلیم و تربیت کا باقاعدہ اہتمام فرمایا۔ آپ ہر روز مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ کا

درس دیا کرتے تھے اور راہروانِ طریقت آپ سے مکتوبات شریف سبقاً پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت خواجہ محمد عبداللہ لدھیانویؒ (م ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) نے بھی یہ سلسلۂ فیوضات جاری رکھا، اور اُن کے وصال مبارک کے بعد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ سیّدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی خانقاہ شریف کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے بھی اپنے شیخین عزیزین کے اس فیض عالیہ کو بھرپور طریقہ سے جاری وساری رکھا اور الحمدللہ آج تک خانقاہ شریف پر مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ کے درس کا اہتمام جاری ہے۔

تاسیس کتب خانہ

آپ کو کتابوں کا بے حد شوق تھا۔ اپنے پیر و مرشد خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کی پیروی کرتے ہوئے خانقاہ سراجیہ پر کتب خانہ سعدیہ کی بنیاد رکھی، جو اپنے زمانۂ آغاز ہی سے برصغیر پاک و ہند کے عظیم و عالی شان کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک خوبصورت خانقاہ، حسین تسبیح خانہ، درویش خانہ، عالی شان و وسیع مسجد اور بہترین مدرسہ تعلیم القرآن کی تاسیس و بنیاد بھی رکھی۔

فراہمیٔ کتب

مولوی عبدالتواب صاحب تاجر کتب، ملتان؛ ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سواتی، بمبئی؛ عبدالصمد واولادہ، سورت اور کلکتہ کے بعض بڑے تاجرانِ کتب کو حضرت کی ہدایت تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب آئے، فوراً خانقاہ سراجیہ، کندیاں کو اطلاع دی جائے۔ اگر یہاں ضرورت نہ ہو تو پھر کسی اور کو فروخت کی جائے۔ اس کے علاوہ مطبع بریل، لیڈن، ہالینڈ اور لندن کے بڑے کتب فروشوں سے بھی مراسلت رہتی تھی اور مطبوعاتِ یورپ ان کے ذریعے فراہم ہوتی تھیں۔ ذوق بے حد نفیس تھا۔ ایک کتاب آئی، بعد میں پتہ چلا کہ فلاں مطبع میں یہ کتاب زیادہ صحت سے چھپی ہے، وہ کتاب بھی منگوالی۔ پھر معلوم ہوا کہ یہی کتاب مصر یا استنبول میں بہت خوبصورت چھپی ہے، وہ بھی منگوالی۔

لغت کی مشہور کتاب ''نہایۃ ابن تاثیر'' (۴ جلد) ایک کباڑی کے یہاں سے چار روپے میں دستیاب ہوگئی۔ کتاب کی عظمت کے پیشِ نظر جلد بندی کے لیے یہی کتاب کلکتہ بھیجی گئی۔ وہاں سے اس کتاب کی بغیر گتہ مراکو لیدر کی جلد اڑتالیس روپے میں بن کر آئی، اور یہ اڑتالیس روپے آج کے نہیں ۱۹۳۴ء (۵۳-۱۳۵۲ھ) کے تھے۔

حسنِ کتاب کا شوق

کتاب کے اس شوق کے ساتھ ایک اور لطیف پہلو شامل تھا، یعنی اس روحانی محبوب کو بہترین لباس میں جلوہ گر دیکھنے کا شوق بھی بدرجۂ غایت تھا۔ کتابوں کے شوقین بہت ہوتے ہیں مگر سب کو کتابوں کے حسن ظاہر کی پروا نہیں ہوتی۔ بعض لوگ ارزاں ایڈیشن کی کتاب خریدتے ہیں۔ پارچہ کی سستی جلد بنواتے ہیں یا مدرسہ کے کسی طالب علم سے جیسی کیسی جلد بنوا لیتے ہیں۔ مگر حضرت اقدس قدس سرہٗ کی نظر میں ہر کتاب کی خریداری کے وقت نفیس تریں کاغذ اور لطیف ترین چھپائی کا لحاظ مقدم رہتا تھا۔ پھر اس کی جلد بھی اعلیٰ درجہ کی مطلا و منقش بنوانے کا التزام ہوتا تھا۔ بخاری شریف بہ تحشیہ سندھی، مطبوعہ استنبول نہایت نفیس طباعت، سیاہ چمڑے کی جلد، نہایت دیدہ زیب طلائی بیل بوٹوں سے نقش موجود ہے۔ جب اسے جلد کے لیے بھجوایا تو فرمائش فرمائی کہ عمدہ سے عمدہ جلد بنے، خواہ دس پندرہ روپے خرچ آجائیں۔ جلد بن کر آئی تو افسوس ہوا کہ صرف پانچ روپے لاگت کی جلد ہے۔ بقول حضرت مولانا نذیر احمد عرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء)، اس زمانے میں کتابوں کی جلد بندی پر دوڈھائی ہزار روپے خرچ آچکا ہے۔

حضرت اقدس قدس سرہٗ بعض کتابوں کی جلدیں کلکتہ کی کسی فرم سے بنواتے، بلکہ بعض کتابوں کی جلدیں آپ یورپ سے بھی بنواتے رہے ہیں۔

کتب خانہ کی فہرست نگاری

تمام کتابوں کو رجسٹر اندراج میں درج کیا گیا ہے اور اس کا باقاعدہ انتظام تاسیس کتب خانہ سے شروع ہے۔ مختلف صاحبان اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے ہیں، جن

میں نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ (م ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) اور حضرت مولانا نذیر احمد عرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء) جیسے ذی علم شامل رہے ہیں۔ مولانا عرشی رحمۃ اللہ علیہ ان ایام خجستہ کی یاد میں لکھتے ہیں:

''خانقاہ شریف میں میری حاضری ایام بہار میں ہوئی تھی اور اگلے روز ہی مجھے کتب خانے کی فہرست مرتب کرنے کا حکم ہوا۔ الماریوں کے سامنے میں اور مولوی عبداللہ صاحب اس کام کو انجام دیا کرتے۔ حضرت اکثر اس کام کو دیکھنے کے لیے تسبیح خانہ کی نشستِ خاص کو چھوڑ کر کتب خانہ میں تشریف لے آتے۔ ایک دن اَبر گھرا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور نورسئیدہ فصل کو بارش کی از حد ضرورت تھی۔ اتنے میں مینہ برسنے لگا۔ آپ نے یہ کیفیت معلوم کرنے کے لیے دریچہ کھولا۔ عجیب عالم نظر آیا۔ میلوں تک گیہوں اور چنے کے ہرے بھرے کھیت آنکھوں کے سامنے تھے۔ جدھر نظر جاتی تھی قطراتِ باراں کے آبدار موتی فصل کے زمردیں فرش پر بکھرتے اور لڑھکتے دکھائی دیتے تھے۔ اللہ اللہ! یہ منظر زمیندار کی نظر میں ہوتا ہے تو اسے فرطِ مسرت سے مست کر دیتا ہے، مگر آپ کے باطن میں جو کمالات کے باغ لہلہا رہے ہیں اور ظاہر میں علوم و معارف کے دفاتر کا یہ چمنستان پھیلا پڑا ہے، اس کے سامنے اس منظر کی کیا وقعت ہو سکتی تھی۔ ایک سرسری نظر ڈالی اور کھڑکی بھیڑ دی۔''

حضرت اقدس قدس سرہٗ کی اہلیہ محترمہؒ کی خدماتِ کتب خانہ

حضرت اقدس کی اہلیہ محترمہؒ کی خدماتِ کتب خانہ مثالی اور ناقابلِ فراموش ہیں۔ تفسیر روح المعانی کی اطلاع آئی، اس کی قیمت کے مطابق رقم اس وقت پاس موجود نہ تھی۔ حضرت بڑے متفکر تھے۔ ایک وقت کھانا نہ کھا سکے۔ آپ کی اہلیہ محترمہؒ کو جب صورتِ حال کا علم ہوا تو موصوفہؒ نے اپنا طلائی ہار لا کر پیش کر دیا کہ فی الوقت ہار فروخت کر کے آپ

کتاب منگوالیں۔

کانِ طلایا نگار خانہ چین

حضرت مولانا نذیر احمد عرشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء) فرماتے ہیں:

''چنانچہ کتب خانہ کی ہر کتاب کا کاغذ، طباعت اور جلد اس قدر آبدار ہے کہ ہاتھ لگاتے دل جھجکتا ہے کہ کہیں داغ نہ لگ جائے۔ کتابوں کی الماری جب جھلمل جھلمل کرتی ہوئی کھلتی ہے تو اُس پر کانِ طلایا نگار خانہ چین کا دھوکا ہوتا ہے۔''

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تاسیس

بانی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) کے چار بھائی تھے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ ملک غلام محمدؒ ۲۔ ملک حاکم خانؒ

۳۔ ملک خان محمدؒ ۴۔ ملک محمد خانؒ

آپ کے والد بزرگوار ملک مستی خانؒ ایک خوشحال زمیندار تھے اور اُن کی اراضی تین ہزار کنال، چاہی، بارانی اور سیلانی قطعات پر مشتمل تھی۔

آپ اہلِ سلوک و معرفت کی طرح زمینداری مسائل سے بے نیاز ہو کر درویشانہ زندگی بسر فرما رہے تھے اور آپ کے بھائی صاحبان ہی زمین کی کشت وملکیت کے کارمختار تھے۔ وہ آپ کے لیے سال بھر کی کاشت و پیداوار سے ایک بوری چنے بھجواتے تھے اور آپ نے اس سے زیادہ کا کبھی مطالبہ نہیں فرمایا، جبکہ آپ اپنے اہل وعیال کے علاوہ خانقاہ شریف پر مستقل مقیم دس بارہ طالبانِ حق اور خدام کے نان ونفقہ کے بھی کفیل تھے۔ ہر روز آنے والے عقیدت مندوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ آپ نے اپنی سواری کے لیے ایک گھوڑا بھی پال رکھا تھا۔ اس طرح آپ کے اخراجات کا تخمینہ مذکورہ ایک بوری چنے سے بیسیوں گنا زیادہ تھا، لیکن اللہ کریم پر توکل تھا اور وہ کریم ذات اپنے فضل وکرم سے تمام اخراجات کو پورا فرما رہی تھی۔ جو کام اللہ کریم نے کرنے ہوتے ہیں، وہ ان کے لیے حالات واسباب از

خود مہیا فرما دیتا ہے۔ لہٰذا خانقاہ سراجیہ کی بناو تعمیر کا بھی یہ سبب بنا کہ آپ کا آبائی گھر موضع ''بکھڑا'' میں تھا، جو دریائے سندھ کے سیلابی علاقہ میں واقع تھا۔ جب بھی دریا میں سیلاب آتا تو موضع بکھڑا دریا بُرد ہو جاتا اور گاؤں کے لوگ پھر سے اُسے آباد کرتے۔

جب آپ موضع بکھڑا میں مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے تو ہر طرف سے طالبانِ حق گروہ در گروہ آپ کے روحانی فیض سے بہرہ ور ہونے کے لیے حاضر ہونے لگے۔

انھی دنوں ایک دفعہ سیلاب آیا، جس سے موضع بکھڑا دریا بُرد ہو گیا۔ جس پر آپ نے منشائے ربانی موضع بکھڑا سے نقل مکانی کر کے موضع ''کھولہ'' میں رہائش اختیار فرمائی اور اس وجہ سے آپ کی شہرت ''کھولے والے حضرت'' کے نام سے ہوگئی، جبکہ قبل ازیں آپ ''مولوی صاحب'' کے لقب سے معروف تھے۔ موضع ''کھولہ'' میں رونق افروز ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے کہ سیلابی دھارا اُس موضع پر بھی آ پہنچا۔ یوں آپ کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ سیلاب سے محفوظ جگہ پر ایک نئی بستی بسائی جائے۔ لہٰذا دوسری طرف اللہ کریم نے یہ اسباب پیدا فرمائے کہ آپ نے اپنے خاص مریدوں اور عقیدت مندوں کے مشورہ سے اپنے برادرانِ گرامی سے اپنے والد بزرگوار کی جائیداد سے اپنا حصہ طلب کرنے کا عزم فرمایا اور دو معتبر عقیدت مندوں (میاں اللہ یار صاحب اور میاں مواز خان صاحب) کو اپنے بڑے بھائی جناب ملک غلام محمد صاحب کے پاس بھیجا۔ جنھوں نے انتہائی ادب سے ملک غلام محمد صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت صاحب کے لنگر اور اہلِ خانہ کا خرچ کافی بڑھ گیا ہے، لہٰذا یہ قرار پایا ہے کہ اگر حضرت اقدس کی زمین کا حصہ الگ کر دیا جائے تو خدام اسے آباد کرلیں گے۔ یہ حضرت کے لیے موجبِ راحت ہوگا اور اخراجات کی تنگی بھی رفع ہو جائے گی۔

یہ سن کر جناب ملک غلام محمد نے انتہائی خوشی سے اسی وقت چھ سو کنال زمین کی نشاندہی کر کے قیوم زماں حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہٗ کے لیے دے دینے کا اظہار فرمایا۔

آپ کے دونوں مرید جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہوا؟ تو انھوں نے عرض کیا: ''حضور! ہم نے آپ کی کرامت اور تصوف کا مشاہدہ کیا ہے۔ ملک غلام محمد صاحب سے بات ہوئی اور انھوں نے بلا چون و چرا رقبہ تقسیم کر دیا ہے اور ہم حد بندی کرنے کے بعد برجیاں قائم کر کے آ رہے ہیں، اور اب زمین کی آباد کاری کے لیے یہ سکیم بنائی ہے کہ میاں مواز خان صاحب اپنے گاؤں سے بارہ جوڑے ہل بیل کے لا کر فصلِ ربیع کے لیے گندم اور چنا کاشت کر دیں گے۔''

بس کھولہ شریف سے کوئی پانچ میل کے فاصلے پر آپ کو جو زمین حصہ میں ملی، اس میں ایک جگہ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں سے مشورہ کرنے کے بعد سب سے پہلے کنویں کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے میاں مواز خان صاحب کو فرمایا کہ کنویں کی زمین پر پہلا پھاوڑا آپ ہی ماریں گے، اس کے بعد دوسرے لوگ شروع کریں گے۔ لہٰذا ایسے ہی ہوا۔ دو روز کی کھدائی کے بعد اٹھارہ فٹ کی گہرائی کے بعد نہایت میٹھا پانی نکل آیا۔ جسے تمام حاضرین نے پیا اور خوشی اور شکرانے کے طور پر گڑ بھی حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔

کنویں کی کھدائی مکمل ہونے کے بعد حویلی، مکانات اور مسجد تعمیر کرائے گئے۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے حویلی، گھر، مکانات وغیرہ خام مٹی سے تعمیر کرائے، جبکہ مزاجِ عالی کی لطافت و پاکیزگی اور نفاست کے مطابق ایک انتہائی خوبصورت اور پختہ مسجد تعمیر کرائی۔

اس طرح خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعمیر کا آغاز کنویں کی کھدائی (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) سے شروع ہو کر تکمیلِ مسجد (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۲ء) تک اختتام پذیر ہوا اور یہ بستی ''مولوی صاحب دا کھوہ'' کے نام سے مشہور ہو گئی اور پھر اِسے قیوم زماں حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہٗ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کے نامِ نامی کی مناسبت سے ''خانقاہ سراجیہ'' کہا جانے لگا اور طالبانِ حق کے لیے

رشد و ہدایت کے فیوض و برکات سے مالا مال یہ خانقاہ شریف جلد ہی برصغیر پاک و ہند کی صفِ اوّل کی نقشبندی مجددی خانقاہوں میں شمار ہونے لگی اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے وابستگان اور مشتاقین دور و نزدیک، ملک اور بیرونی ممالک سے جوق در جوق یہاں آنے لگے اور زمانے بھر کے علما و صلحا اس خانقاہ شریف پر آنے لگے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)، حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ محدث کشمیری قدس سرہٗ (۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء)، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء)، حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)، حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) اور حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء) جیسے زعمائے وقت یہاں آتے رہے ہیں۔

سفرِ آخرت

آپ سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ آپ قیوم زماں کے لقب سے مشہور تھے اور عرفان و تصوف کے ماہتاب و آفتاب تھے۔ ۳۰ برس تک رشد و ہدایت کے فلک پر طلوع ہو کر اپنی ضیا پاشیوں سے طالبانِ حق کے دلوں کو روشنی بخشتے رہے اور بالآخر ۱۲ر صفر ۱۳۶۰ھ/ ۱۴ر مارچ ۱۹۴۱ء کو ۶۳ سال کی عمر پا کر اپنے خالق و مالک سے جا ملے۔ نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ۔ آپ کا مزارِ انور خانقاہ سراجیہ کی مسجد کے شمال مغرب میں مرجعِ خلائق ہے۔

قطعات تاریخ وصال

آپ کے خلیفۂ مجاز حکیم مولانا عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ ساکن بکھر بار، ضلع سرگودھا نے آپ کی وفاتِ حسرت آیات پر پنجابی، اُردو، فارسی اور عربی میں نظم کیے، جو درج ذیل ہیں:

قطعہ تاریخ بزبانِ عربی

رَاحَ مِنْ دَارِ الْبَلَا یَا شَیْخُنَا　　زِیْنَةُ الْاَسْلَافِ قَیُّوْمُ الْوَرٰی

سَیِّدِیْ بُو السَّعْدِ اَحْمَدُ اَنْوَر　　بَحْرُ عِرْفَانٍ وَّعِلْمٍ وَّالتُّقٰی

اَظْلَمَ الْاٰفَاقِ فِیْ اَبْصَارِنَا   فَاتَ شَیْخٌ کَامِلٌ شَمْسُ الْھُدٰی
فِیْ نَعِیْمِ جَنَّۃ ھُوَ دَاخِلٌ

۱۳۶۰ھ

قطعۂ تاریخ بزبانِ فارسی

حضرتِ مابہ حکم خالق خود   چوں ز دنیائے دار محنت رفت
قبلہ بو احمد اکمل   قرب حق یافتہ بہ مکنت رفت
عبد تاریخ فوت با غم دل   گفت ہادی بدارِ جنت رفت

۱۳۶۰ھ

اولادامجاد

آپ کو اللہ کریم نے دو صاحبزادگانِ گرامی: صاحبزادہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور چار گرامی قدر صاحبزادیاں عطافرمائیں۔

تصنیف وتالیف

اگر حضرت کے زیرِ مطالعہ کتب کے حواشی، یادداشتیں اور سادہ اوراق کے نوٹ جمع کیے جائیں تو متعدد رسائل بن سکتے ہیں۔ کاش کہ کوئی مردِ مجاہد ''کتب خانہ سعدیہ'' میں پڑے ذخیرۂ کتب سے یہ کام سرانجام دے سکے۔

حواشی کنزالہدایات

کنز الہدایات (فارسی) حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ایک خلیفہ حضرت مولانا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) کی تالیف ہے، جس میں انھوں نے ''مکاتیب ستہ'' (یعنی امام ربانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی تین جلدوں اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوبات کی تین جلدوں) کا خلاصہ خاص جامعیت کے ساتھ مرتب فرمایا تھا، جو سلسلۂ نقشبندیہ کے صوفیا میں عرفانی نصابِ تعلیم میں

رائج ہے۔ قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ نے اس کے حواشی تحریر فرمائے جو حضرت مولانا نور محمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء) کے اہتمام سے ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں روز بازار پریس، فرید چوک، امرتسر سے طبع ہوئے۔ حضرت اقدس نے ہر فقرہ اور ہر مسئلے کا حوالہ حواشی پر دے دیا ہے کہ وہ مکتوبات کی کون سی جلد اور کس مکتوب سے اخذ کیا گیا ہے۔

تخریج المبسوط

یہ حنفی فقہ پر گراں قدر کام ہے اور حنفی فقیہوں کی ترجیحات اور صراحتوں کا بھی اس میں بھرپور ذکر ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے احناف میں یہ کام امام شیخ جمال الدین عبداللہ ابن یوسف الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۲ھ/ ۱۳۶۰ء) کے کام کو ہی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ نے آگے بڑھایا ہے۔ دراصل یہ کام حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کے مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان نے شروع فرمایا تھا اور تکمیل کے لیے حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کے سپرد کیا تھا، مگر افسوس کہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کی عمر نے وفا نہ کی اور یہ کام اُن کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکا۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام ''تخریج الہدایہ'' تھا، جبکہ حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ کی شروع کردہ کتاب کا نام ''تخریج المبسوط'' ہے۔ ''تخریج الہدایہ'' تیس جلدوں پر مشتمل تھی، جبکہ ''تخریج المبسوط'' مختصر۔ راقم الحروف کو اِس کا مخطوطہ خانقاہ سراجیہ شریف کے کتب خانہ سعدیہ میں نظر نہیں آیا۔

خلفائے عظام

آپ کے خلفائے طریقت کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ آپ کے جانشین معظم، نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ

اللہ علیہ (م ۲۷؍شوال ۱۳۷۵ھ/ ۷؍جون ۱۹۵۶ء)۔

۲۔ حضرت مولانا سیّد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ساکن احمد پور سیال، ضلع جھنگ۔

۳۔ حضرت مولانا قاضی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء)، خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور، ہزارہ۔

۴۔ حضرت حاجی میاں جان محمد رحمۃ اللہ علیہ، ساکن باگڑ سرگانہ، ضلع ملتان۔

۵۔ حضرت مولانا سیّد عبدالسّلام احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱؍شوال ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء)، کولھوٹولہ، محلّہ نارندہ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش۔

۶۔ حضرت مولانا مفتی عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء)، پٹیالہ، ریاست مالیر کوٹلہ، ہندوستان۔

۷۔ حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶؍ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ/ ۱۵؍ جولائی ۱۹۶۶ء)، بانی سراج العلوم، سرگودھا۔

۸۔ حضرت حکیم عبدالرسول ابن حکیم قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ، ساکن بکھر یار، ضلع سرگودھا۔

۹۔ حضرت مولانا سیّد مغیث الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹؍شعبان ۱۳۹۱ھ/ ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء)، ساکن چاند پور، ضلع بجنور (یوپی)، ہندوستان۔

۱۰۔ حضرت مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ، ساکن موضع باگل، تحصیل ہری پوری، ضلع ہزارہ (مدفون خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی)۔

۱۱۔ حضرت شیخ محمد مکرانی رحمۃ اللہ علیہ، مکران، ایران۔

۱۲۔ حضرت مولانا نذیر احمد عرشی دھنولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء)، مؤلف رسالہ تحفۃ السعدیہ، مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا رومؒ اور کتب کثیرہ۔

۱۳۔ حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین خانقاہ حسینیہ، کانپور، ہندوستان۔

۱۴۔ حضرت سیّد مختار احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ساکن اترولی، ضلع علی گڑھ، ہندوستان۔

۱۵۔ حضرت مولانا سیّد جمیل احمد میرٹھی بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۱۶۔ حضرت مولانا پیر سیّد لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جنڈ یر نیازی والا، ضلع جھنگ۔
۱۷۔ حضرت مولانا احمد دین کیلوی رحمۃ اللہ علیہ (ضلع سرگودھا)۔
۱۸۔ حضرت حکیم حافظ چن پیر رحمۃ اللہ علیہ، ساکن خوشاب۔
۱۹۔ حضرت مولانا عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۰۔ حضرت مولانا سراج الدین رانجھا رحمۃ اللہ علیہ، ساکن چاوا، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا۔
۲۱۔ حضرت مولانا نصیر الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶/ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ/ ۲۱/فروری ۱۹۳۴ء)، بھیرہ، ضلع سرگودھا۔
۲۲۔ حضرت میاں اللہ دتہ سرگانہ رحمۃ اللہ علیہ، باگڑ سرگانہ، ضلع ملتان۔
۲۳۔ حضرت فقیر سلطان سرگانہ رحمۃ اللہ علیہ، باگڑ سرگانہ، ضلع ملتان۔
۲۴۔ حضرت مولانا مفتی عمیم الاحسان رحمۃ اللہ علیہ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش۔
۲۵۔ حضرت مولانا محمد دین احمد رحمۃ اللہ علیہ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش۔
۲۶۔ حضرت علی بہادر رحمۃ اللہ علیہ، ساکن بلہگ بالا، متصل مانسہرہ۔
۲۷۔ حضرت ڈاکٹر محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ، ساکن بنوں۔
۲۸۔ حضرت مستری ظہور الدین رحمۃ اللہ علیہ، مالیر کوٹلہ، ہندوستان۔
۲۹۔ حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ، ساکن دتہ خیل، ضلع میانوالی۔
۳۰۔ حضرت حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ تاجر چرم کانپور وکلکتہ، ہندوستان۔
۳۱۔ حضرت میاں محمد قریشی لائل پوری (فیصل آبادی) رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۲۔ حضرت ملک اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ، ساکن بھمب دوآبہ، ضلع میانوالی۔
۳۳۔ حضرت مستری نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ، مالیر کوٹلہ، ہندوستان۔

در شانِ قیوم زماں حضرت ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — برہمہ عالم ز عنایت کریم
می چکد از خامۂ رمز آشنا — مدحت سرخیل ہمہ اولیاء
حضرت بو سعد احمد خانِ پیر — جانہا در قالب ازو مستنیر
ہر کہ شد از دیدارش بہرہ یاب — فائز گردید بہ حسن المآب
وآنکہ زیارت بہ مزارش نمود — منزلِ او جنتِ فردوس بود
مدفون شد در بہ جوارش کسے — یافتہ ز آلائے بہشتی بسے
کرد ہمہ عمر ز صدق و صفا — پیروئ سنت خدا الوریٰ
تاجِ سر افرازئ حق برسرش — خلعت فیض ابدی در برش
در توحید آمدہ عالی مقام — عارف باللہ، مجدد، امام
مرشد کامل، قیوم زماں — دین نبیؐ یافتہ زو عز و شاں

یارب! تا عالم امکاں بود
مہر سراجیہ درخشاں بود

نتیجۂ فکر: حافظ محمد افضل فقیر عفی عنہ

فضائل و مناقب

آپ لق و دق صحرا میں آ کے آباد ہوئے اور جنگل میں منگل کر دیا۔ جہاں انسانی زندگی کے وسائل و ضروریات ناپید تھیں، آپ نے وہاں چشمۂ آبِ حیات اور بحرِ بیکراں جاری و ساری فرما دیا۔ جس کے روح پرور اور فرحت بخش آبِ زلال سے تشنگانِ حق نے پیاس بجھائی اور الحمدللہ تا حال بجھا رہے ہیں۔ وسیع و عریض ریگزار میں جب سر چھپانے کے لیے حیوانوں کو بھی سایۂ شجر میسر نہ تھا، آپ نے یہاں چھتر روحانیت کا وسیع و عریض سایہ پھیلا دیا، جس تلے آ کے ستانے اور پھر عمر بھر بیٹھنے کے لیے آج تک ہزاروں خستگانِ راہِ سلوک و طریقت کھنچے چلے آ رہے ہیں، جو پل بھر میں منازلِ طریقت طے کرنے کے بعد

مراتب وصول الی اللہ پر فائز المرام ہو رہے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

ریت کے ٹیلوں کے درمیان سر چھپانے کے لیے ایک خانہ فقیر کی بنیاد رکھی، جہاں پر عظمت مکاں صرف خانۂ خدا یعنی مسجد تھی۔ بعد ازاں تربیت گاہ تشنگانِ علم و دانش یعنی مدرسہ عربیہ سعدیہ اور پھر ظاہری و معنوی شان و شوکت کا حامل عظیم الشان کتب خانہ سعدیہ بنا۔ ذکر و مراقب اور اوراد و اشغال روحانی کی خلوت گاہ یعنی تسبیح خانہ تعمیر ہوا اور آشفتگانِ دنیا و آسودگانِ آخرت کی عارضی قرار گاہ یعنی درویش خانہ بھی بنایا گیا۔

جب یہ بستی نو تعمیر باطنی انوار کی آماجگاہ اور انوارِ الٰہی کا مہبط قرار پائی تو اللہ کریم کو اس خطے میں بسنے والی اپنی مخلوقِ ناتواں پر ترس آ گیا اور اُس نے ریگستان کے صدیوں سے پیاسے ذرّات کی سیرابی کا ظاہری بندوبست فرما دیا اور حکومتِ وقت کی کوششوں سے یہاں نہر جاری ہو گئی، جس کے پانی اور اِس بستی کے روحانی فیض نے ایک ساتھ تھل کی زمین کو لہلہاتے کھیتوں، کھلیانوں، سرسبز و شاداب سایہ دار درختوں اور پھلدار پودوں سے لدا پھندا کر ڈالا۔ اور یوں یہ بستی نورس، جو ماہتابِ عرفان اور ستارگانِ طریقت کے دم قدم سے نورٌ علیٰ نور تھی، آناً فاناً سرسبز و شاداب اور گوناگوں فلک بوس درختوں کے جھنڈ میں پردہ نشین ہو گئی، جس سے اس کے فضائل و مراتب مزید سربلند ہوتے گئے۔

راقم الحروف ناکارۂ جہان کو جب ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ/ اوائل جولائی ۱۹۶۹ء میں اس خانقاہ معلّیٰ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو چند روز کی اقامت کے بعد واپسی پر اس کے روح پرور اور روحانیت افزا نظارے تڑپانے لگے اور عالمِ بے قراری میں مدتوں یہ بیت وردِ زبان بنا رہا:

اچیاں لمیاں لال کھجوراں پتر جنہاں دے ساوے

اس دم نال اسانجھ اساڈی جو دم نظر نہ آوے

گلیاں سونجھ اجاڑ دسیون تے ویہڑا کھاون آوے
غلام فرید اوتھے کی وسناں جتھے یار نظر نہ آوے

بس یہی ہے قیومِ زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) کی بنا کردہ خانقاہِ پاک یعنی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی۔

بانی خانقاہ سراجیہ شریف حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ ناز ونعم میں پلے پوسے لیکن مشیتِ ایزدی سے نانِ جویں کھا کے مدارس عربیہ میں علومِ دینیہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی اور پھر ذو الحجہ ۱۳۱۳ھ/ مئی ۱۸۹۶ء تک ہندوستان کے مختلف مدارس میں پڑھنے کے بعد فارغ التحصیل ہوئے اور بعد ازاں حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہٗ (م ۱۳۱۳ھ/ ۱۹۱۵ء) فرزند گرامی خلیفہ اعظم حضرت خواجہ محمد عثمان دامان قدس سرہٗ (م ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) خلیفہ حضرت خواجہ حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہٗ (م ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے دامنِ روحانیت سے وابستہ ہو گئے اور گروہ فضلیان یعنی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مجاز طریقت قرار پانے کے بعد اپنے آبائی گاؤں ''کھولہ'' شریف میں ۱۹۱۸ء کے لگ بھگ مسندِ ارشاد و تربیت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ۱۳۴۰- ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۲- ۱۹۲۰ء کے دوران اپنی زمین میں ایک بستی تعمیر فرمائی جو پہلے ''مولوی صاحب دا کھوہ'' کہلائی اور پھر آپ کے شیخ و مرشد کے نامِ نامی کی مناسبت سے ''خانقاہ سراجیہ'' کے نام سے خاص و عام میں مشہور ہو گئی۔ اور بفضلِ ربی یہ خانقاہ شریف طالبانِ حق اور سالکانِ طریقت کے لیے بقعۂ مہبط انوار یزداں ثابت ہوئی۔

گو آپ متمول زمیندار خاندان کے چشم و چراغ تھے لیکن بفضلِ ربی علمی، دینی اور روحانی منازل طے کرنے کے بعد تھل کی زمینیں خریدنے کے بجائے علم و دانش کے جواہر پاروں کی خریداری پر مال و زر صرف کرنا پسند فرماتے تھے۔ آپ کو علم و دانش اور تحقیق و تدقیق کا اعلیٰ ذوق و شغف ربِ کریم نے ودیعت فرمایا تھا۔ لہٰذا لباس و خوراک اور دیگر

دنیاوی آسائشوں کے بجائے جمع آوری کتب کا شوق عشق کی حد تک جا پہنچا تھا اور آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں لاکھوں کا کتب خانہ بنا ڈالا تھا، جس کا شہرہ دار العلوم دیوبند (انڈیا) اور دوسرے علمی و دینی مراکز سے ہوتا ہوا برصغیر پاک و ہند کے دور دراز علاقوں تک جا پہنچا تھا اور بیسیوں مراجعین یہاں آ کر شب و روز مطالعۂ کتب و استفادۂ علمی میں مستغرق رہتے تھے۔

روحانیت کا ایسا بلند و اَرفع مقام و مرتبہ نصیب ہوا تھا کہ آپ قیوم زماں اور قطب دوراں کے القاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ پل بھر میں خستگانِ راہِ طریقت کو معرفت و حقیقت آگاہ بنا ڈالتے تھے۔ تینتیس سالکانِ طریقت کو مجازِ طریقت کی سند سے سرفراز فرمایا اور ہزاروں طالبانِ حق اور اہلِ ایمان کو بحرِ روحانیت سے بادہ ہائے آب زلال و جرعہ ہائے ایقان نوش کراتے رہے۔

جذبہ خادم پروری اور بندہ نوازی میں کیا کہنا۔ خدّام اور ارادت مندوں کو اپنے ہاتھوں کھلانا پلانا آپ کو محبوب تھا۔ اسی طرح مہمان نوازی اور معارف پروری آپ کو مرغوب تھی اور آنے والوں کی خاطر مدارات بنفسِ نفیس فرمایا کرتے تھے۔ اہلِ علم و دانش اور مراجعین و محققین کی علمی و تحقیقی اشکالات کے حل کرنے میں کمال مہارت حاصل تھی اور یہ کام بڑی شفقت اور ملاطفت سے فرماتے تھے۔

ارشاد و تربیت میں آپ لاثانی تھے۔ رمز و اشارات سے ان مقامات و معارف سے آگاہ فرما دیتے تھے جن کی شناسائی کے لیے مدتوں کی محنت و ریاضت درکار ہوتی تھی۔ اس طرح آپ کی بنا کردہ خانقاہ کی شہرت آپ کی حیاتِ طیبہ ہی میں برصغیر پاک و ہند کے ہر سُو پھیل گئی اور اسے ملکی اور غیر ملکی روحانی حلقوں میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی:

حضرت بو سعد احمد خانؒ پیر — جانہا در قالب ازو مستنیر
ہر کہ شد از دیدارش بہرہ یاب — فائز گردید بہ حسن المآب
وآنکہ زیارت بہ مزارش نمود — منزلِ او جنت فردوس بود

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

خانقاہ سراجیہ شریف، کندیاں جنکشن سے اڑھائی میل کے فاصلے پر ملتان کی طرف جانے والی ریل پٹڑی سے چھ سات فرلانگ کے فاصلے پر درختوں کے خوبصورت وحسین جھنڈ میں واقع ہے، جس کی زیارت سے مشرف ہونے والے کہہ اُٹھتے ہیں:

بقعۂ مہبط انوار ز یزداں دیدم خطۂ موردِ الطاف ز رحماں دیدم
چہ مقامیکہ برو سدرہ وہم طوبیٰ را سایہ داراز کرمِ غیب وگل افشاں دیدم

ز عثمانؒ و سراجؒ و حضرت بو سعدؒ، عبداللہؒ
ہدایت یافتند آنانکہ بودند از طریقت دور

سراجیہ مبارک خانقاہ پاک بازانست
بود از حضرتِ خانِ محمد تا ابد معمور

سراجؒ وحضرت بو سعدؒ، عبداللہؒ سے چمکا سراجیہ کا ہر ذرّہ مثالِ نیر تاباں
متاعِ جاں نثار حضرت خانِ محمد ہے امامِ پاک بازاں، نورِ عرفاں، ہادیٔ دوراں

یارب! تا عالم امکاں بود
مہر سراجیہ درخشاں بود

قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ نے اپنے وصال مبارک سے قبل نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ (۱۳۷۵-۱۳۲۲ھ/ ۱۹۵۶-۱۹۰۴ء) کو اپنا جانشین نامزد فرمایا، جو ۱۳۷۵-۱۳۶۰ھ/ ۱۹۵۶-۱۹۴۱ء تک خانقاہ سراجیہ شریف کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز رہے اور سینکڑوں متوسلین سلسلہ عالیہ کے قلوب واذہان کو منور وتاباں فرماتے رہے۔ آپ کے مجازِ طریقت

خلفائے کرام کی تعداد دس ہے۔ نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ کے وصال مبارک ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء کے بعد خواجہ خواجگان مخدوم زماں سیّدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی (ولادت ۳۹-۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) آپ کے خلیفہ اعظم و جانشین قرار پائے اور تا حال بفضلِ ربی خانقاہ سراجیہ شریف کی مسندِ ارشاد پر رونق افروز ہیں اور بحمداللہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی سلکِ تابدار کے گوہرِ نامدار کی حیثیت سے طالبانِ حق اور سالکانِ طریقت کو کشاں کشاں منزلِ مقصود کی جانب لیے جا رہے ہیں اور روحانیت و معارف پروری فرما رہے ہیں۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَاللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ.

اس وقت آپ کے مجازِ طریقت خلفائے عظام کی تعداد پندرہ ہو چکی ہے۔

۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء ہی میں مخدوم زماں سیّدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی مساعی جمیلہ سے ''خانقاہ سراجیہ'' کے نام سے ریلوے سٹیشن قائم ہو گیا تھا، جس سے آنے جانے والوں کے لیے آسانی ہو گئی۔ اور اب تو خانقاہ سراجیہ شریف کے لیے میانوالی اور کندیاں، دونوں جگہ سے ٹرانسپورٹ ملتی ہے۔

تزکیۂ نفس کے لیے مثالی خانقاہ

یہ خانقاہ ایک دینی مدرسے، ایک خوبصورت مسجد اور مخدوم زمان خواجہ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی رہائش گاہ پر مشتمل ہے۔ اہلِ نظر کے نزدیک اس خانقاہ کا ماحول دوسری خانقاہوں سے یکسر مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے لَو لگانے کے لیے، عبادت و ریاضت کے لیے، قلب و نظر کو منزہ کرنے، روح کو مجلّٰی اور جسم و جاں کو مزکّٰی کرنے کے لیے یہ انتہائی موزوں ماحول مہیا کرتی ہے۔ نہ شور ہے نہ ہنگامہ۔ نہ گاڑیوں، کاروں کی آمد و رفت ہے، نہ شہر کی بے ہنگم طرزِ زندگی۔ اس فضا پر بے پردگی اور گناہ آلودہ ماحول کا کوئی داغ نہیں۔ فضا نورانیت سے صاف اور نکھری ہوئی ہے۔

خانقاہ سراجیہ ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں کی فضا ہر قسم کی دنیوی دلکشی اور برائی سے پاک صاف ہے۔ یہ دینی مرکز، یہ رشد و ہدایت کا مقام، یہ ویرانۂ دل کو آباد کرنے کی جگہ اور تزکیۂ نفس کے لیے مثالی خانقاہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ خانقاہ کا ذرّہ ذرّہ صبح و شام حمد و ثنا کرتا رہتا ہے۔ یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، موجودات کا ہر ذرّہ اپنے خالق حقیقی کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے اور اس کے قادرِ مطلق ہونے کا اعلان کرتا رہتا ہے، مگر خانقاہ سراجیہ میں یہ احساس متشکل ہو کر سامنے آتا ہے۔ جب علائق دنیا کی گرد دامنِ دل سے جھڑ جاتی ہے تو ذہن روحانیت کے اثرات قبول کرنے، انہیں اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول سے اکتساب فیض کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ یہ روحانی فضا، یہ پاکیزہ ماحول ازخود پیدا نہیں ہو جاتا۔ اس کے لیے ایک خدا رسیدہ بزرگ کے مقدس وجود کا ہونا ضروری ہے۔ مخدوم زمان خواجہ خواجگان سیّدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی ذاتِ بابرکات نے اس فضا، اس ماحول کو پرکشش بنا دیا ہے۔ سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے لوگ اس مرکز رشد و ہدایت اور اس مصدر فیوض و برکات کی کشش محسوس کرتے ہیں۔ یہ کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی کشش نہیں، یہ کشش دنیوی نوادرات اور عجائبات کی کشش نہیں، یہ تو ایک وجودِ گرامی، ایک فقیر خدامست، ایک درویش حق آگاہ، ایک مردِ کامل اور ایک برگزیدہ ہستی کی کشش ہے، جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دلوں کو راحت اور مضطرب روحوں کو آسودگی میسّر آتی ہے۔

کریم ربّ! اس فضائے روحانی کو تا ابد قائم و دائم رکھے اور اپنے فضل و کرم سے اس گلستانِ روحانیت کی کلیوں اور پھولوں کو ہمیشہ توانا و شاداب رکھے، تاکہ ان کی خوشبو و مہک سے سارا عالم معطر رہے۔ (۲)

حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وخدمات

ولادت

آپ پسرور، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام شیخ شہاب الدینؒ تھا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر اور پسرور، ضلع سیالکوٹ ہی میں حاصل کی۔ بعد ازاں تحصیل وتکمیل علوم کا ذوق یوپی (ہندوستان) لے گیا اور وہاں دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے اساتذہ گرامی میں حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء)، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء) اور حضرت مولانا حاجی رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء) کے نام شامل ہیں۔

حجازِ مقدس میں کسب علوم

ہندوستان میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء میں حجازِ مقدس کا سفر اختیار کیا اور مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت حاجی رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ء/ ۱۸۹۰ء) بانی مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ کے ہاں مدرسہ صولتیہ میں کسب علوم کرتے رہے۔

درس وتدریس کا آغاز

کچھ عرصہ بعد حاجی رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء) نے آپ کو اپنے مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ، سعودی عرب میں مدرّس مقرر فرمالیا اور آپ یہاں چھ یا سات برس پڑھاتے رہے۔ اس دوران حجازِ مقدس کے علماء وفضلاء سے علمی تعلقات استوار ہوئے، جو آپ کی علمی وفقہی فضیلت وبصیرت کے معترف تھے۔

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ نے شیخ العجم والعرب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خوب روحانی و باطنی فیوض و برکات کسب و اخذ کیے۔

مراجعت ہند اور مدرسہ باقیات الصالحات کا قیام

آپ سات آٹھ برس مکہ مکرمہ، سعودی عرب میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران سات بار حج کرنے اور کئی مرتبہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ بعد ازاں ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء میں حضرت حاجی رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء) کے حکم پر ویلور، علاقہ مدراس (ہندوستان) آکر مدرسہ باقیات الصالحات میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے۔ ایک روایت کے مطابق یہ مدرسہ آپ ہی نے قائم کیا تھا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ مدرسہ تو آپ کی آمد سے تین ماہ قبل کسی اور صاحب نے قائم کیا تھا اور آپ اس کے سب سے پہلے مدرّس اعلیٰ اور مہتمم مقرر ہوئے۔

امرتسر میں ورود

تقریباً نو برس ویلور، علاقہ مدراس (ہندوستان) میں رہنے کے بعد ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میں آپ امرتسر (ہندوستان) میں آگئے اور آتے وقت اپنے شاگرد مولانا عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ باقیات الصالحات کا مہتمم مقرر کر آئے جو عرصہ دراز تک تدریسی

خدمات سرانجام دیتے رہے۔ امرتسر کے رئیس اعظم حاجی شیخ بڈھاؒ نے یہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ انھوں نے آپ کے علم و فضل اور وعظ و بیان کا شہرہ سنا تو آپ کو اس مسجد کی خطابت کے لیے تحریری درخواست کی، جسے آپ نے قبول کر لیا۔ یہاں آ کر آپ نے مسجد حاجی شیخ بڈھا، واقع موری گنج چوک فرید، امرتسر میں صبح کی نماز کے بعد درس قرآن کا آغاز کر دیا۔ جلد ہی آپ کے درس قرآن کا شہرہ اطراف و اکناف میں دور دور پھیل گیا۔

مدرسہ نعمانیہ، امرتسر کا قیام

آپ نے مسجد شیخ بڈھا، واقع موری گنج چوک فرید، امرتسر (ہندوستان) میں خطابت شروع کرنے کے بعد یہاں مدرسہ نعمانیہ، امرتسر کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس کا آغاز کر دیا۔ چند ہی سالوں میں اس مدرسہ کی شہرت دور و نزدیک میں پھیلنے لگی اور طلباء کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء) نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت پیر محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء) کو بھی آپ کے مدرسہ میں حصولِ علم کے لیے بھیج دیا۔

جب مسجد شیخ بڈھا، امرتسر میں طلباء کے قیام کی گنجائش نہ رہی تو آپ نے ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں جامع مسجد شیخ خیر الدین مرحوم، واقع حال بازار، امرتسر میں مدرسہ نعمانیہ کی ایک شاخ کھولی، جس میں اوّل مدرّس مولانا غلام محی الدین جہلمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء) اور دو نائب مدرسین تھے۔ جن میں ایک حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) تھے۔

بعد ازاں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، یہاں اوّل مدرّس مقرر ہوئے اور حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) جو بعد میں فیصل آباد آ گئے اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء) نائب مدرسین رہے۔

جب ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء میں آپ نے وفات پائی تو آپ کے صاحبزادے مولانا محمد

سلیمان بی اے رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نعمانیہ، امرتسر کے مہتمم ہوئے، جو ۲۷رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ/۱۴راگست ۱۹۴۷ء تک یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔

انجمن نعمانیہ، امرتسر کا قیام

کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنی دور اندیشی کے پیشِ نظر انجمن نعمانیہ، امرتسر (ہندوستان) قائم کی، تاکہ اس کی نگرانی میں مدرسہ نعمانیہ ہمیشہ چلتا رہے۔ اراکین انجمن نے آپ ہی کو صدر منتخب کیا۔ جناب شیخ علی بخش، آنریری مجسٹریٹ اور رئیس امرتسر، سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء میں آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا محمد سلیمان بی اے رحمۃ اللہ علیہ صدر اور جناب شیخ سعید اللہ آنریری مجسٹریٹ بن شیخ علی بخش مرحوم سیکرٹری بنائے گئے۔

مدرسہ تجوید القرآن کا قیام

آپ نے اوائل ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں مسجد شیخ بڈھا، واقع موری گنج چوک فرید، امرتسر (ہندوستان) میں مدرسہ نعمانیہ کے ساتھ ہی مدرسہ تجوید القرآن قائم کردیا اور حافظ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا مدرّس مقرر فرمایا۔ بعدازاں آپ نے حافظ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کو وظیفہ دے کر مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ (ہندوستان) فن قرأت سیکھنے کے لیے بھیجا اور وہاں سے ایک مدرّس عارضی طور پر منگوایا، تاکہ وہ حافظ صاحب موصوف کی جگہ اس مدرسہ میں پڑھائے۔ بعدازاں حافظ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ قرأت روایت حفص کی تحصیل کے بعد یہاں آکر تدریس میں مشغول ہوگئے۔ پھر طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ سے ایک اور مدرّس حضرت قاری کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۱ء/ ۸۱-۱۳۸۰ھ) کو طلب کیا گیا، جو ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء تک اسی مدرسے میں پڑھاتے رہے۔

آپ کے اس مدرسہ کی خدمات سے نہ صرف امرتسر میں حفاظ کے قحط کا خاتمہ ہوگیا، بلکہ یہاں کے فارغ التحصیل حفاظ اور قراء پاکستان و ہند میں دور دور تک جا پہنچے، جس سے آپ اور اس مدرسے کے نام کو چار چاند لگ گئے۔

انجمن حفظ المسلمین

آپ نے امرتسر (ہندوستان) میں انجمن حفظ المسلمین قائم کی، جس کے صدر آپ ہی تھے۔ اس انجمن کا مقصد وحید مذاہب جدیدہ کے ردّ میں لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کرنا تھا۔ اس انجمن نے خوب کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا نام انجمن تبلیغ الاسلام رکھا گیا تھا۔

حضرت شاہ ابوالخیرؒ سے بیعت وخلافت

جب آپ کے پیر ومرشد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں وصال فرمایا تو آپ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ ابوالخیر محمد عبداللہ دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۱ھ/۲۳-۱۹۲۲ء) سے بیعت ہو گئے۔ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی اور بعدازاں شرف خلافت سے نوازا، جس کی بدولت آپ پر نقشبندیت کا رنگ یوں غالب آیا کہ خود کو اس سلسلہ عالیہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور بے پناہ خدمات سرانجام دیں، جن کی برکات سے ان شاءاللہ آپ کا نام ہمیشہ زندہ جاوید رہے گا۔

کمال عجز

حضرت شاہ ابوالخیر محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۱ھ/ ۲۳-۱۹۲۲ء) سے مجاز طریقت ہونے کے باوجود کسر نفسی سے یوں کام لیتے رہے کہ اپنی زندگی میں صرف دو آدمیوں کو مرید کیا، اور جب بھی کوئی شخص بیعت کا خواہش مند ہوتا تو آپ اسے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔ یونہی بعض طالبین کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء)، حضرت مولانا سراج الحق گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میر لطف اللہ مکان شریفی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔

فرقہ بندی اور بحث و مباحثہ سے احتراز

آپ بڑے عالی ظرف اور معتدل مزاج صوفی بزرگ تھے۔ فرقہ بندی اور پارٹی بازی سے متنفر تھے اور بریلوی، دیوبندی اور وہابی قسم کے جھگڑوں سے اجتناب کرتے تھے۔ اپنے اساتذہ و مشائخ عظام حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)، حضرت حاجی رحمت اللہ کیرانوی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) اور شیخ العجم والعرب حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) کی طرح میانہ روی کو پسند کرتے تھے۔

آپ بحث و مباحثہ سے دور رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ بحث و مباحثہ کا بازار گرم کرنے سے بے عملی پیدا ہوتی ہے اور گمراہی پھیلتی ہے۔

مسجد نور کا قیام

آپ نے اپنی وفات (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) سے تقریباً ایک برس پہلے بیرون ہال دروازہ، انجمن پارک اور ہائر مارکیٹ، امرتسر (ہندوستان) کے درمیانی قطعہ اراضی میں مسجد نور کی تعمیر شروع کرائی، جو آپ کی وفات سے پہلے مکمل ہوگئی۔ آپ نے اس کی تکمیل کے فوراً بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) کو اس کا امام مقرر کیا۔

جن دنوں مسجد نور زیر تعمیر تھی، حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء) آپ کے پاس امرتسر میں تشریف لائے۔ آپ حضرت شاہ صاحبؒ کو مسجد دکھانے کے لیے ساتھ لے گئے۔ اس موقع پر حضرت شاہ صاحبؒ نے کچھ روپے نکال کر آپ کو دیے اور فرمایا: ''ان کی صرف اینٹیں منگوا کر مسجد میں لگوا دی جائیں۔'' نیز فرمایا: ''حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ دنیا کی مساجد کو اٹھا کر جنت میں پہنچا دیں گے۔'' مزید فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جب ہماری چیز کو جنت میں لے

جائیں گے تو پھر ہو سکتا ہے کہ ہم بھی وہاں پہنچ جائیں۔''

وصیت

آپ کی عمر اسّی برس کے قریب تھی، مگر صحت بالکل ٹھیک تھی۔ رحلت سے تقریباً ایک ہفتہ قبل مسجد شیخ بڈھا، امرتسر (ہندوستان) کے حجرے میں اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر فرمایا: ''اب میرا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے اور یہ بات کسی وقت اچانک ہو جائے گی، غفلت میں نہ رہنا۔''

صاحبزادوں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، اگر ایسا ہوا تو ہمارے لیے قیامت آ جائے گی۔''

آپ نے فرمایا: ''بے فکر نہ رہو، اب یہ بات ہونے ہی والی ہے۔''

پھر فرمایا: ''لوگ اپنے مردوں کے استعمال کردہ کپڑوں سے ڈرا کرتے ہیں، تم ایسا نہ کرنا، میرے بستر اور کپڑوں کو اپنے استعمال میں لانا۔''

اس کے چند روز بعد آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: ''میری وفات عنقریب ہونے والی ہے، میری نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھانی ہوگی۔''

بعد ازاں ایک روز جامع مسجد خیر الدین، امرتسر کے مؤذن میاں خانؒ، جو انجمن نعمانیہ، امرتسر کے خزانچی بھی تھے، کو بلا کر فرمایا: ''آپ مجھے غسل دینا اور غسال لوگ مردوں کے ہاتھ اور بازو مروڑ مروڑ کر کپڑے اتارتے ہیں، میرے ساتھ ہرگز ایسا نہ کرنا۔''

وفات حسرت آیات

آپ کا معمول تھا کہ رات کے دو بجے اٹھتے، مکان کے کمرے یا چھت پر چلتے ہوئے آیات قرآنی اور دعائیں پڑھتے، بعد ازاں نماز تہجد میں مشغول ہو جاتے۔ وفات کی رات مؤرخہ ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ/ ۱۴ر جنوری ۱۹۳۰ء کو دو بجے کے قریب حسب معمول بیدار ہوئے۔ سردی کا موسم تھا، لہٰذا وضو کر کے موزے پہنے۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ نماز

تہجد پڑھی یا نہیں؟ اچانک اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کو آواز دی۔ سب اہلِ خانہ عالم پریشانی میں آپ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ چارپائی پر لیٹے ہیں اور سانس اکھڑا ہوا ہے۔ فوراً ڈاکٹر میر ہدایت اللہ مرحوم کو بلایا گیا۔ انھوں نے آتے ہی دوا اور انجیکشن نکالا تو آپ نے فرمایا: ''ڈاکٹر صاحب! یہ سکرات موت ہیں، ان کا کوئی علاج نہیں۔'' اس وقت آپ بڑے اطمینان سے وہ دعائیں پڑھ رہے تھے جو وقتِ موت پڑھنی چاہئیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ان شاء اللہ آپ کو آرام آجائے گا۔ اس پر آپ نے لیٹے ہوئے دونوں ہاتھ مصافحہ کے لیے ڈاکٹر صاحب کی طرف بڑھائے اور انھیں رخصت کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ جائیں۔ یہ سکراتِ موت ہیں، میرے لیے دعائے خیر کرتے رہنا۔''

پھر اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''صلوٰۃ، زکوٰۃ، بناۃ!''

یعنی: نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور بہنوں سے نیک سلوک یاد رکھنا۔

بعد ازاں دعائیں پڑھتے پڑھتے نمازِ فجر کا وقت شروع ہونے سے چند لمحے قبل آپ اپنے مالک حقیقی کے حضور جا پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے وصال کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی۔ شہر کے سرکاری و غیر سرکاری اداروں کے بند رہنے کا اعلان ہو گیا۔ بعد ازاں تقریباً تیس ہزار افراد نے انجمن پارک، امرتسر (ہندوستان) میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) کی اقتداء میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر آپ کی بنا کردہ مسجد نور، امرتسر کے ساتھ موجود تکیہ کے مالک سے آپ کی قبر کے لیے جگہ خریدی گئی اور آپ وہاں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

قطعات تاریخ وفات

حضرت مولانا حکیم محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) نے اُردو زبان میں ایک قطعہ تاریخ کہا تھا جس کا مصرع تاریخ درج ذیل ہے:

"فیض رسان عالم آہ"

(۱۳۴۸ھ)

حضرت مولانا سیّد شاہ عبدالکریم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) جو حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) کے خلیفہ مجاز تھے، نے یہ قطعہ تاریخ کہا تھا:

بر زبان ایں است از قلب حزیں
آہ رفت آن حافظ شرع متیں
غلغلہ افتاد در قدوسیاں
"نور احمد منتقل شد از زمیں"

(۱۳۴۸ھ)

حضرت مولانا سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) نے درج ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے:

حضرت مولوی نور احمد
عالم با عمل، فقیہ حمید
زائر کعبہ، حاجی الحرمین
فاضل وقت شاہباز وحید
در علوم شریعت و عرفاں
مثل ذاتش کسے ندید و شنید
بانی درسگاہ نعمانی
در جہاں فیض علم اوست مزید
نائب ذات شہ ابو الخیر است
قائد نقشبندیانِ مجید

رخت بستہ چو زیں سرائے فنا
روح والائے او بخلد رسید
سال ترحیل او اگر خواہی
از شرافت شنو "چراغ سعید"
(۱۳۴۸ھ)

اولاد

آپ نے ظفر وال، ضلع سیالکوٹ کے ایک معزز اور دیندار گھرانے میں شادی کی۔ آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے تھے۔ بڑی صاحبزادی صاحبہ امرتسر ہی میں وفات پا گئی تھی اور دوسری دو کی شادیاں ہوئیں اور صاحب اولاد تھیں۔

صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ سب سے بڑے صاحبزادے مولوی محمد یحیٰ مرحوم تھے، جن کا اٹھارہ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا۔

۲۔ دوسرے صاحبزادے مولانا ابوالفیض محمد سلیمان بی اے رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ لاہور میں کتابوں کی تجارت کرتے تھے۔ کئی کتب کے مصنف اور قرآن مجید کے پارہ اوّل کے مفسّر تھے۔

۳۔ تیسرے صاحبزادے مولانا ابوالبیان محمد داؤد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء) تھے، جو آپ کے بعد مسجد شیخ بڈھا، امرتسر کے خطیب تھے۔ بے نظیر مقرر اور بے مثل واعظ اور کتب کثیرہ کے مؤلف و مصنف تھے۔ ۳۴ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

۴۔ چوتھے صاحبزادے کا نام محمد زکریّا تھا، جو تین برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

علماء و مشائخ سے روابط

ہر نماز جمعہ کے بعد مسجد شیخ بڈھا، امرتسر (ہندوستان) میں اکثر علماء آپ سے

ملاقات کرتے اور آپ سے مستفیض ہوتے۔ آپ ان لوگوں کی خوب ضیافت فرماتے۔ اہلیہ محترمہؒ اس ضیافت میں دودھ، باقر خانی اور مٹھائی وغیرہ کا اہتمام فرماتی تھیں۔ آپ کا گھر علماء و مشائخ کا مسکن بنا رہتا تھا۔ کوئی دن ایسا خالی نہ جاتا تھا، جس میں کوئی نہ کوئی بزرگ آپ کی ملاقات کے لیے تشریف نہ لائے ہوں۔ آپ کئی کئی روز انھیں اپنا مہمان بناتے۔ ان بزرگان حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء)، شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء)، قیوم زماں حضرت مولانا ابو السعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) بانی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی، حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء)، حضرت میر لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین، خانقاہ مکان شریف، حضرت مولانا پیر سراج الحق چشتی صابری گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا میر جعفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، طلا نور والے، حضرت خواجہ عبدالخالق نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، ساکن جہان خیلاں، ضلع ہوشیار پور شامل ہیں۔

شاگردانِ گرامی

آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے، جن میں سے چند ممتاز تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء)۔

۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

۳۔ حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)۔

۴۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء)۔

۵۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء)، فیصل آبادی۔

۶۔ حضرت مولانا پیر عبد الخالق شاہ ٹانڈوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء)۔ چوک فرید، امرتسر (ہندوستان) میں مطب کرتے تھے اور بہت بڑے عالم دین تھے۔ آپ پاکستان میں آ گئے تھے اور الحمرا ٹاؤن، رائے ونڈ روڈ، لاہور کے قبرستان میں محوِ استراحت ہیں۔

۷۔ حضرت مولانا عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ، مدرّس مدرسہ باقیات الصالحات، ویلور، مدراس (ہندوستان)۔

۸۔ حضرت مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ، مدرّس مدرسہ باقیات الصالحات، ویلور۔

۹۔ حضرت مولانا مفتی عبد الرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء) نائب مدرّس نعمانیہ، امرتسر (ہندوستان)۔

۱۰۔ حضرت مولانا صاحبزادہ پیر سیّد محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء) ابن حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء)۔

۱۱۔ حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ، خطیب جامع مسجد خیر الدین، ہال بازار، امرتسر (ہندوستان)۔

۱۲۔ مولانا نور عالم امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء)، مولوی فاضل، سابق مدرّس عربی ہائی سکول، امرتسر (ہندوستان)۔ موضع بوڑا، فتح پور روڈ، گجرات کے باشندے تھے اور یہیں وفات پائی اور اسی گاؤں کے قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

۱۳۔ حضرت مولانا حاجی محمد حسین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مدرسہ سلفیہ غزنویہ، امرتسر (ہندوستان)۔

۱۴۔ جناب حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء)۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) کے والد بزرگوار۔

۱۵۔ حضرت مولانا ابو احمد محمد عبد اللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)، ناظم

دار العلوم نعمانیہ، گوجرانوالہ۔

۱۶۔ مولانا عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء)، موچھل، امرتسر والے، جو گوجرانوالہ میں مقیم تھے۔

۱۷۔ مولوی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ، بسیری والا، مظفر آباد، آزاد کشمیر۔

۱۸۔ مولانا حاجی عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ، باجڑہ، ضلع سیالکوٹ۔

۱۹۔ جناب حکیم مظفر علی صاحب، فیصل آباد۔

۲۰۔ حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین ضیاء کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء)، سابق مفتی اعظم جموں و کشمیر، شاعر وادیب اور مصنف۔ مالا غار مزار شہداء، میر پور، آزاد کشمیر میں محوِ استراحت ہیں۔

۲۱۔ جناب حافظ محمد سید صاحب چنیوٹی، مالک بی پی فیکٹری۔

۲۲۔ حضرت مولانا ابو البیان محمد داؤد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء)، حضرت مولانا نور احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کے صاحبزادے۔

۲۳۔ حضرت مولانا ابو الفیض محمد سلیمان بی اے رحمۃ اللہ علیہ، مالک نور کمپنی، نئی انار کلی، لاہور، حضرت مولانا نور احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کے بڑے صاحبزادے۔

۲۴۔ مولانا حافظ قاری خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ، سابق نائب مدرّس مدرسہ تجوید القرآن، چوک فرید، امرتسر (ہندوستان)، بعد میں کانٹھ، ضلع مراد آباد (ہندوستان) میں مقیم تھے۔

۲۵۔ حضرت مولانا پیر محمد شاہ اندرابی کشمیری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)، خطیب جامعہ مسجد رحمانیہ، آرام گلی نمبر ۷، لاہور۔ قبرستان میانی صاحب، لاہور میں آسودہ خاک ہیں۔

۲۶۔ سیّد بڈھے شاہ مرحوم، آنریری مجسٹریٹ اور رجسٹرار، امرتسر (ہندوستان)۔ انھوں

نے آپ سے مثنوی مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ سبقاً پڑھی تھی۔

علمی وروحانی مقام ومنزلت

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

''والد صاحب نے مجھے امرتسر مولانا نور احمد صاحب مرحوم کی خدمت میں پڑھنے کو بھیج دیا۔ حضرت مولاناؒ کا مدرسہ شیخ بڈھے کی مسجد، چوک فرید میں تھا، اسی میں مولاناؒ خود بھی رہتے تھے۔

مولانا نور احمد صاحبؒ پسرور، ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانے کے شیخ، محدث اور شب بیدار بزرگ تھے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کئی سال مکہ معظّمہ میں رہتے تھے۔ مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے شاگرد تھے اور حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

مولانا نور احمد صاحبؒ کے پڑھانے میں کچھ ایسی برکت تھی کہ سبق پڑھتے ہی یاد ہو جاتا تھا۔ میرے ساتھ مفتی محمد نعیم صاحب (اور) مولانا مفتی محمد عبداللہ، جو اس وقت مدرسہ انوریہ کے مہتمم ہیں، مولانا عبداللہ، میرے پھوپھی زاد بھائی، مولانا عتیق الرحمٰن جو میرے رشتہ میں بھائی ہوتے ہیں، میرے ساتھ پڑھتے تھے۔ مولانا نور احمد صاحبؒ نے مجھے ایک نابینا حافظ صاحب سے علم تجوید کے مطابق قرآن مجید پڑھنے کی مشق کروائی۔ ۱۹۱۴ء تک مولانا نور احمد صاحبؒ کے مدرسہ میں ہی تعلیم حاصل کرتا رہا۔''

حضرت مولانا ابواحمد محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)، ناظم دار العلوم نعمانیہ، گوجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا نور احمد اسم بامسمّٰی تھے۔ آپ کے گورے رنگ والے چہرے سے

صاحب فراست، جمالِ احمدی کی کرنیں محسوس کرتا۔ حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ (کشمیری) رحمۃ اللہ علیہ آپ کو عالمِ ربانی کہا کرتے تھے۔ مولانا نور احمد بڑے متبحر عالم تھے۔ علوم نقلیہ اور عقلیہ میں ماہر تھے۔ آپ کے علوم کا حدود اربعہ کا بیان کرنا ہمارے اندازے سے باہر کی چیز ہے۔ علوم شریعت، طریقت اور حقیقت میں آپ ایک مخصوص مقام پر تھے۔"

خصائل وعادات

آپ کی زندگی بالکل سادہ اور بے تکلف تھی۔ جب کبھی عام لوگوں کے ساتھ کہیں جانے کا اتفاق ہوتا تو آپ سب کے پیچھے پیچھے چلتے۔ اگر کوئی آگے سے ہٹ کر پیچھے ہونے لگتا تو آپ کہتے کہ بھائی! میں آہستہ چلوں گا، آپ آگے ہو کر چلیں۔

تقریر اور وعظ بالکل سادہ اور عام فہم ہوتا۔ شعر و اشعار یا فرضی قصے کہانیوں سے گریز فرماتے۔ صرف قرآنی آیات کی تفسیر اور ثقہ روایات عام فہم الفاظ میں بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کی اس سادہ تقریر کا سامعین پر بہت گہرا اثر پڑتا۔ آپ اختلافی مسائل بالکل بیان نہیں فرماتے تھے۔

رمضان المبارک میں ایک قرآنِ مجید نمازیوں کے ساتھ سنتے تھے اور دوسرا تہجد کے نوافل میں۔

اپنے کام خود کیا کرتے تھے۔ طلباء سے ذاتی کام ہرگز نہ لیتے تھے۔ گھر کا سودا سلف خود خرید کر لاتے۔ طلباء اور معتقدین کے ہجوم کے ساتھ کبھی بازار نہیں گئے، بلکہ تنہا جایا کرتے تھے۔ کسی شاگرد کو کبھی ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے ہاتھ مبارک سے اپنا لباس دھویا کرتے تھے اور اپنے کام خود کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرنی چاہیے۔

وجاہت وسادگی

آپ نہایت خوبصورت اور وجیہہ تھے۔ چہرہ سرخ وسفید، بدن صاف وشفاف تھا۔

آپ کا لباس انتہائی سادہ اور صاف ستھرا ہوتا تھا۔ مکلّف لباس سے عمر بھر اجتناب کیا۔

زہد وتقویٰ

آپ نہایت متقی و پرہیز گار تھے۔ شب بیداری اور عبادت وریاضت کے خوگر تھے اورخشیت الٰہی کا غلبہ طاری ہونے پر اکثر رات کو گریہ زاری کیا کرتے تھے۔

توکّل واستغناء

انتہائی متوکّل شخصیت کے حامل تھے۔ بارہا مسجد وزیر خان، لاہور کی خطابت کی بامعاوضہ پیش کش کی گئی، لیکن ہر بار فرمایا کہ میرے لیے یہی گوشۂ تنہائی کافی ہے۔ امراء اور حکام سے ہمیشہ بے نیاز رہے۔ مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ کی اشاعت کے بعد پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے وائس چانسلر مسٹر الفرڈ وولز نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا، نیز اورینٹل کالج، لاہور میں بحیثیت اوّل مدرّس عربی تقرری کی پیشکش کی، لیکن معذرت اور تحریری خط کے جواب میں لکھا کہ میں فقیر آدمی ہوں، مجھے ایسی چیزوں کی ضرورت نہیں۔

تالیف وتراجم

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کے مکاتیب وملفوظات کی تدوین و تحقیق اور ترجمہ وحواشی کا بہترین کام کیا اور تصوف کے گراں قدر سرمائے کی حفاظت کے لیے بے مثال خدمت کی، جس کی بدولت آپ کا نام ان شاء اللہ ہمیشہ زندہ وجاوید رہے گا۔

آپ کے علمی کاموں کی تفصیل درج ذیل ہے

۱۔ مبدأ ومعاد: حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے اس رسالہ کی تصحیح اور ضروری حواشی کا انتہائی عمدہ واعلیٰ کام کیا اور اسے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں طبع کرایا۔

۲۔ مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ: حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف کے متعدد قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر بڑی

محنت و دقت اور عرق ریزی سے متن کی تصحیح فرمائی۔ ہر لفظ کا بارہا مقابلہ کیا۔ دقیق نکات اور لطیف معارف کی تشریح حواشی کی صورت میں کر دی، نیز مشکل الفاظ و اصطلاحات کی توضیح بھی کی۔ عربی عبارات پر اعراب اور آیات و احادیث کی تخریج و فارسی ترجمے کا اہتمام بھی کیا۔ مکتوبات شریف کے دفتر اوّل کے جز و اوّل کی تصحیح و تحشیہ کا کام ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء کو مکمل ہوا اور دفتر سوم کا آخری حصہ یعنی جز و نہم جمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

آپ کے تصحیح شدہ مکتوبات شریف کی سب سے بہتر و دیدہ زیب اشاعت وہ ہے جو ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں مطبع مجددی کے اہتمام سے ہوئی تھی۔

۳۔ مکتوبات خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (جلد ثالث): اس وقت تک حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مکتوبات شریف کی دو جلدیں طبع ہوئی تھیں اور تیسری جلد کا بعض حضرات کو علم نہیں تھا اور نہ طبع ہوئی تھی۔ آپ نے اس تیسری جلد کو تصحیح و تنقیح اور نہایت گراں قدر حواشی کے ساتھ بڑے اہتمام سے طبع کرایا۔

۴۔ کنز الہدایات: یہ کتاب حضرت مولانا باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) بن مولانا شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی تالیف ہے۔ آپ نے اسے بھی تصحیح و تنقیح اور گراں قدر حواشی کے ساتھ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں طبع کرایا۔ اس کے آخر میں رسالہ کحل الجواہر، رسالہ ملا جامیؒ (در بیان ذکر خفی) اور مختصر سوانح حیات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) از حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) شامل ہیں۔ یہ ۱۲۴ صفحات پر مشتمل ہے اور آپ ہی کے اہتمام سے روز بازار، الیکٹرک پریس، ہال بازار، امرتسر (ہندوستان) سے طبع ہوئی۔ کنز الہدایات کی اس اشاعت پر بانی

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) کے مفید وگرانقدر حواشی بھی موجود ہیں۔

۵۔ شمائل ترمذی: آپ نے اس کی تصحیح وترجمہ کا کام کیا۔ اس کی عربی عبارات جلی مع اعراب اور بین السطور ترجمہ ہے۔ ۹۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

۶۔ ہدایۃ الطالبین: یہ کتاب حضرت شاہ ابوسعید دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کی تصنیف ہے۔ آپ نے اس کا اُردو ترجمہ، بعض مشکل مسائل کی تشریح کے ساتھ کیا۔ اس کی طباعت میں اصل فارسی عبارت ایک کالم میں اور اس کے بالمقابل اُردو ترجمہ شامل ہے۔ ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

۷۔ ملفوظات مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے ملفوظات شریف کا ترجمہ کر کے آپ ماہنامہ ''الفیض''، امرتسر (ہندوستان) میں قسط وار طبع کرتے رہے۔ اس کی قسطِ اوّل رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ/ اپریل ۱۹۲۵ء کے شمارے میں طبع ہوئی تھی۔ بعدازاں عرصہ دراز یہ سلسلہ جاری رہا۔

۸۔ شرح اسماء الحسنٰی: آپ نے اسماء الحسنٰی کی نہایت عمدہ شرح وتفسیر لکھی، جو قسط وار ماہنامہ ''الفیض''، امرتسر (ہندوستان) میں طبع ہوتی رہی۔ اس کی قسط اوّل جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ/ جنوری ۱۹۲۴ء کے شمارے میں طبع ہوئی تھی۔

۹۔ ماہنامہ الفیض کی نظارت: یہ رسالہ آپ کے صاحبزادگان مولانا محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد داؤد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء) نے جاری کیا تھا اور یہ آپ کی زیرِ نظارت طبع ہوتا تھا اور اس میں آپ کے متصوفانہ مقالات بھی طبع ہوتے تھے۔ اس کا پہلا شمارہ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ/ جنوری ۱۹۲۴ء کو شائع ہوا تھا۔

۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء تک برابر ہندوستان سے چھپتا رہا۔ بعد ازاں مولانا محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے اس کی طباعت شروع کی، لیکن گوناگوں مصروفیات اور مہاجرانہ حالات کے پیشِ نظر بند کرنا پڑا۔

شعروشاعری

آپ گاہ بگاہ شعر بھی کہتے تھے۔ اس سلسلے میں علامہ محمد حسین عرشیؒ (م۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء) سابق مدیر ماہنامہ ''فیض الاسلام''، راولپنڈی رقمطراز ہیں:

''ہمارے شہر امرتسر میں ایک بزرگ تھے مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ، مکہ معظّمہ میں برسوں درسِ حدیث دے چکے تھے۔ امرتسر میں مدتوں تدریس و تصنیف کے ذریعے اسلام کی اہم خدمات انجام دیں۔ شریعت ظاہری کے ساتھ طریقت باطنی کے بھی رمز آشنا تھے۔ سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ سے خاص شغف رکھتے تھے۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ) علیہ کے مکتوبات کو تہذیب و تحشیہ سے شائع کیا۔ تصوف کی کئی ایک اہم کتب کے ترجمے اور شرحیں لکھیں۔ ایسی ہی ایک کتاب مدت ہوئی میری نظر سے گزری تھی۔ میں انھیں عالم و عارف تو جانتا ہی تھا، لیکن اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ شعر سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ کتاب کے حاشیے پر ایک شعر تھا، جس کے نیچے ''للمترجمہ'' مرقوم تھا، یعنی شعر مترجم کا طبع زاد ہے۔ میں حیران رہ گیا کہ حضرت مولانا شاعر بھی تھے۔ یہ مجھے پہلی مرتبہ معلوم ہوا اور شعر بھی اس پائے کا کہ اگر وہ عمر بھر میں صرف وہی ایک شعر کہتے تو ان کے شاعر عارف ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ شعر جو اسلام و عرفان کی جان ہے، ملاحظہ فرمایئے:

لِکُلِّ شَیْءٍ اِذَا فَارَقْتَهٗ عِوَضٌ
وَلَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

یقین کیجیے کہ میں ہفتوں اس شعر کے نشے سے سرشار رہا۔ اب بھی جب کبھی یاد آجاتا ہے تو ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ میرے دل و دماغ میں اس کی شرح پھیلتی چلی گئی اور کائنات کی ہر چیز جس تک فہم کی رسائی ہو سکتی تھی ''لِکُلِّ شَیْءٍ'' کے احاطے میں سمٹی ہوئی محسوس ہوئی۔
شعر کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز جو تم سے چھن جائے، اس کا کوئی نہ کوئی عوض یا بدل ممکن ہو سکتا ہے، لیکن اگر تم روحِ کائنات اور حقیقۃ الحقائق خدائے پاک سے کٹ گئے تو اس کا بدل نہیں پاسکو گے۔''

کنزالہدایات کے صفحہ ۱۰۸ (آخر رسالہ کحل الجواہر) پر آپ کے یہ دو شعر موجود ہیں، جو آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ ابو الخیر دہلوی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۱ھ/۲۳-۱۹۲۲ء) کی شان میں کہے ہیں:

وجودش ہمہ خیر آمد پدید
بایں شکل خیر مجسم کہ دید؟
فتد چشم لطفش بناقص اگر
کند کاملِ دہر از یک نظر (۳)

حواشی مقدمہ

۱۔ محمد مراد ننگ کشمیریؒ: تحفۃ الفقراء، ص۴۳، ۴۷، ۲۵۲/ کنہیا لال: تاریخ لاہور، ص۵۴، ۵۵/ محمد باقر لاہوریؒ (مفتی): کنز الہدایات، ص۲/ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین، ص ۲۰۵/ فوق، محمد دین: تذکرہ علمائے لاہور، ص۱۳/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۵۰، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۸/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۲۴۴، نیز (مکتوب) ۱۰۰، ۱۲۸، ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۹۴، ۲۱۸، ۲۳۸، ۲۴۹/ محمد باقر لاہوریؒ (مفتی): دام حق، ورق ۱، الف- ب/ محمد باقر لاہوریؒ (مفتی): منتہی الایجاز بکشف الاعجاز، ورق ۱، الف/ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، جلد۲: ۲۹۲/ محمد رضا کحالہ: معجم المؤلفین، جلد ۹: ۹۰/ وحدتؒ، عبدالاحد، گلشن وحدت/ محمد مراد ننگ کشمیریؒ، شیخ (جامع): گلشن وحدت، ۵۹: ۱۰۱-۱۰۲/ محمد باقر لاہوریؒ (مفتی): حاشیہ قرآن مجید، ورق ۱، الف-ب/ محمد دین کلیم (مقالہ): ''لاہور کے اولیائے نقشبند''، ماہنامہ نور اسلام، شرقپور شریف، مکتبہ نور اسلام، ربیع الثانی جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ/ مارچ اپریل ۱۹۷۹ء، جلد دوّم، ص۹۶، نیز ۳۰۳/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقاماتِ معصومی، جلد اوّل (مقدمہ): ۱۶۷-۱۷۰، ۲: ۵۸۹-۵۹۴، ۳: ۴۵۲-۴۵۵، ۴۹۰، ۴: ۳۳۵-۳۴۹، ۳۹۹-۴۰۱، ۵۴۷-۵۴۹/ وحدتؒ، عبدالاحد: لطائف المدینہ، ورق ۱۴- الف/ علم الدین سالک، نقوش، لاہور نمبر، ص ۵۰۹/ Ethe. H.: Catalogue of Persian Manuscripts in the Library of India Office, pp. 1055-56/ شریف التواریخ، جلد ۳ (۳)، ص ۱۹۷- ۱۹۸/ محمد سعید سرہندیؒ، خواجہ/ محمد فرخ مجددیؒ، علامہ (جامع): مکتوبات سعیدیہ، ۶۲: ۱۱۸، ۷۰: ۱۳۱، ۷۶: ۱۳۵/ احمد منزوی (استاد): فہرست نسخہ ہائے خطی کتابخانہ گنج بخش، جلد۲: ۶۸-۶۹-۷۷، ۳: ۱۶۱۵-۱۶۱۶/ احمد منزوی (استاد)/ عارف نوشاہی (گردآوری، تجدید

نظر و بازنویسی): فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ گنج بخش، جلد۵: ۲۶۶۴

۲۔ نذیر احمد عرشیؒ، مولانا: تحفہ سعدیہ، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ، ۱۳۵۱ھ/ محبوب الٰہیؒ، مولانا: تحفہ سعدیہ، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ، شعبان ۱۴۱۸ھ/ دسمبر ۱۹۹۷ء/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ، شعبان ۱۴۱۸ھ/ دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۲۷۶-۲۹۴/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء (بار دوّم)، جلد ۱: ۸۷-۹۰/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۹۵-۲۴۸

۳۔ محمد موسیٰ امرتسریؒ، حکیم: علمائے امرتسر: حضرت مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسریؒ، مشمولہ ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، مارچ ۱۹۶۳ء، قسط اوّل، ص ۳۷-۴۳، اپریل ۱۹۶۳ء، قسط دوم، ص ۴۹-۵۴، مئی ۱۹۶۳ء، قسط سوم، ص ۳۳-۳۷، جون ۱۹۶۳ء، قسط چہارم، ص ۳۱-۳۶، ستمبر ۱۹۶۳ء، قسط پنجم، ص ۳۷-۴۲، اکتوبر ۱۹۶۳ء، قسط ششم، ص ۴۱-۴۶، نومبر ۱۹۶۳ء، قسط ہفتم، ص ۴۱-۴۵، جنوری ۱۹۶۴ء، قسط ہشتم، ص ۲۸-۳۲/ ماہنامہ دارالعلوم، دیو بند (ہندوستان)، اگست ۱۹۶۱ء، ص ۲۲/ رئیس الاحرار، مطبوعہ دہلی (ہندوستان)، ص ۹۷/ ماہنامہ الفیض، امرتسر (ہندوستان) ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء، ص ۴/ روزنامہ امروز، لاہور، مؤرخہ ۱۷ رجنوری ۱۹۵۹ء/ محمد باقرؒ، خواجہ: کنز الہدایات، امرتسر: روز بازار الیکٹرک پریس، ہال بازار، ۱۳۳۵ھ، ص ۱۰۸/ محمد احسن وحشی نگرامی، مولوی: تطبیب الاخوان بذکر علمائے زمان، ملقب بہ: تذکرہ علمائے حال، ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء، ص ۹۵/ چراغ شاہ، سیّد: تنویر لاثانی، سیالکوٹ، علی پور، س۔ن، ص ۴۴/ سوانح عمری شاہ ابوالخیر دہلوی، ص ۱۸۷

کنزالہدایات

خواجہ محمد باقر عباسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

بہت زیادہ حمد اور بیشمار ستائش اس نعمت بخشنے والے (اللہ سبحانہ تعالیٰ) کی جس نے روشن سنتِ محمدیہ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَاَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ [۱] کو عجیب طریقہ احمدیہ (مجددیہ) رَوَّحَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ رُوْحَهٗ وَاَفَاضَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اَبَدًا فُتُوْحَهٗ [۲] سے تجدید (نئی رونق) عطا فرمائی اور اوّلین (پہلے بزرگوں) کی نسبت کو آخرین (بعد میں آنے والوں) میں اسی تازگی سے جلوہ گر فرمایا۔

بے انتہا درود (وسلام) سردار الانبیا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر، جنہوں نے زبانِ غیب ترجمان سے حدیث "عُلَمَاءُ اُمَّتِىْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ" [۳] بیان فرمائی اور اس نفیس حدیث میں گویا حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے فیض بخشنے والے وجود کی جانب خود اشارہ فرمایا اور (رحمت وسلامتی ہو) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر کہ کوئی ولی ان کے (کسی) کم درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، اور دوسروں کا سونے کا پہاڑ صدقہ کر دینا، ان کے ایک مُدّ (سیر) جو صدقہ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

امابعد، مدد فرمانے والے اللہ کے بندوں میں نہایت کمزور محمد باقر بن شرف الدین لاہوری عباسی حسینی عُفِىَ عَنْهُمَا [۴] کہتا ہے کہ چونکہ سلوک وحقائق اور خصائص کا حاصل کرنا بزرگ امام، مخلوق کے ہادی، اسلام کی دلیل، خاص وعام کے غوث، محققین کے قبلہ، اہلِ وقت کے پیشوا، تعریف کرنے والوں کی مدح سے بے نیاز، متشابہات کی باریکیوں کو ظاہر کرنے والے، مقطعات کے اسرار سے آگاہ، فرقان (قرآن مجید) کے رازوں کے

محرم، محبوبِ صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس (مبارک) نام (احمد) سے موسوم ہیں، جس کی بشارت [۵] حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلَوَاتُ الْعُلٰی [۶] نے دی تھی۔

اس طریقہ اور ترتیب سے کہ قطبوں کے قطب، بزرگوں اور جوانوں کے شیخ، ولیوں کی دلیل، برگزیدہ (ہستیوں) کی سند، متقیوں کے غوث، عارفوں کے فخر، قیوم حقانی، معصوم حقانی حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ)، جنہوں نے اس دارِ فانی سے اس حالت میں رحلت فرمائی کہ وہ اپنے مبارک نام کی طرح پاکیزہ تھے۔ میرے شیخ اور میرے پیشوا (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ السَّامِیْ [۷] طالبینِ طریقت کو راہِ خدا پر رواں کرنے کے لیے جہان اور جہانوں کو فیض بخشنے والے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ اور پیر دستگیر، قطب الانام، میرے شیخ اور میرے پیشوا حضرت (خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے قدسی مکتوبات میں (سلوک مجددیہ) کے (ایک) مرتبہ کے بعد (دوسرے) مرتبہ کا ذکر نہیں ہے اور ان مراتب کی ترتیب کے بیان کو وہاں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

(لہٰذا) اس خیر خواہ کے دل میں خیال القاء ہوا کہ وہ رسالہ مبدأ و معاد [۸] اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت (خواجہ محمد معصوم) رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے چھ [۹] دفتروں کو سامنے رکھ کر اُن بکھرے ہوئے جواہرات کو مدوّن کرے اور حضرات (نقشبندیہ مجددیہ) کے سلوک و تسلیک کے خاص مراتب کو سلکِ تحریر میں پروئے۔

شعر:

فَالدُّرُّ یَزْدَادُ حُسْنًا وَ ھُوَ مُنْتَظِمٌ
وَلَیْسَ یَنْقُصُ قَدْرًا غَیْرَ مُنْتَظِمِ

یعنی: پس جب موتی لڑی میں پروئے جائیں تو اُن کا حسن بڑھ جاتا ہے اور جب

بکھرے ہوئے ہوں تو بھی ان کی قدر (و قیمت) میں کمی نہیں ہوتی۔

(۱۰) اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَۃَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ مُقْتَبِسًا لِاَنْوَارِ النَّیِّرَیْنِ۔
فَشَرَعْتُ فِیْہِ بِعَوْنِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ فِی الْحَادِیْ وَالْعِشْرِیْنَ مِنْ شَوَّالٍ سَنَۃَ اَلْفٍ وَّثَمَانِیْنَ مِنَ الْھِجْرَۃِ الْمُبَارَکَۃِ النَّبَوِیَّۃَ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَاَتْمَمْتُ تَالِیْفَہٗ فِیْ تَاسِعِ ذِی الْقَعْدَۃِ مِنَ الْعَامِ الْمَذْکُوْرِ اِتْمَامًا مَّعَ وَقُوْعِ التَّعْطِیْلِ فِی الْبَیْنِ اَیَّامًا۔

ترجمہ: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے دو دریاؤں کے درمیان روشن انوار چننے کا صلہ بنایا۔ پس میں نے اللہ سبحانہٗ کی مدد سے اسے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہجرت مبارک کے سال ۱۰۸۰ھ کے (ماہ) شوال کی ۲۱ر تاریخ کو شروع کیا اور سالِ مذکور کے (ماہ) ذی قعدہ کی ۹ر تاریخ کو اس کی تالیف کو مکمل کیا۔ درمیان میں کچھ روز اس کام کو نہیں بھی کیا گیا۔

(اس رسالہ کی) تکمیل کے بعد آخر میں بعض خصائص کا ذکر ہوا (ہے)۔ فَجَآءَ بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالٰی بِحَیْثُ یَرُوْقُ الْعُقَلَاءَ وَمَا سَبَقَ بِہٖ اَذْھَانُ الْاَذْکِیَآءِ۔ یعنی: پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے یوں (سامنے) آیا کہ عقلمندوں کو بھلا لگتا ہے اور ذہین لوگوں کے دماغ میں اس سے پہلے (ایسا خیال) نہ تھا۔ باوجود اس کے کہ بعض احباب کی کوشش تھی کہ مکاتیب گرامی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھ کر مختصر طریقے سے مرتّب کیا جائے۔ اس فقیر نے التزام کیا ہے کہ اصلی عبارات کو بطور تبرک عیناً نقل کرے، مگر بعض جگہوں پر بعض حکمتوں کے پیشِ نظر معمولی سی تبدیلی کی گئی ہے اور وہ بھی حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے روح فتوح سے اجازت لینے اور ان معانی کے بارے میں آپ کی رضا کا مشاہدہ کرنے کے بعد — ہر نکتہ کو تلاش و جستجو سے مختلف مقامات سے چنا گیا اور ہر مقام میں ضروریاتِ ذکر کے تحت اختصار روا رکھا گیا ہے۔

باوجود اس کے یہ رسالہ عظیم فوائد، بزرگ نکات، نادر تحقیقات، عجیب تدقیقات،

شائستہ ترتیب اور عمدہ ترکیب پر مشتمل ہے۔

ہر مقام کے شروع میں باب کی جگہ لفظ ''ہدایت'' لایا گیا ہے اور اس کے بعد لوازم اور متعلقات کو بیان کرنے کے لیے فصل کی بجائے لفظ ''فائدہ'' لکھا گیا ہے۔ (یہ) بیس ''ہدایات''، ایک ''خاتمہ'' اور ایک ''مہرِ خاتمہ'' (کے عنوان) پر مرتّب کیا گیا ہے۔ اس بنا پر اس رسالہ کا نام ''کنزالہدایات فی کشف البدایات والنّہایات'' رکھا گیا ہے۔

تالیف کے دوران کئی بار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت (خواجہ محمد معصوم) رحمۃ اللہ علیہ کی خوش وقتی نے اس تالیف کے ضمن میں (اپنا) عکس ڈالا اور حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی جناب سے خاص اتحاد اور خصوصی نسبت کو اپنے اندر پایا اور آنجناب سے توفیق و امداد کو معلوم کیا۔ (اس کی) تکمیل کے بعد خواب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس بنا پر قبول و عنایت کی امید حاصل ہوئی اور اس قبول و عنایت کی تصدیق حضرت مخدوم زادہ [۱۱] (صاحب) ارشاد و سجادہ، صاحبِ اسرار عالیہ، قاسم انوارِ قدسیہ، دائرہ افاضت کے مرکز اور عقل و درایت کے بحرِ مواج کی قبولیت ہے۔ مؤلف سے:

سراپا ظاہرش روحست جانست || مپرس از باطنش کان بے نشانست
زبان در شرح وصف او بود لال || قلم در ذکر مدحش بے زبانست
عنایاتے کہ دارد در حقِ من || سرِ ہر موئے من در شکر آنست

یعنی: ان کا ظاہری سراپا (بس) روح ہے، جان ہے۔ ان کے باطن کے بارے میں مت پوچھ کہ وہ بے نشان ہے۔

مؔ زبان ان کے وصف کی شرح سے قاصر ہے، قلم ان کی تعریف کے بیان سے عاجز ہے۔

مؔ میرے اوپر جو اُن کی عنایات ہیں، میرے ہر بال کی زبان اس کے شکر میں (مشغول) ہے۔

لَازَالَ كَاسْمِهِ الْمُبَارَكِ سَيْفًا عَلٰى اَعْدَآءِ الدِّيْنِ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ آمِيْن.

یعنی: آپ (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) اپنے مبارک نام کی مانند دین کے مخالفین پر تلوار کی طرح ہمیشہ (غالب) رہیں، اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے آمین کہا۔

(یہ حقیر)[۱۲] جانتا ہے اور زبانِ آرزو سے یہ آیت کریمہ پڑھتا ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ. (سورۃ المائدۃ، آیت ۵۴)

ع — با کریماں کارہا دشوار نیست

یعنی: کریموں کے لیے ایسے کام (کرنا) مشکل نہیں ہے۔

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ خُتِمَ بِهِ الرِّسَالَةُ وَفِيْ كُلِّ اَمْرٍ اِلَيْهِ الْحَوَالَةُ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كُلِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَعَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ. آمِيْن.

یعنی: اور درود و سلام ہو اُس ذاتِ اقدس پر جو خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور ہر کام کا اسی کی جانب حوالہ ہے اور سب نبیوں اور رسولوں (عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) اور ان تمام کی (سب) آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر اور مقربین فرشتوں پر اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر — قبول ہو۔

ہدایت اوّل

ان چیزوں کے بیان میں، جن کا جاننا مرشد اور مرید کے لیے ضروری ہے۔

استخارہ وتوبہ

فائدہ (۱): مبدأ و معاد [۱۳] میں (مذکور ہے): جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس آئے تو چاہیے کہ (شیخ) اوّل اس کو استخارہ [۱۴] (کرنے کا) فرمائے۔ تین استخارہ سے سات استخارہ تک تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب (کے دل) میں کوئی شک و شبہ [۱۵] پیدا نہ ہوتو اس (کی تربیت) کے کام کا آغاز کرے۔

فائدہ (۲): مؤلف سے: شیخ کامل و مکمل کا رغبت وتوجہ فرمانا بھی استخارہ کا قائم مقام ہے اور اس کے ساتھ اس کا استخارہ بھی شامل ہونا نُورٌ عَلٰی نُور ہے۔

فائدہ (۳): مبدأ و معاد [۱۶] میں (مذکور ہے): سب سے پہلے مرید کو توبہ کے طریقہ کی تعلیم دے۔ [۱۷] توبہ کے حصول میں اختصار کو ہی کافی سمجھے اور اس کی تفصیل کو (مزید) دنوں کے گزرنے پر چھوڑ دے، کیونکہ اس زمانے میں ہمتیں کوتاہ ہیں اور تفصیل کی زحمت کے لیے ایک مدت درکار ہے اور اس کی طلب میں کسی غفلت سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔

اس کے بعد طالب کو مناسب طریقہ سے اس کی استعداد و حال کے مطابق ذکر کی تلقین کرے اور اس کے کام پر توجہ رکھے۔ راہ (سلوک) کے آداب و شرائط اس سے بیان کرے اور کتاب و سنت کی پیروی کرنے کی (اسے) ترغیب فرمائے۔ متابعت کے بغیر مطلوب کا وصول محال سمجھائے اور واضح کرے کہ جو کشوف اور واقعات بال برابر بھی کتاب وسنت کے خلاف ہوں (ان کا) اعتبار نہ کرے۔ [۱۸]

طریقہ حضرت مجددؒ بالآخر تقدیم اسم ذات

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ (اللہ تعالیٰ ان کے بلند راز سے ہمیں پاکیزہ بنائے) کے مکتوبات [۱۹] سے:

جاننا [۲۰] چاہیے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ شیخ مرید کو طریقہ کا ذکر اس کے حال و استعداد کے مطابق تلقین کرے، لیکن آخری زمانے میں حضرت (مجددؒ) کا طریقہ تمام طالبوں کو اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ، (سب سے) پہلے اسم ذات کی تعلیم دینا تھا اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جو کچھ پہلے (کسی مکتوب شریف میں) لکھا گیا ہے، وہ آپ کے اوائل حال میں، جب آپ مراتب و ولایت کی سیر میں مصروف تھے (کے مطابق) تھا، کیونکہ ولایت کی سیر جذبہ و سلوک [۲۱] سے وابستہ ہے۔ (لہٰذا) سلوک کے طے کرانے میں مرید کے حال کی رعایت (کرنا) اور طریقہ کے ذکر کی تعلیم (دینا)، جو مرید کی استعداد کے مطابق ہو، سلوک کو آسان بنانے کے لیے مرشد پر واجب ہے۔ [۲۲]

مثلاً اگر مرید کی استعداد مناسب جذبہ ہو تو جذبہ کے مناسب طریقہ سے تعلیم دی جا سکتی ہے، تاکہ اس کے سلوک میں خلل پیدا نہ ہو۔ لیکن جب آپ (حضرت مجددؒ تبعیت و وراثت کے ذریعہ کمال نبوت تک عروج فرماتے ہوئے جذبہ و سلوک کے دائرہ سے (آگے) نکل گئے کیونکہ کمالات نبوت ان دونوں (جذبہ و سلوک) سے وابستہ نہیں ہیں، [۲۳] اور ان مقامات میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت و محبت، اس کے آداب کا لحاظ رکھنے اور شریعت عالیہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک کی اتباع کرنے پر موقوف ہوتی ہے۔ اس وقت ذکر کی تعلیم صرف طالب کی تسلی کے لیے (ہوتی) ہے۔ ذکر اگرچہ فی نفسہٖ مفید ہے، لیکن وصول (الی اللہ) کا مدار نہیں ہے۔ [۲۴]

طریقہ نقشبندیہ کی اقربیت واسلمیت

فائدہ (۵): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۵] (گرامی) سے:

جاننا چاہیے کہ جو طریقہ (مقصود کے) زیادہ قریب، سب سے بڑھا ہوا، بہت موافق، نہایت محکم، سالم تر، زیادہ مضبوط، بڑا سچا، سب سے بہتر، اعلیٰ، بہت بزرگ، ارفع، نہایت کامل اور بہت حسین ہے، وہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ تعالٰی اَرْوَاحَ اَھَالِیْھَا وَاَسْرَارَ مَوَالِیْھَا (یعنی: اللہ تعالیٰ اس کے اہالی کے ارواح مبارک اور اس کے موالی کے اسرار پاک بنائے)۔

اس طریقہ (عالیہ) کی سب سے بزرگی اور ان بزرگواروں کے شان کی بلندی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک کو لازم پکڑنے اور ناپسندیدہ بدعتوں سے بچنے کی وجہ سے ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رنگ میں ان کے کام کی نہایت اس کی بدایت (ابتداء) میں درج ہوئی ہے۔ ان کے حضور وآگاہی نے دوام پیدا کرلیا ہے اور درجہ کمال کے وصول کے بعد وہ دوسروں کی آگاہیوں پر سبقت لے گئے ہیں۔

اخذ طریقہ اور حرام سے اجتناب

فائدہ (۶): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۶] (مبارک) سے:

آپ (ملا حسن برکی رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا تھا کہ بعض مرد اور خواتین آتے ہیں اور طریقہ (نقشبندیہ سیکھنے) کی التماس کرتے ہیں، اور کھانا، لباس اور پینا جو سود سے حاصل ہوتا ہے، اس سے پرہیز نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ شرعی حیلے سے اس کو درست کرلیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

(حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ) آپ ان کو طریقہ کی تعلیم دیں

اورحرام سے بچنے کا شوق دلائیں، شاید وہ طریقہ کی برکت سے اس شبہ سے نکل آئیں گے۔

خواتین کو تعلیم طریقہ کی صورت

فائدہ (۷): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالیٰ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۷] (مبارک) سے:

آپ (میاں شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا تھا کہ بعض خواتین طریقہ کی مشغولی طلب [۲۸] کرتی ہیں۔ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ) اگر (خواتین) محرم [۲۹] ہیں تو کوئی (چیز) منع نہیں ہے، ورنہ وہ پردہ میں بیٹھیں اور طریقہ کو اخذ کریں۔

مریدوں کو وظائف و اذکار میں سرگرم رکھنا

فائدہ (۸): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالیٰ بِسِرِّهِ السَّامِیْ (اللہ تعالیٰ ان کے بلند راز سے ہمیں پاکیزہ بنائے) کے مکتوبات [۳۰] سے:

طالبین کو طاعات کے وظائف اور اذکار میں سرگرم رکھیں اور خدمات کی بجا آوری اور آداب [۳۱] کی رعایت کرنے کا شوق دلائیں اور انہیں بیکار نہ رکھیں۔ امید ہے کہ بزرگوں کی نسبتِ خاص سے حصہ پائیں گے۔ مقصود، نسبت کا حاصل ہونا ہے اور اس کا علم (ہونا) دوسری بات ہے۔ اگر دیں تو بہت اچھا اور خوب ہے، ورنہ غم نہیں ہے۔ نسبت جب بتدریج اور محنت سے حاصل ہو تو قدر و عزت رکھتی ہے، اور جو چیز آسانی سے اور جلدی ہاتھ لگے، وہ اتنی قدر و عزت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی شخص جلدی کرے تو وہ حریص ہے، طالب نہیں ہے اور صحبت کے لائق نہیں ہے۔ لوگ کمینی دنیا کی طلب میں کیسے کیسے دکھ برداشت نہیں کرتے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی طلب (یہ تکالیف اٹھانے) کی (سب سے) زیادہ حقدار ہے۔ بزرگوں نے اس طلب میں ریاضتیں کی ہیں اور عمریں گزاری ہیں: [۳۲]

اوحدی شصت سال سختی دید

تا شبے روئے نیک بختی دید

یعنی: اوحدی نے ساٹھ برس تک تکلیف اٹھائی ہے، تب (جا کر) ایک رات خوش قسمتی کا چہرہ دیکھا ہے۔

تاثیر کی قبولیت میں تامل وتاخیر کا درجہ

فائدہ (۹): محبوب صمدانی حضرت مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۳۳] (مبارک) سے:

جاننا چاہیے [۳۴] کہ (طالب کا دیر میں) اثر پذیر [۳۵] ہونا اس کی استعداد کے نقصان کی علامت نہیں ہے۔ ایک گروہ کامل استعداد رکھنے والوں کا (ایسا) ہے جو اس بلا میں گرفتار ہیں۔

اس زمانے کے طالبین کا حال

فائدہ (۱۰): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ (ان کے بلند راز سے اللہ تعالیٰ ہمیں پاکیزہ بنائے) کے مکتوبات [۳۶] سے:

آپ نے طالبین کی بوالہوسی اور عدم استقامت کی شکایت کی تھی اور انہیں طریقہ کی تلقین کرنے سے افسردگی کا اظہار کیا تھا۔ میرے مخدوم! اس زمانے کے اکثر طالبین یہی حال رکھتے ہیں۔ سچا طالب کم ہے، لیکن خود استخارہ کرنے کے بعد، اس کے استخارہ کرنے کے بعد اور شرح صدر ہو جانے کے بعد طریقہ سکھا دینا چاہیے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص میں بے استقامتی اور روگردانی ظاہر ہو جائے تو ہوتی رہے، نقصان اسی کا ہے۔

پیر کا خود کو مریدوں کی نظر میں بارعب بنانا

فائدہ (۱۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۳۷] سے:

پیر کو چاہیے کہ مریدوں کی نظر میں خود کو بارعب و باوقار رکھے اور ان سے میل جول کا دروازہ نہ کھولے، تاکہ اس کی بزرگی وشان ان کے دلوں میں (خوب) بیٹھ جائے اور جگہ پکڑ

لے اور (یہ) عقیدت وادب کا سبب بن جائے اور ترقیات کا ذریعہ بنے۔

تاثیرِ توجہ پر شکر گزاری

فائدہ (۱۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ (۳۸) سے:

آپ نے لکھا ہے کہ (بندہ) حکم کے مطابق طالبین کے مجمع کو ایک طرح سے مشغول رکھتا تھا اور کوئی ایک شخص تاثیر کے بغیر نہیں رہتا تھا، یہاں تک کہ ان میں سے اکثر پہلی ہی توجہ میں متاثر ہو جاتے تھے۔ حَمْدًا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ. (اس پر اللہ سبحانہٗ کی ستائش ہے)۔ آپ اس نعمتِ عظمٰی کا شکر بجا لائیں اور عجب (خود پسندی) اور غرور سے ڈرتے رہیں اور (اپنے) قصور کا اعتراف کرنے والے رہیں اور طالبین کو توجہات کرنے اور ان کے احوال کی جستجو میں غفلت نہ کریں، کیونکہ (یہ) بہت بڑی عبادات میں سے ہے۔ اس کام سے فارغ ہونے اور اس کا حق ادا کرنے کے بعد (اپنی) طاقت کے مطابق دوسری طاعات (عبادات) مثلاً درس واذکار میں مشغول ہو جائیں۔ آپ نے (یہ) سنا ہوگا:

"اِنَّ اَحَبَّ عِبَادَاللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ حَبَّبَ اللّٰہَ اِلٰی عِبَادِہٖ."

یعنی: بیشک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اس کا محبوب ترین (بندہ) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت بندوں (کے دلوں) میں ڈال دے۔

مؤلف کتاب کی سرہند شریف میں پہلی اور دوسری حاضری

فائدہ (۱۳): ضعیف بندہ (۳۹) کہتا ہے، جب فقیر نے پہلے سفر دار الارشاد سرہند (شریف) پہنچ کر پیر دستگیر ہمارے شیخ اور ہمارے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شرف پایا تو آپ نے فقیر سے دریافت فرمایا کہ تم درس و تدریس کا شغل بھی کرتے ہو؟ فقیر نے عرض کیا کہ شغل باطن میں مشغول ہونے کے زمانے سے علم ظاہر کی مصروفیت اتنی (باقی) نہیں رہی ہے۔

پھر دوسرے سفر میں (بھی) تنہائی کے وقت حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے مذکورہ

سوال دوبارہ فرمایا۔ اس کمینہ نے عرض کیا کہ علم ظاہر کی مصروفیت کے وقت آنجناب (کی ذات) مقدس کی طرف توجہ (باقی) نہیں رہتی اور (توجہ ومطالعہ دونوں امور کو) جمع نہیں رکھا جاسکتا۔ آپ نے فرمایا: بغیر سوچے سمجھے کہہ رہے ہو۔ علم ظاہر کی مصروفیت ہماری نسبت کی مدد کرنے (بڑھانے) والی ہے۔ اس زمانے سے اس فقیر کو دوسری توفیق بھی حاصل ہوگئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰی ذٰلِکَ. یعنی: اس پر اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے۔

حلقہ وتوجہ کی پابندی پر اظہارِ مسرت

فائدہ (۱۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۴۰] سے:

آپ نے صبح اور ظہر کے وقت حلقہ (ذکر کی مصروفیت) اور (نماز) مغرب کے بعد دوستوں (مریدوں) پر توجہ (کرنے) کا طریقہ اور مجلس کی سرگرمی، توجہات کی تاثیر اور اس پر عظیم آثار وترقیات کے ظاہر ہونے کے بارے میں لکھا تھا۔ اس نے خوشی پر خوشی میں اضافہ کیا۔ اَللّٰهُمَّ اَکْثِرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ. یعنی: اے اللہ! تو ہمارے دینی بھائیوں میں اضافہ فرما۔

آپ کو چاہیے کہ اس باعظمت کام میں زیادہ سے زیادہ مصروف رہیں اور نیت کی تصحیح میں جان (ودل) سے کوشاں رہیں اور ہمیشہ التجا اور زاری کرتے رہیں۔

رابطہ محبت شیخ اور مدار وصول

فائدہ (۱۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ [۴۱] سے:

ہمارے طریقہ میں درجہ کمال پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ رابطہ محبت وابستہ رکھنے سے ہے۔ طالب صادق اس محبت کے راستہ سے، جو وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے، اس کے باطن سے فیوض وبرکات اخذ کرتا ہے اور معنوی مناسبت کے ذریعے ساعت بہ ساعت اس کے رنگ میں رنگا جانے لگتا ہے۔

(پیران طریقت نے) فرمایا ہے: فنافی الشیخ فنائے حقیقی کا مقدمہ ہے۔ مذکورہ رابطہ اور فنافی الشیخ کے بغیر تنہا ذکر اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا نہیں ہے۔ اگر چہ ذکر وصول (الی اللہ) کے اسباب میں سے ہے، لیکن غالباً رابطہ محبت [۴۲] اور فنافی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ جی ہاں! یہ رابطہ تنہا صحبت کے آداب کی رعایت اور شیخ کی توجہ و التفات کے ساتھ، طریقہ ذکر کو لازم پکڑے بغیر (اللہ تعالیٰ تک) پہنچانے والا ہے۔ سلوک و تسلیک اختیاری، جو دوسرے سلاسل میں جاری ہے، اس کے کام کا (دارو) مدار وظائف و اوراد پر ہے اور معاملہ کی بنیاد اور چلّوں [۴۳] پر ہے اور (ان میں) پیر طریقت کے ساتھ اس درجہ کا رجوع (مشروط) نہیں ہے۔

اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں، جو صحابہ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَانُ کا طریقہ ہے، فائدہ دینا اور فائدہ حاصل کرنا (دونوں) انعکاسی ہیں۔ شیخ مقتدا کی صحبت آداب کی رعایت کے ساتھ کافی ہے۔ اذکار و طاعات (عبادات) کے وظائف بھی مدد کرنے والے اور معاون ہیں۔ خیر البشر (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِیَاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ النَّامِیَاتُ [۴۴] کی صحبت کمالات حاصل کرنے کے لیے ایمان و تسلیم اور اطاعت کی شرط سے کافی ہے، لہٰذا وصول (الی اللہ) کا راستہ اس طریقہ میں اقرب (سب سے زیادہ قریب) ہو گیا ہے اور شیخ کامل و مکمل سے فیوض و برکات اخذ کرنے میں جوان، لڑکے، بوڑھے، زندہ اور مردہ (سب) برابر ہیں۔ اس طریقہ عالیہ کی ریاضت، جس کی بدایت (ابتدا) میں نہایت (انتہا کا کمال) مندرج (شامل) ہے۔ (صرف) سنت عالیہ کا اتباع کرنا اور ناپسندیدہ [۴۵] بدعتوں سے پرہیز کرنا ہے۔

کامل کا ناقص کو اجازت طریقت دینا

فائدہ (۱۶): مبدأ و معاد [۴۶] میں (ہے):

کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ ایک کامل (بزرگ) کسی ناقص (مرید) کو طریقت کی تعلیم کی اجازت دیتا ہے اور مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس (ناقص) کا کام (بھی) تکمیل

کو پہنچ جاتا ہے۔ حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے (حضرت) مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کو درجہ کمال تک پہنچنے سے پہلے تعلیم طریقت کی اجازت (عنایت) فرمائی تھی اور فرمایا تھا: ''اے یعقوب! جو کچھ مجھ سے تجھے پہنچا ہے، (اسے) لوگوں تک پہنچاؤ۔'' اس کے بعد (حضرت) مولانا (یعقوب) چرخی رحمۃ اللہ علیہ کا کام حضرت خواجہ علاء الدین عطار قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں مکمل ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی (رحمۃ اللہ علیہ) نفحات الانس میں (حضرت) مولانا (یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ) کو اوّل (حضرت) خواجہ علاء الدین عطار (رحمۃ اللہ علیہ) کے مریدوں میں شامل کرتے ہیں اور ثانیاً (ان کی) نسبت (حضرت) خواجہ (بہاء الدین) نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) کی جانب کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ نقص (مراتب کی کمی) اگرچہ اجازت کے منافی ہے، لیکن جب کامل و مکمل ناقص کو اپنا نائب بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ سمجھتا ہے تو پھر نقص (مراتب کی کمی) کا ضرر (دوسروں تک) تجاوز نہیں کرتا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا. یعنی: اور اللہ سبحانہٗ ہی تمام کاموں کی حقیقت کو خوب جانتا ہے۔

دعوت اسماء و ختم خواجگانؒ

فائدہ (۱۷): محبوب صمدانی مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۴۷] سے:

ہمارا طریقہ (نقشبندیہ) دعوتِ اسماء کا طریقہ نہیں ہے۔ اس طریقہ کے اکابر نے ان اسماء کے مسمّٰی (اللہ سبحانہٗ) میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔ ان بزرگواروں کی نسبت [۴۸] سے اگر تھوڑی سی بھی ہاتھ لگے تو وہ تھوڑی نہیں ہے، کیونکہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں درج ہے۔

فائدہ (۱۸): بندۂ ضعیف [۴۹] عُفِیَ عَنْہُ کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیر (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے منقول ہے کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں ختم [۵۰] خواجگان

بزرگوار قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمْ مرادوں کو حاصل کرنے کے لیے دعوت اسماء کا کام (اثر) کرتا ہے، جو دوسرے سلاسل میں (رائج) ہے۔

اپنے پیر کی فضیلت کا اعتماد

فائدہ (۱۹): مبدأ و معاد [۵۱] میں:

جاننا چاہیے کہ مرید کا (اپنے) پیر کے افضل اور اَکمل ہونے کا اعتقاد رکھنا، اس محبت کا ثمرہ اور مناسبت کا نتیجہ ہوتا ہے، جو فائدہ پہنچانے (افادہ) اور فائدہ حاصل کرنے (استفادہ) کا سبب (ہوتی) ہے۔ لیکن چاہیے پیر کو اس جماعت پر، جس کی فضیلت شرع شریف میں مقرر ہو چکی ہے، فضیلت نہ دے، کیونکہ افراط (زیادتی) کا سبب ہے اور وہ بری (چیز) ہے۔... لیکن اگر ان (حضرات جن کی فضیلت شرع شریف میں مقرر ہو چکی) کے علاوہ دوسرے پر (اپنے پیر کو) فضیلت دے تو (یہ) جائز ہے، بلکہ طریقت میں واجب ہے۔ یوں فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں ہوتا، بلکہ اگر مرید مستعد ہے تو اس میں بے اختیار یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کو وسیلہ سے پیر کے کمالات کو حاصل کرتا ہے۔ اگر یہ فضیلت دینا مرید کے اپنے اختیار سے ہو اور وہ تکلف سے (یہ اعتقاد) پیدا کرے تو جائز نہیں ہے اور (یہ) کوئی نتیجہ نہیں بخشتا۔

ہدایت دوّم

ذکر قلبی اسم ذات کے بیان میں

طریقہ ذکر

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۵۲] سے:

غور سے سنیں کہ ہمارے طریقہ میں شغل باطنی کی (چند) اقسام ہیں۔

قسم اوّل ذکر اسم ذات ہے۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنی زبان کو تالو سے چپکائے اور پوری ہمت [۵۳] سے قلبِ صنوبری [۵۴] کی جانب متوجہ ہو جائے، جو بائیں پہلو میں واقع ہے۔ یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے، جو عالم امر سے ہے اور اسے حقیقت جامعہ بھی کہتے ہیں۔

(بعدازاں) لفظِ مبارک ''اللہ'' کو دل میں خیال کے طور پر گزارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو ادا کرے، بغیر اس کے کہ دل کی صورت کا تصور کرے۔ سانس کو بند نہ کرے اور ذکر کرنے میں اس (سانس) کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس کو بطور خود آنے دے۔ لفظ مبارک ''اللہ'' سے ذاتِ بیچوں (اللہ سبحانہٗ کی بے مثل ذات) مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے، تاکہ ذات کی بلندی [۵۵] سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ میں نہ پھنسے۔

جاننا چاہیے کہ جس طرح (لطیفہ) قلب دائیں طرف سے تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، (لطیفہ) روح دائیں پہلو سے تعلق رکھتا ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیان جو (لطائف) سر، خفی اور اخفیٰ کا مقام ہے اور وہ (بھی) ذکر کا مقام ہے۔ نفس

اور حواس باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے۔

جب ذکر غائب ہو جاتا ہے تو وہ تمام بدن کو گھیر لیتا ہے اور بدن کا ہر حصہ دل کے رنگ میں ذاکر بن جاتا ہے۔ اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں۔

طالب کو چاہیے کہ ذکر پر ایسی مداومت (ہمیشگی) کرے کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ بن جائے اور اس کی لازمی صفت بن جائے، جس طرح کہ سننا سامعہ (۵۶) (کان) کی صفت اور دیکھنا باصرہ (آنکھ) کی صفت ہے۔ اس طرح کہ اگر (سالک) تکلّف سے ذکر و حضور کو دل سے دور کرنا چاہے تو وہ دور نہ ہو۔

سلطان الذکر کا اثبات

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۵۷) سے:

آپ نے لکھا تھا کہ اب تک سلطان الذکر کے بارے میں نہ کسی کتاب میں دیکھا گیا اور نہ سنا گیا۔ ہمارے مخدوم! سلطان الذکر ہمارے طریقہ میں مشہور و معروف اور جاری ہے اور ہم اپنے پیروں سے سنتے آئے ہیں۔ ہماری اختراع نہیں ہے، جو کچھ ہے بزرگوں ہی سے ہے۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی (۵۸) قُدِّسَ سِرُّہٗ، جو ہندوستان کے اکابر مشائخ میں سے حضرت خواجہ (عبید اللہ) احرار (۵۹) قُدِّسَ سِرُّہٗ کے زمانے کے قریب ہوئے ہیں، آخری عمر میں آپ پر استغراق و بیخودی غالب آگئی۔ نماز کے اوقات میں آپ کو بلند آواز سے بیدار کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ سے اس کا راز دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دل کو ذکر سے بہت زیادہ کوٹا ہے (لہٰذا) سلطانِ ذکر ہر وقت غالب رہتا ہے اور مجھے مجھ سے چھین لیتا ہے (یعنی بیخود کر دیتا ہے)۔

دائمی اور ضروری شے توجہ و حضور قلبی ہے۔

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۶۰) سے:

اگر ذکر قلبی سے دل کی حرکت اور جنبش مراد لی جائے تو اس کے دوام [۶۱] (ہمیشگی) کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نہ فنا کی حالت میں اور نہ غیر فنا کی حالت میں۔ جو چیز دائمی اور ضروری ہے، وہ دل کی توجہ اور حضور قلبی ہے، خواہ حرکت (قلبی) ہو یا نہ ہو۔

خوارق وکرامات کا مرتبہ

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ کے مکتوبات [۶۲] سے:

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں خوارق وکرامات کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان تمام خوارق وکرامات کا مرتبہ قلب کو ذکر کے ساتھ آراستہ کرنے اور ذکرِ ذات کے وجود (کے مرتبہ) سے بہت نیچے ہے۔

سات قدم کا راستہ

فائدہ (۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ کے مکتوبات [۶۳] سے:

یہ راستہ، جس کے طے کرنے میں ہم مشغول ہیں، کل سات قدم ہیں۔ دو عالم خلق سے اور پانچ عالم امر سے ہیں۔ عالم امر کے پانچ (قدم لطائف) قلب، روح، سرّ، خفی اور اخفی ہیں، اور عالم خلق کے دو (قدم لطائف) قالب اور نفس ہیں۔ قالب (بدن) چار عناصر (خاک، پانی، ہوا، آگ) سے مرکب ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عمل دو طرح پر ہے: عبادت اور رسم

فائدہ (۶): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۶۴] سے:

آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے، جبکہ وہ ذوق وشوق بخشتا ہے۔ دوسری چیزوں سے، جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں نہ تھیں، مثلاً فرجی (لمبا کھلا چغہ)، شال (چادر) اور سراویل (شلوار) کے لباس سے منع کیوں نہیں

کرتے؟ ہمارے مخدوم! نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عمل (مبارک) دو طرح پر ہے، (ایک) عبادت کے طور پر یا (دوسرا) رسم ورواج کی صورت پر۔ جو عمل عبادت کے طریقہ پر ہے، اس کے خلاف کرنا بدعت منکر سمجھتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں، کیونکہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے۔ (۶۵) جو عمل رسم ورواج کے طور پر ہے، میں اس کے خلاف کو بدعت ومنکر نہیں سمجھتا اور اس کے منع کرنے میں مبالغہ نہیں کرتا، کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا اور نہ ہونا رسم ورواج پر مبنی ہے، نہ کہ دین ومذہب پر۔ کیونکہ بعض شہروں کے رواج دوسرے شہروں کے رواج کے خلاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے رسم ورواج میں بھی تفاوت واقع (ہوتا) ہے، البتہ عادی سنت کا لحاظ رکھنا بھی (بہت سے) نتائج اور سعادتوں کا موجب ہے۔

ہدایت سوّم

ذکر قلبی نفی و اثبات کے بیان میں

ذکر نفی و اثبات کا طریقہ

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۶۶) سے:

دوسری قسم ذکر نفی و اثبات ہے، یعنی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے (۶۷) اور کلمہ ''لَا'' کو ناف سے کھینچے اور سر کی چوٹی تک پہنچائے اور ''اِلٰـــــهَ'' کو سر کی چوٹی سے دائیں کندھے کے اوپر لائے، اور ''اِلَّا اللّٰهُ'' دائیں کندھے سے صنوبری دل (۶۸) پر جو بائیں پہلو میں واقع ہے۔ اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس (۶۹) کی صورت ہو جاتا ہے۔ ان کلمات کو ایک مقام (۷۰) سے دوسرے مقام پر لے جانا، خیال سے ہونا چاہیے اور اعضاء کی حرکت کے بغیر۔ (سالک) سانس کو بھی حرکت نہ دے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے رکھے۔ سانس کا روک کر رکھنا جب تک ساتھ دے، اس کلمہ کو کہتا رہے، لیکن ہر سانس میں طاق (عدد سے) کہے، جفت نہ کہے۔ اس وجہ سے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں۔ یعنی عدد سے آگاہی ہونی چاہیے۔ جب سانس تنگ ہو جائے تو چھوڑ دے۔ اس کے بعد کلمہ کے معنی کا تصور اس طرح کرے کہ نہیں ہے کوئی مقصود (میرا) سوائے ذات پاک (اللہ) کے۔ بعد ازاں پھر سانس روکے اور پہلے طریقہ کے مطابق وہی ذکر کرے۔ ثُمَّ کَذَا، ثُمَّ کَذَا، ثُمَّ کَذَا (یعنی: پھر اسی طرح، پھر یونہی، پھر اسی طرح)۔

اس ذکر کی (سب سے پہلے) تعلیم حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی [۷۱] رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم فرمائی، جو حضرات خواجگان قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِهِمْ کے سلسلہ کے سردار ہیں۔ حضرت خواجہ (خضر علیہ السلام) نے (ان کو) فرمایا کہ پانی کے حوض میں غوطہ لگاؤ اور انہوں نے پانی میں (ان کو) تعلیم فرمائی۔ شاید پانی میں غوطہ لگانا اس لیے ہو کہ سانس برقرار رہے۔

صحنِ باطن کی صفائی

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۷۲] سے:

پوری ہمت کے ساتھ قلب کے تعلقات کو منقطع کرنے کے درپے ہو کر اس کلمہ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی مدد سے باطن کے صحن کو لحہ بہ لحہ ان تعلقات سے صاف (خالی) کرے، اِلٰی اَنْ یَّبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَهٗ (یعنی: یہاں تک کہ مقررہ وقت آجائے):

تا بجاروب لَا نروبی راہ
کے رسی در سرائے اِلَّا اللہ

یعنی: جب تک تو راستے کو "لَا" کے جھاڑو سے صاف نہ کرے، (اس وقت تک) "الا اللہ" کی سرا میں کب پہنچ سکتا ہے۔

مبتدی کی توجہ اور ذکر نفی و اثبات

فائدہ (۳): محبوب صمدانی مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۷۳] سے:

چھٹے سوال کا حاصل یہ (ہے) کہ جب شروع ہی سے اس طریقہ کے طالبین کی توجہ ذات احدیت صرف کی جانب ہے تو چاہیے کہ یہ توجہ نفی و اثبات کے ساتھ جمع نہ ہو، کیونکہ نفی کے وقت غیر کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے۔

جواب یہ (ہے) کہ جب غیر کی جانب توجہ کرنا توجہ احدیت کی تقویت اور تربیت کے لیے ہے اور غیر کی نفی سے مقصود اس توجہ کا دائمی حصول اغیار کی مزاحمت کے بغیر ہے تو پھر

غیر کی نفی کی توجہ احدیت کی توجہ کے منافی نہیں ہے۔ شَتَّانَ مَابَيْنَ هُمَا. (٧٤) یعنی: ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

ساتویں سوال کا حاصل یہ (ہے) کہ چاہیے کہ اس طریقہ کا مبتدی جو ذکر منہ اور زبان سے کرتا ہے، دل بھی وہی (مفہوم) کہتا ہے، لیکن نفی و اثبات میں دل پورا (کلمہ) ادا کرتا ہے یا نہیں؟ اگر پورا (کلمہ) ادا کرتا ہے تو پھر ''لا'' کو اوپر اور ''الٰہ'' کو بائیں طرف کیوں پھیرتے ہیں؟

جواب یہ (ہے) کہ دل اگر پورا (کلمہ) کہے تو کیا نقصان رکھتا ہے؟ کہ (مبتدی) ''لا'' کو اوپر کی طرف لے جاتا ہے اور ''الٰہ'' کو بائیں جانب پھیرتا ہے اور ''الا اللہ'' اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کیونکہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں نفی و اثبات کو خیال سے ادا کرتے ہیں، منہ اور زبان کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، تاکہ دل کی موافقت کی شرط قبول ہو جائے۔

آپ کے یہ دونوں سوال (حضرت) فخر رازی (٧٥) (رحمۃ اللہ علیہ) کے شکوک کی مانند ہیں۔ اگر آپ اچھی طرح توجہ (غور و فکر) کرتے تو (یہ) رفع ہو جاتے۔

حبسِ دم (سانس کو روکنا) بدعت نہیں

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ السَّامِىْ کے مکتوبات (٧٦) سے:

تیرہواں سوال: حبسِ دم (سانس کو روکنا) بدعت ہے یا نہیں؟ اگر بدعتِ حسنہ کہیں تو حضرت (مجدد) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مطابق کسی بدعت میں حسن (خوبی) نہیں ہے۔ پھر یہ عمل بدعت (کے دائرے) سے کس طرح باہر ہو سکتا ہے؟

جواب: ذکر اپنی ذات کے لحاظ سے حسن و مسنون ہے، لیکن حبس (سانس کا روکنا) اس میں تب بدعت ہوگا جب ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدرِ اوّل (پہلے زمانے) میں نہیں تھا اور وہ ممنوع ہے۔ نیز حبس (سانس کے روکنے) کا یہ طریقہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (رحمۃ اللہ علیہ) کو تعلیم فرمایا تھا، جو سلسلہ خواجگان (رحمۃ اللہ

علیہم) کے سردار تھے اور ان کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

ہمارے حضرت خواجہ (بہاء الدین نقشبند) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے ملفوظات میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ میں خرقہ کو حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مُعَنعَنْ (۷۷) (مسلسل اسناد کے ساتھ) بیان کرتے ہیں اور ذکر کو مُعَنعَنْ (مسلسل اسناد کے ساتھ) بیان نہیں کیا گیا، لیکن سلسلہ نقشبندیہ اور کبرویہ (۷۸) میں حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما (کے واسطے) سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر مُعَنعَنْ (مسلسل اسناد کے ساتھ) پہنچا ہے اور اس کے واسطوں (اسناد) میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا۔

نیز اسی اثنا میں حاضرین میں سے ایک (شخص) نے سوال کیا کہ یہ جو (لوگ) کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے پہنچا ہے (یہ) کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا: اس سلسلہ میں وہ ذکر جسے وقوف عددی کہتے ہیں، وہ مقررہ طریقے، مثلاً حبسِ دم (سانس کو روکنے) اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو اس کے ساتھ ملانے (۷۹) کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مُعَنعَنْ (مسلسل اسناد کے ساتھ) پہنچا ہے اور طریقہ صحبت (رابطہ) بھی آپ ہی سے پہنچا ہے، کیونکہ آپ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) سفر و حضر میں آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ ہوتے تھے اور صحبت کے ذریعے فیض حاصل کرتے تھے۔

تلقینِ ذکر

فائدہ (۵): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۸۰) سے:

ذکر کی تلقین کرنا (ایسے ہے) جیسے بچوں کو (ابتدائی طور پر) ''الف'' اور ''با'' کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مقصودِ ذکر

فائدہ(۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ کے مکتوبات (۸۱) سے:

ذکر (سلوک کا) مقصد اصلی نہیں ہے، بلکہ (یہ) مذکور (ذاتِ حق) میں فنا ہونے کا وسیلہ ہے۔

ہدایت چہارم

فنائے قلبی کے بیان میں، اس کے لائق تحقیقات کے ساتھ

ماسوا (اللہ) کے بھلانے کے بیان میں

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۸۲] سے:

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوا (اللہ) کو بھول جائے اور غیر اللہ کے علمی و حبی تعلق، جو علم حصولی سے متعلق ہے، سے رہائی حاصل کرے۔ اور قدیم کو حادث سے علم و محبت کی رُو سے جدا کرے اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ حضور، اس طرح دل کا ملکہ بن جائے کہ اگر کوشش سے بھی ماسوا (اللہ) کو یاد کرے تو وہ اس کی یاد میں نہ آئے۔ اگر بالفرض اس قلب والے کو حضرت نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی عمر دی جائے تو بھی ہرگز غیر اس کا خطرہ (خیال) نہ بنے۔ اس حالت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ (یہ) سیر الی اللہ کی تکمیل سے وابستہ ہے اور واجب تعالیٰ کے افعال تک پہنچنے کا نتیجہ ہے۔

مقامات کہنے کو نزدیک اور حاصل ہونے میں بہت دور

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۸۳] سے:

جن مقامات کا ذکر مجمل طور پر بیان کیا جاتا ہے وہ کہنے کو نزدیک اور حاصل ہونے میں بہت دور ہیں۔ مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ عالم امر کے پانچ [۸۴] (قدم) کو طے کر کے ان کے اصول کی سیر کرے، تا کہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔ اس (تھوڑی سی) عبادت میں سیر الی اللہ (ولایت صغریٰ) کا پورا ذکر آ گیا اور اس سیر کے پورا ہونے کے لیے پچاس ہزار

سال کی مدت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

آیت کریمہ: تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (سورۃ المعارج، آیت ۴- یعنی: فرشتے اور روحیں عروج کرتی ہیں، اس دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے) اسی (امر) کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جَلَّ سُلْطَانُهٗ کی جذب وعنایت کے لیے آسان ہے کہ اس (قدر) دراز مدت کے کام کو پلک جھپکنے کی دیر میں میسر کر دے۔

ع با کریماں کارہا دشوار نیست

یعنی: کریموں کے لیے کام مشکل نہیں ہیں۔

فنائے قلبی

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات[(۸۵)] سے:

فنائے قلبی، جو ہمارے طریقہ میں بعض طالبین کو آسانی سے ہاتھ لگتی ہے، اس طرح ہیں جیسے کہ کسی شخص کی آنکھیں باندھ دیں اور اسے اچانک منزل پر پہنچا دیں۔[(۸۶)]

بدلنے اور نہ بدلنے والے رنگوں اور انوار کے مشاہدات اور کشوف و واردات جو حقیقی مقصد سے اتنا تعلق نہیں رکھتے، اس نسیان (ماسوا اللہ کو بھلانے) کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے۔ اس معنی کا حاصل ہونا طالبین کے حق میں آسان کام نہ سمجھیں اور سیر الی اللہ کے پورے دائرے کو طے کرنا، جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کیا گیا ہے، آسان نہ سمجھیں۔ تلوینات سے پوری طرح نکل کر تمکینات سے مل جانے کو حقیر (کام) خیال نہ کریں۔ جی ہاں! یہ معاملہ دوسرے کمالات کی بہ نسبت، جو اس کے اوپر ہیں، دریائے محیط کے بالمقابل (ایک) قطرے کا درجہ رکھتا ہے۔ شعر:

آسمان نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی ست پیش خاکِ تود

یعنی: آسمان عرش کی نسبت بہت نیچے واقع ہوا ہے، ورنہ خاک کے تودہ کے سامنے تو بہت ہی بلند ہے۔

قبض وبسط

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۸۷) سے:

قبض وبسط مبتدیوں کو، جو اربابِ قلوب (۸۸) ہیں، ہاتھ لگتی ہے اور یہ قلب کی تلوینات میں سے ہے۔ جو شخص تلوین سے گزر کر تمکین سے جاملا ہے، وہ قبض وبسط سے رہائی پاچکا ہے۔ جو کچھ اسے پیش آتا ہے، وہ قبض وبسط کی صورت ہے اور (اس میں) نام کی مشارکت پائی جاتی ہے۔ اس کے (حال کے) مناسب خوف وامید ہے، جیسا کہ (حدیث پاک میں آیا ہے): وَالْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ -یعنی: اور ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

قبض صوری

فائدہ (۵): بندۂ ضعیف (مؤلف کتاب) (۸۹) رَحِمَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کہتا ہے کہ ایک روز اِس فقیر نے حضرت پیر دستگیر (خواجہ محمد معصوم) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں قبضِ باطن کے متعلق شکایت کی کہ ان دنوں میں قبض (باطن) بہت ہے۔ آپ نے (ارشاد) فرمایا کہ قبض وبسط ارباب قلوب کو ہوتی ہے۔ (۹۰) بندہ نے عرض کیا کہ قبض کی سی صورت ہے؟ آپ نے (ارشاد) فرمایا: "ہاں! (یہ) قبضِ صوری ہے" (جو مضر نہیں)۔

رجوع اور عدم رجوع

فائدہ (۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۹۱) سے:

(سوال): (آپ نے) پوچھا تھا کہ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ "مَارَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِیْقِ وَمَنْ وَصَلَ لَایَرْجِعُ." یعنی: جو شخص لوٹا سوائے اس کے نہیں کہ

وہ راستے سے لوٹا، اور جو پہنچ گیا وہ نہیں لوٹا۔ اگر ایک سالک فنائے قلبی سے مشرف ہو گیا ہو تو کیا اس کے لیے رجوع (لوٹنا) جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح فنائے روحی اور اس سے اوپر اخفیٰ تک (کے لطائف میں یہ رجوع روا ہے یا نہیں؟)

(جواب): میرے مخدوم! صاحبِ فنائے قلب سیر الی اللہ کو پورا کر کے اپنی اصل سے واصل ہو گیا ہے اور تلوین سے (گزر کر) تمکین کے ساتھ جا ملا ہے، (لہٰذا) امید ہے کہ اس بزرگ کے قول کے مطابق رجوع (لوٹنے) سے محفوظ رہے گا۔ وَهٰكَذَا حَالُ فَنَاءِ سَائِرِ اللَّطَائِفِ. یعنی: یہی حال سب لطائف کی فنا کا ہے۔

ہمارے حضرت (مجدد) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِي نے (اپنے مکتوبات شریف میں) متعدد مقامات پر تحریر فرمایا ہے کہ اگر اس قلب کو حضرت نوح عَلٰی نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی عمر دی جائے اور بعض جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اس کی عمر ہزار سال کو پہنچ جائے تو اس نسیان کی وجہ سے جو اس کے دل کو ماسوا (اللہ) سے حاصل ہو گیا ہے، اس کے دل میں ماسوا (کا خیال) ہرگز نہ گزر سکے گا۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس صاحبِ فنا کے لیے رجوع (لوٹنا) نہیں ہے۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ صاحبِ فنا تلوینات سے گزر کر تمکین سے جا ملا ہے۔ جی ہاں! حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے مکتوبات جلد اوّل [۹۲] میں کسی ارادتمند [۹۳] کو تحریر فرمایا ہے کہ خبردار! تم دل کی اس سلامتی پر ہرگز مغرور نہ ہو، کیونکہ (یہ) رجوع (لوٹنے) کا احتمال رکھتی ہے۔ اس عبارت سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اگرچہ ہو سکتا ہے کہ حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے معلوم کر لیا ہو کہ وہ شخص اس سلامتی کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے اور (آپ نے) اس کے نقص اور عدمِ وصول پر دلالت فرمائی ہو۔ (نیز) ممکن ہے کہ اس وقت تک اس فانی کا عدم رجوع یقینی طور پر (ظاہر) نہ ہوا ہو اور رجوع کا احتمال ہو۔ بعد ازاں اس کے خلاف ثابت ہو گیا ہو۔ (نیز) ہو سکتا ہے کہ حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) مکتوب الیہ (حضرت ملا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ) کے دنیاوی امور میں کثرت [۹۴] سے مشغول ہو جانے سے آگاہ ہو گئے ہوں اور تنبیہ

کرنے کی غرض سے ان کو لکھا ہو کہ رجوع کا احتمال (باقی) ہے۔ اس معنی (احتمال) سے وقوع لازم نہیں آتا۔ احتمال کا دائرہ وسیع ہے اور ان کو خبردار کرنے کے لیے احتمال کو راستہ دیا گیا ہے۔ اگر کہیں کہ فنائے نفس کے بغیر فنائے قلب (حاصل) ہے (اور) نفس اپنے اصلی مقام میں ابھی رعونت، تکبر، شر اور اپنی سب برائیوں کا حاصل ہے تو پھر سلامتی کس طرح (ممکن) ہو سکتی ہے؟ اور امن کہاں سے (میسر) آ سکتا ہے؟

(اس کے جواب میں) ہم یہ کہتے ہیں: ہم امیدوار ہیں کہ فنائے قلبی اور سلامتی قلب کے بعد نفس کا شر اور تمام برائیاں اس (سالک) میں اثر نہیں کرتیں، نیز اس کے نسیان میں خلل نہیں ڈالتیں۔ یا یہ کہ ہم کہتے ہیں فنائے قلب کے بعد نفس کا شر اور تمام برائیوں پر رہنا ممنوع ہے، کیونکہ محسوس ہوتا ہے کہ اس فنا کے بعد نفس اپنی قدرت (و تیزی) سے عاری ہو جاتا ہے، بلکہ وہ قلب کے حال کے مشاہدہ اور اس کے مطلوب (حقیقی) میں فنا و مستغرق ہو جانے اور صالح ہمنشین کی دولت صحبت (کی برکات) سے اپنے بہت سے برے اوصاف پر نادم ہو جاتا ہے اور اصلاح کی جانب آ جاتا ہے۔

(سوال): (آپ نے) پوچھا تھا کہ ”فنائے قلبی و روحی وغیرہما کے لیے خواب و بیداری میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور لازم ہے یا نہیں؟“

جواب: لازم ہے، کیونکہ فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے، اور جو دوام نہیں رکھتی، وہ دائرہ اعتبار سے خارج ہے۔ فنا اور استہلاک کا معاملہ حضور سے برتر اور نازک تر ہے۔ جہاں استہلاک و اضمحلال (فنائیت) ہے، وہاں حضور کا اطلاق عار ہے۔ فنا میں ماسوا (اللہ) کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا ضروری ہے اور دائمی حضور (۹۵) میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنے سے کچھ بھی ضروری نہیں ہے۔ دائمی حضور ماسویٰ کے حضور کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے، اس پانی کی طرح جو جاری رہتا ہے اور کوڑا کرکٹ بھی اس کے اوپر بہتا رہتا ہے اور اس کے بہاؤ میں خلل نہیں ڈالتا۔

خلوص اور یکسوئی و یک روئی

فائدہ (۷): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ کے مکتوبات[(۹۶)] سے:

جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ فرماتا ہے: اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (سورۃ الزمر، آیت ۳ - یعنی آگاہ رہو، اللہ تعالیٰ کے لیے خالص دین ہی ہے)۔ لہٰذا طالب حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طلب و محبت میں یکسو اور یک رو ہو، کیونکہ یہ عظیم امر شرک کی گنجائش نہیں رکھتا۔ (سالک) جس قدر کثرت میں پھنسا ہوا ہے اور کثرت کی سمتوں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے، وہ اگرچہ طلب و علم اور محبت کے ساتھ ہو، (پھر بھی) حقیقی وحدت سے دور و مہجور ہے اور جتنا کثرت سے الگ ہوتا جائے گا، خواہ توجہ و التفات اور طلب کی رُو سے، خواہ دید و دانش (دیکھنے اور جاننے) کی رُو سے، وہ (اتنا ہی) وحدت کے زیادہ قریب ہوتا جائے گا۔

جب تک سالک (کثرت کے) دور کرنے کے درپے ہے، وہ مقام طریقت میں ہے اور جب معاملہ ''دور کرنے'' سے ''دور ہونے'' تک پہنچ جائے، اور ماسویٰ کی محبت اور دید و دانش سے نجات حاصل کر لے تو حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام میں دل کو ماسویٰ اللہ سے اس قدر بے تعلقی و نسیان ہاتھ لگتا ہے کہ اگر سالک کئی سال تک ماسویٰ کی یاد و استحضار کا تکلّف کرے تو بھی وہ میسر نہیں ہوتا اور یاد نہیں آتا، اور دل میں گزر نہیں کرتا۔ اس وقت میں دل نہ دنیا کی خوشی سے شاد ہوتا ہے اور نہ اس کے غم سے غمگین۔ جو نسیان دل کو ماسویٰ سے حاصل ہوا ہے، یہ کمالات ولایت سے پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لیے شرط ہے۔ یہ معاملہ فنائے قلبی کی تعبیر ہے۔ کوشش کرنی چاہیے تا کہ پہلا کمال ہاتھ آئے۔ اس کے بعد دوسرے کمالات کی بات کی جائے۔

فنائے قلب

فائدہ (۸): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی

بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۹۷) سے:

فنائے قلب، جو کہ برزخ اور حقیقت جامعہ ہے، تجلی فعل سے وابستہ ہے، کیونکہ فعل بھی برزخ جامع ہے۔ قلب کو اس کے ساتھ کامل مناسبت ہے اور اس تجلی فعلی سے (سالک کو) یقین ہو جاتا ہے کہ فیوض و برکات کا جاری کرنا اس (اللہ) تعالیٰ کا فعل ہے، درمیان کے وجود اور واسطے بہانہ سے زیادہ (کچھ) نہیں ہیں۔ درمیانی واسطہ کی موت و حیات یکساں ہے۔ اس وقت فوت ہو جانے والوں سے زندہ کی مانند بہرہ ور ہوتا ہے۔

ایک شیخ کی فنا و محویت

فائدہ (۹): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۹۸) سے:

واضح ہو کہ انہی دنوں میں گرد و نواح کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے اس فقیر کی جانب پیغام بھیجا اور اپنے احوال کا اظہار کیا کہ فنا و محویت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ میں جس چیز کی جانب نظر کرتا ہوں (اسے) کچھ نہیں پاتا ہوں، آسمان و زمین کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں تو (ان کو بھی) کچھ نہیں دیکھتا ہوں (اور) عرش و کرسی کی جانب بھی جب دیکھتا ہوں تو کچھ نہیں پاتا ہوں۔ اپنے آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو کچھ نہیں پاتا ہوں۔ جس شخص کے پاس جاتا ہوں تو اس کو بھی کچھ نہیں پاتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بے انتہا ہے اور اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا۔ مشائخ نے اسی کو کمال سمجھ لیا ہے۔ اگر آپ بھی اسی کو کمال سمجھتے ہیں تو پھر میں حق تبارک وتعالیٰ کی طلب کے لیے آپ کے پاس کس لیے آؤں؟ اور اگر آپ کسی اور بات کو کمال سمجھتے ہیں تو (پھر) لکھ بھیجیں۔

فقیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ حال احوال قلب کے تلوینات سے ہے اور قلب اس راہ کا پہلا زینہ ہے۔ ان احوال کے صاحب نے ابھی مقامِ قلب سے (صرف) چوتھا حصہ (ہی) طے کیا ہے، (مقام) قلب سے ابھی تین حصے اس کو طے کرنے چاہئیں۔ اس کے بعد دوسرے زینے پر، جو روح ہے، عروج کرنا چاہیے، اِلٰی مَاشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

یعنی: جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔

شعوراورعدم شعور

فائدہ (۱۰): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۹۹) سے:

آپ نے لکھا تھا کہ نہ اپنا شعور (باقی) رہا اور نہ اپنے عدم کا شعور (امتیاز باقی) رہا۔ یہ حالت فنائے قلب میں، جس کا تذکرہ بالمشافہ ہوتا تھا، حاصل ہے، کیونکہ دائمی نسیان میں نہ قلب ماسویٰ (اللہ) کا شعور رکھتا ہے اور عدم شعور کا شعور رکھتا ہے۔

ایک راز

فائدہ (۱۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۰۰) سے:

جب خطرہ (۱۰۱) قلب سے اٹھ جاتا ہے تو دماغ میں چلا جاتا ہے۔ دماغ سے، جو حواس باطنہ کا مقام ہے، جب (خطرہ) برطرف ہو جائے تو کہاں جائے؟ یہاں ایک راز ہے، جس کے ساتھ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ ممتاز تھے، دوسروں کو کیا حاصل ہوگا؟

راز کا تذکرہ

فائدہ (۱۲): ضعیف بندہ (۱۰۲) رَحِمَہُ اللّٰہُ کہتا ہے، اس راز کے بیان میں سے تھوڑا سا اس رسالہ کے خاتمہ میں مذکور ہوگا۔ بِمَشِیَّتِہٖ سُبْحَانَہٗ. یعنی: (اللہ) سبحانہٗ کی رضا سے۔

نفس کی خودنمائی

فائدہ (۱۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۰۳) سے:

''جاننا چاہیے کہ اس کمال (۱۰۴) میں اگرچہ باطن کو دوام حضور (حاصل) ہے اور

ماسویٰ (اللہ) کی گرفتاری سے آزادی (مل چکی ہے)، لیکن اس کا نفس حاضر اور علم حضوری اپنی جگہ پر موجود ہے اور اس کی منازعت وانانیت قائم ہے۔"

فنائے قلب اور نفس

فائدہ (۱۴): ضعیف بندہ [۱۰۵] رَحِمَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیر (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے پہلے سفر میں چار دن کے اندر فناء (قلب) کی خوشخبری دی تھی اور فرمایا تھا کہ ابھی نفس قائم ہے، اس کی فکر کرنی چاہیے۔

ہدایت پنجم

عدمیت، فنائے نفس (اور) اس سے متعلق تحقیقات کے بیان میں

توحید خواص کی تفصیل

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [(۱۰۶)] سے:

''خواص کی توحید کا درجہ دوّم [(۱۰۷)] یہ ہے کہ نفسِ حاضر اور اس کا اپنا علم حضوری بھی زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اَنانیت، ہمسری اور شرکت کے دعویٰ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خود کو اَنا سے تعبیر نہیں کر سکتا، کیونکہ انانیت و خودی اس سے زائل ہو چکی ہے۔ اس وقت اگر توجہ و حضور ہے تو از خود بخود ہے، کیونکہ عارف کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ عارف اس وقت عین ہو گیا ہے اور (اللہ) سبحانہٗ کی ذات کے ساتھ ایک ہو گیا ہے۔ اَنا الحق کہنا [(۱۰۸)] اس مقام تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے۔ اس لیے کہ فنا و نیستی اور اَنا کے زائل ہونے کی صورت میں اَنا الحق کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور ''سبحانی'' (کا کلمہ) زبان سے نہیں نکالا جا سکتا۔

شعر:

خیالِ کج مبر اینجا و بشناس
کسے کو در خدا گم شد خدا نیست

یعنی: اس جگہ کج خیالی مت کر اور پہچان لے (کہ) جو شخص خدا میں گم ہو گیا، وہ خدا نہیں ہے۔

اس حالت کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ فنا کی حقیقت اس مقام میں حاصل (ہوتی)

ہے۔ پہلی فنا (کا حاصل) باطن کے آئینہ کو ماسویٰ (اللہ) کے نقوش اور غیر اللہ کی صورتوں کے حصول سے خالی کرنا ہے، خواہ وہ ماسویٰ (اللہ) آفاقی ہوں یا انفسی ہوں، یہ کمال تجلی افعال کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور دوسری فنا جو عارف کے علم حضوری کی نفی کے ساتھ اس کی اپنی نفی ہو جانا، تجلی صفات کے ساتھ مربوط ہے اور اس کا کمال تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔''

وجود اور اس کے کمالات تابعہ

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنا اللّٰهُ تعالیٰ بِسِرِهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۰۹] سے:

وجود اور اس کے تابع کمالات واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اگر ممکن میں ظاہر ہیں تو اسی بارگاہ قدس سے مستفاد و مستعار ہیں اور جو کچھ اس (ممکن) کا ذاتی ہے، وہ عدم ہے کہ اس نے کمالات کے انعکاس کے واسطے سے ایک طرح کا ظہور پیدا کر لیا ہے اور دوسرے عدمات سے متمیز ہو گیا ہے، اور ممکن نے اس نمود بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور خیر کا مبدأ تصور کر کے شرکت و ہمسری کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہے اور اصل سے روگردانی کر لی ہے۔ جب (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل سے صاحبِ استعداد سالک کو اپنے قرب سے نوازنا چاہتا ہے تو اس کو یہ معرفت عطا فرماتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے روگردانی کرتا، اور اس پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ نیز اس مبارک کلمہ کی تکرار سے ہر لحظہ عاریتی کمالات [۱۱۰] کو اصل کے حوالہ کرتا ہے، تاکہ شرکِ خفی و دعوئے ہمسری سے رہائی پالے: [۱۱۱]

وصّافیِ خود برغمِ حاسد تا کے	ترویجِ چنیں متاعِ کاسد تا کے
تو معدومی خیال ہستی از تو	باشد فاسد خیالِ فاسد تا کے

یعنی: تو حاسد کی مرضی کے خلاف اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا؟ تو ایسی کھوٹی پونچی کو کب تک رواج دے گا؟

۷۱ تو معدوم ہے، تیری طرف سے اپنی ہستی کا تخیل ایک فاسد خیال ہے۔ تو یہ فاسد خیال کب تک کرتا رہے گا؟

فنائے نفس

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات[112] سے:

جاننا چاہیے کہ فنائے نفس میں (سالکین کے) اقدام میں بہت تفاوت ہے۔ دیکھئے کون خوش نصیب ہے، جو اس کی حقیقت کو پہنچتا ہے؟ اگرچہ بہت سے لوگ اس معنی کا وہم و گمان کرتے ہیں اور مراقبہ میں اس کے سمندروں سے کوئی موتی حاصل کر لیتے ہیں اور شوق و محبت کے غلبہ یا نہایت کے بدایت میں اندراج کے طریقہ پر یا کامل مکمل مرشد کے پرتو سے تھوڑی سی رہائی اور بیخودی حاصل ہو جانے کو بہت جانتے ہیں، لیکن وہ شخص جو اس رہائی سے طاقتِ بشریہ کے مطابق پوری طرح متحقق ہو چکا ہو، مگر (ایسے لوگ) بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ اور جب تک اس رہائی و فنائیت کی حقیقت کو نہ پہنچے، اپنی الوہیت کے ثابت کرنے سے پوری طرح نجات نہیں پاتا اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے، جو کہ (اس میں) اپنے اندر کمال کی صفات ثابت کرنے کے ذریعہ سے آئی تھی۔ وَلَوْ اَحْیَانًا وَّلَوْ عَلٰی سَبِیْلِ النُّدْرَۃِ اَوْ لِبَعْضِ اللَّطَائِفِ دُوْنَ بَعْضٍ اَوْ نَحْوًا مِنَ الْاَثْبَاتِ مَالَمْ یَفْنَ کُلًّا وَّلَمْ یَتَخَلَّصْ رَاْسًا. یعنی: اگرچہ احیاناً اور نادر طور پر ہو، یا بعض لطائف کے لیے ہو اور بعض کے لیے نہ ہو، یا کچھ اثبات ہو جبکہ وہ پوری طرح فنا نہ ہوا اور کلی طور پر رہائی حاصل نہ کر لے۔

کمال فنائے نفس کی علامت

فائدہ (۴): بندہ[113] ضعیف رَحِمَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیر (خواجہ محمد معصوم) رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز خلوت میں توجہ (دیتے وقت) اس فقیر کو القا فرمایا کہ کمالِ فنا کی علامت یہ ہے کہ لطائف میں سے کسی لطیفہ میں اور اوقات میں سے کسی

وقت میں بھی ذکر محسوس نہ ہو۔

سالکین پر شیطان کا قابو ہے یا نہیں؟

فائدہ (۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۱۴) سے:

پوچھا (۱۱۵) گیا تھا کہ اس راستہ کے چلنے والوں پر شیطان کا کوئی بس چلتا ہے یا نہیں؟ (حضرت) خواجہ (عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ) نے فرمایا: (اس راستے پر) جو چلنے والا فنائے نفس تک نہیں پہنچا ہے، جب وہ غصے میں ہوتا ہے، شیطان اس پر قابو پالیتا ہے۔ لیکن جو چلنے والا فنائے نفس (کے مقام) تک پہنچ گیا ہے، اسے غصہ نہیں آتا (بلکہ اسے) غیرت ہوتی ہے۔ جس جگہ غیرت ہوتی ہے، شیطان (وہاں سے) بھاگ جاتا ہے۔

مشائخ کے فنا و بقا میں اقوال

فائدہ (۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۱۶) سے:

فنا اور بقا (کے بارے) میں مشائخ کے قول (مختلف) ہیں۔ اس بنا پر ان معانی کو حاصل کرنا مشکل ہے۔ ہمارے حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اس معاملہ کی جو توضیح و تشریح فرمائی ہے، اس کی حقیقت اور ہے۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَقْدِرْ. (۱۱۷) یعنی: جس نے نہیں چکھا اُس نے نہیں سمجھا (کہ مزہ کیسا ہے؟)

فنائے جذبہ و فنائے مطلق

فائدہ (۷): ہمارے شیخ اور ہمارے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۱۸) سے:

سوال: سالک کو اگر ایسی دائمی حالت نصیب ہو جائے کہ وہ خود کو اور ماسوا (اللہ) کو معدوم پائے اور (اللہ سبحانہٗ) تعالیٰ کے سوا کسی کو موجود نہ پائے، لیکن (کمالات کی) ظلیت اور اس کا اصول کے ساتھ لاحق ہونا نہ پائے، اس حالت والا صوفیائے کرام کی اصطلاحی فنا

تک پہنچا ہوگا یا نہیں؟

جواب: (ایسا سالک) فنائے جذبہ (کے مقام) میں پہنچ چکا ہے (اور) وہ فنائے مطلق میں اس وقت پہنچے گا جب یہ عدمیت کا حصول ظلیت کے علم اور اصل کے ساتھ لحوق (کی راہ) سے پیدا ہوا ہو۔ اس معنی (حال) کو صاحبِ عدم خود پالیتا ہے یا کوئی دوسرا عارف کشف یا فراست سے اس کی صفات کے لحوق کو سمجھ جائے گا اور دیکھ لے گا اور اس کی فنا کا حکم کرے گا۔ فنائے مطلق اس اسم کے وصول سے وابستہ ہے، جو سالک کا مبدأ تعیّن اور اس اسم میں استہلاک (فنا) ہے اور عدمیت میں وصول واستہلاک نہیں ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اسم مذکور کی ہستی نے سالک کی قوتِ ادراک پر غلبہ پالیا ہے۔ سالک نے اپنی ہستی کو اس کے سامنے پوشیدہ پایا اور اپنے آپ کو معدوم دیکھا ہے، اور جب وہ اس اسم میں فانی ہو جاتا ہے اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کو اس سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ملحق پاتا ہے تو فنائے مطلق کو پہنچ جاتا ہے۔

صاحبِ عدم کے رجوع کا جواز

فائدہ (۸): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۱۹] سے:

(البتہ) صاحبِ عدم کے لیے جذبہ کی وجہ سے جائز ہے کہ وہ رجوع کرے، کیونکہ وہ ابھی راستے میں ہے اور اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ ضم نہیں ہوا ہے۔ اور فنائے قلب ایک ایسی فنا ہے، جو جذبہ وسلوک پر مترتب ہوتی ہے، لہٰذا ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ نے اپنے مکتوبات کی تیسری جلد (کے ایک مکتوب) میں لکھا ہے کہ یہ فنا اولیاء کو نصیب ہے اور ظاہر ہے کہ ولایت جذبہ وسلوک کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے، کیونکہ (یہ) دونوں اس کے اجزا ہیں۔

عدم کی دو اقسام

فائدہ (۹): بندہ ضعیف [۱۲۰] رَحِمَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ کہتا ہے، اس صورت میں جو

شخص فنائے قلبی سے مشرف ہو چکا ہے، وہ عدمیت کی بشارت کا محتاج نہیں رہا، حالانکہ ہمارے پیر دستگیر حضرت (خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهٖ عدمیت کی بشارت فنائے قلبی کی بشارت کے بعد الگ فرماتے تھے۔

لیکن یہ کہ عدم کی دو اقسام (بیان) کی جاتی ہیں۔ ایک (قسم) وہ عدم جو حضرت خواجہ نقشبند قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کی عبارت میں بیان ہوا ہے کہ وجودِ عدم، بشریت کے وجود کے ساتھ عود کرتا ہے اور وجودِ فنا، بشریت کے وجود کے ساتھ عود نہیں کرتا۔ اس سے مراد وہ عدم ہے جو فنائے قلب سے پہلے رونما ہوتا ہے۔ وہ عدم جو ایک عزیز کے (اس) قول میں آیا ہے کہ ''عَدَمًا لَّایَعُوْدُ اَبَدًا ''یعنی: میں ایسے عدم کی خواہش کرتا ہوں، جو کبھی نہ پلٹے؛ اس سے مراد ایسا عدم ہے جو فنائے قلب کے بعد رونما ہوتا ہے۔ میرے شیخ اور میرے امام (خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے بعض مکتوبات میں جو آیا ہے کہ جو عدم فنائے قلب کے بعد پیدا ہوتا ہے، وہ فنائے نفس کا مقدمہ ہے۔ (وہ) اس معنی کی تائید کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا هٰكَذَا اسْتُفِيْدَ مِنْ حَضْرَتِهٖ بِالْمُشَافِهَهِ اَيْضًا. یعنی: تمام کاموں کے حقائق کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ حضرت اقدس (رحمۃ اللہ علیہ) سے بالمشافہ اسی طرح استفادہ کیا گیا ہے۔

فنا وعدم کی تحقیق

فائدہ (۱۰): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات[۱۲۱] سے:

فنا وعدم کے معنی تحقیق کی تحقیق اور ان دونوں کے درمیان فرق کو جاننا، اس راستہ کے ہر طالب کے لیے ضروری ہے، (لہٰذا) غور سے سنیں:

جو عدم اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات میں آیا ہے، اس سے مراد اسم الٰہی جَلَّ سُلْطَانُهٗ کی ہستی جو عارف کا مبدأ تعین ہے، کا پردوں کے پیچھے سے سالک کی قوت مدرکہ پر جذب ومحبت کے راستے سے اس طرح وارد ہونا ہے کہ

سالک کی ہستی اس کے پہلو میں چھپ جائے اور سالک خود کو اور اپنے اوصاف کو گم کر دے اور نہ پائے۔

وجود عدم سے مراد اس ہستی (اسم الٰہی) کے ساتھ متحقق ہونا ہے۔ یعنی (وجود عدم سے مراد) وہ وجود عدم اور بقا ہے جو عدم پر مترتب ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ وجود عدم سے مراد حالت عدمیہ کے ساتھ متحقق ہونا ہو، یعنی سالک میں صفت عدم کا پیدا ہونا۔

یہ عدم اور وجود عدم پہلے معنی کے لحاظ سے جذبہ کی جہت میں فنا و بقا ہے۔ اس ظہور کو دوام نہیں ہے۔ پس جو فنا و بقا اس پر مترتب ہوگی، وہ بھی دائمی نہیں ہوگی اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہ ہوگی۔ جب تک وہ ظہور کائن (ہو رہا) ہے، سالک کی ہستی پوشیدہ ہے، اور جب وہ ظہور پوشیدہ ہو جائے گا، بشریت کا وجود لوٹ آئے گا۔

فنائے حقیقی سے مراد عارف پر مطلوب کی ہستی کا غالب آنا ہے کہ عارف اپنے اخلاق و اوصاف کو مطلوب کے اخلاق و اوصاف کا عکس پائے۔ حتیٰ کہ اپنے سب اخلاق و اوصاف کو اللہ سبحانہٗ کی پاک بارگاہ میں پوری طرح حوالہ کر دے اور ہر قسم کے انتسابات سے خالی ہو جائے اور کوئی نسبت بھی اس کی طرف راہ نہ پائے۔

وجودِ فنا اس بقا سے عبارت ہے جو اس فنا پر مرتب ہوتی اور (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وہبی وجود سے موجود ہوتا ہے۔ اس فنا اور بقا کے لیے دوام لازم ہے اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ ہے۔ پہلی صورت میں سالک کا پوشیدہ ہو جانا ہے اور دوسری صورت میں سالک کا نفی ہونا ہے اور ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اس لیے کہ چھپی ہوئی چیز کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی ہے اور عود کر آتی ہے۔ اور جو چیز زائل ہوگئی، وہ عود نہیں کرتی۔ پہلی قسم کی فنا مقصود نہیں اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے، اور دوسری قسم کی فنا مقصود ہے اور ولایت اس کے ساتھ مشروط ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب پہلی قسم کی فنا کو دوسری قسم کی فنا کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور خود کو وجودِ عدم کے ساتھ حقیقی فانی تصور کرتا اور کامل جانتا ہے اور اس کو فرق کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ مقام

بھی منجملہ ان مقامات کے ہے جن میں سالک کا قدم ڈگمگا جاتا ہے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ جَلَّ سُلْطَانَہٗ کی عنایت سے ایسا پیر کامل ومکمل ہونا چاہیے جو کہ جذبہ وسلوک دونوں طریقوں سے تربیت پا کر (اس راستہ کی) انتہا تک پہنچا ہوا ہو، تاکہ اس بیچارے بے دست و پا کو اس گرداب سے نجات دلائے اور اس کے نقص کی نشاندہی کرے اور فنائے حقیقی کی طرف رہنمائی کرے۔

اگر کہیں کہ جب مطلوب کی ہستی کا ظہور دونوں صورتوں میں ہوتا ہے تو پھر ایک صورت کو دوام کیوں ہوگا اور دوسری کو دوام کیوں نہیں ہوگا، اور ایک صورت عارف سے انتسابات کا ازالہ اور ولایت کا اثبات کیوں کرتی ہے، اور دوسری صورت ایسا کیوں نہیں کرتی؟ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں، جس کو کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں، طالب ابھی تک مطلوب سے واصل نہیں ہوا اور چونکہ اس کا جذبہ سلوک میں ضم نہیں ہوا اور اس نے مقامِ قلب سے ترقی نہیں کی اور قلب کے مقلّب (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ واصل نہیں ہوا، (لہٰذا) وہ حجابات درمیان میں رکھتا ہے، لیکن جذبہ ومحبت کے راستہ سے بدایت کے نہایت میں درج ہونے کے طریق پر مطلوب کا پرتو پردوں کے پیچھے سے اس کے باطن پر چمکتا ہے اور اس کو اپنے آپ سے بیخود کر دیتا ہے۔ اور چونکہ پردے درمیان میں ہیں، لہٰذا یہ فنائیت دوام قبول نہیں کرتی اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہوتی، اور ظہور پردے کے اندر ہوتا ہے اور نیز چونکہ ظاہر مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل (سایہ) اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ ہے، نہ کہ عینِ مطلوب۔ اور ظل ونمونہ کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ سالک کے اوصاف وانتسابات کو سلب کر سکے اور فنائے حقیقی تک پہنچا سکے۔ پس سالک اس وقت میں اپنے اوصاف ومنتسبات سے باہر نہیں ہوتا اور حقیقی فنا تک نہیں پہنچتا۔ اور ولایت چونکہ جذبہ وسلوک کے مجموعہ کے ساتھ وابستہ ہے، نہ کہ محض جذبہ کے ساتھ، اس لیے ولایت کا نام اس پر صادق نہیں آتا۔ دوسری صورت میں عارف قلب کے مقام سے نکل کر مقلبِ قلب (حق تعالیٰ) کے ساتھ جا ملتا ہے اور

جذبہ وسلوک کے کام کو انجام تک پہنچا کر مقصود کو بے حجاب اپنی آغوش میں کھینچ لیتا ہے۔ لازمی طور پر اس کے حق میں ظہور دائمی ہے اور عود مذکور سے محفوظ ہے۔ کیونکہ کوئی پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے کہ جس سے محجوب ہونا متصور ہوتا۔ چونکہ وہ وجود و کمالات جو ممکن کے ساتھ منسوب ہیں، مطلوب کے وجود و کمالات کے ظلال ہیں، جن کو ممکن نے مطلوب سے غیبت (پوشیدگی) کے وقت اپنے کمالات سمجھ لیا تھا اور امانت میں خیانت کی تھی، لہٰذا برابری کا دعویٰ ظاہر کیا تھا اور اصل کے ظہور کے وقت ظل کو محو اور لاشے ہونے اور اصل کے ساتھ مل جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ (لہٰذا) عارف بھی اس وقت ظلال کو اصل کے حوالہ کر کے اور تمام انتسابات سے خالی ہو کر صحرائے عدم کی طرف اپنا سامان لے جائے گا اور حقیقی فنا سے مشرف ہو کر اس فنا و بقا کے ساتھ، جو اس پر مترتب ہوتی ہے، ولایت کا نام اپنے اوپر درست کرے گا۔ اور یہ عاریتی دید اور اصل کے سپرد کرنا تجلی صفات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا کمال تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے، کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گزر جانے پر موقوف ہے۔

فنا کی مزید وضاحت

فائدہ (۱۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۲۲] سے:

سوال: ماسوا (اللہ) کا نسیان (بھول جانا) اور علم کا پوری طرح زائل ہو جانا ''فنا'' کہلاتا ہے۔ پس فنا حاصل ہو جانے کی صورت میں اگر وہ اپنی فنائیت کا علم رکھتا ہے تو اس کو فنا حاصل نہیں ہے، اور اگر علم نہیں رکھتا تو وہ کس طرح جانتا اور کہتا ہے کہ اس کو فنا حاصل ہے؟ جیسا کہ فنا والوں نے اس کی خبر دی ہے۔

جواب: مذکورہ حالت کے گزر جانے کے بعد وہ سمجھ لے گا کہ فنا حاصل ہوگئی ہے اور اس کے بارے میں پتہ لگائے گا اور فنا کے دوام کی صورت میں جیسا کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے نزدیک مختار ہے، ہم کہتے ہیں

کہ اس حالت میں فنا کے لیے بقا لازم ہے۔ وہ عینِ فنا میں باقی اور عینِ بقا میں فانی ہے۔ پس اس مقام میں عارف کی صفات و افعال خود سے فانی ہو کر واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات و افعال کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ممکن کا علم اپنے آپ سے فنا حاصل کر کے واجب تعالیٰ و تقدس کے علم کے ساتھ بقا پا لیتا ہے۔ وَعَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ سَآئِرُ الصِّفَاتِ. یعنی: اور تمام صفات اسی قیاس پر ہیں۔ پس اگر عارفِ فانی اس مقام میں بعض چیزوں کو علم کے ساتھ باقی پائے تو یہ اس کے علم کی فنا کے منافی نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے اس علم سے، جو کہ فنا حاصل کر چکا ہے، چیزوں کو نہیں پایا، تاکہ اشکال لازم آتی۔ اَلزَّآئِلُ لَایَعُوْدُ. یعنی: زائل واپس نہیں لوٹتا۔ یہ دوسرا ہی علم ہے، جس سے وہ چیزوں کا ادراک کرتا ہے۔

ایک عزیز (بزرگ) فرماتے ہیں: ''عَرَفْتُ اللّٰهَ بِاللّٰهِ وَعَرَفْتُ الْاَشْیَآءَ بِنُوْرِ اللّٰهِ.''

یعنی: میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہچانا اور چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پہچانا۔

چیزوں کی یہ معرفت اشیاء کے نسیان کے منافی نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ (یہ) درست ہے کہ انسان کے لطائف میں سے ایک لطیفہ کو فنا حاصل ہو جائے اور اس (فنا) کا علم کسی دوسرے خاص لطیفہ کو ہو، یا ہم کہتے ہیں کہ فنا خاص باطن کو حاصل ہو کہ یہ اس کا کام ہے اور اس کی فنا کا علم ظاہر کو ہو، کیونکہ دوام فنا حاصل ہونے کی صورت میں عارف جیسا کہ فنا سے پہلے تھا، فنا کے بعد بھی اسی نہج (حالت) پر ہے۔ بیوی بچوں اور تمام دوستوں کو پہلے کی طرح جانتا ہے۔ اگر وہ اپنے باطن کے بعض خیالات کو بھی معلوم کر لے اور ان سے آگاہ ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں ہے۔ اگر کہیں کہ دانش (جاننے) کا محل قلب ہے۔ جب قلب فانی ہو گیا تو ظاہر کو بھی دانش (جاننے) سے بے نصیب ہو جانا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں اگر مراد یہ ہے کہ قلب کی دانش کے بغیر ظاہر سے دانش کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور دانش قلب ہی پر منحصر ہے تو یہ ممنوع ہے۔ اس لیے کہ واضح طور پر پاتے ہیں کہ قلب ماسویٰ (اللہ) کی دید و دانش

(آگاہی) سے بالکل رہائی حاصل کیے ہوئے ہے۔ اس کے باوجود ظاہراپنی دانش پر (قائم) ہے۔اوراگرکوئی اور معنی مراد ہےتو وہ بھی ہمارے مقصد میں مضر نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ فنائے قلب ثابت ہونے کے بعد، جوکہ اس سے تعلق رکھتی تھی، کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہےاوردانش کا محل وہ جگہ ہو جاتی ہے۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَامُ اَوَّلًا وَّ آخِرًا.

فنا سے مراد ماسویٰ (اللہ) کو بھولنا ہے۔

فائدہ (۱۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۲۳] سے:

سوال: صاحبِ نزہت کہتا ہے:

گویند عنانِ خود چہ تابی   گم شو کہ چو گم شوی بیابی
این نکتہ نمود ناصوابم   چون گم شوم آن گہی چہ یابم
یا بندہ اگر کسے دگر خواست   از گم شدنم پس او چہ می خواست

یعنی: کہتے ہیں کہ اپنی باگ کیا موڑتا ہےتو گم ہو جا، جب تو گم ہو جائے گا تو پالے گا۔

مجھے یہ نکتہ غلط دکھائی دیتا ہے۔ جب گم ہو جاؤں گا تو اس وقت کیا پاؤں گا؟

اگر پانے والے نے کسی دوسرے کو چاہا تو میرے گم ہو جانے سے وہ کیا چاہتا ہے؟

جواب: مختصر یہ کہ گم ہونے کی نسبت ماسویٰ (اللہ) کے ساتھ ہےاور یافت (پانے) کی نسبت حق جل شانہٗ کے ساتھ ہے۔ فَلَا مُنَافَاۃَ. یعنی: پس (ان دونوں میں) کوئی تضاد نہیں ہے۔ (اس کا) مفصل (جواب) یہ ہے کہ گم ہونا فنا کے مقام میں ثابت ہے، جو عین الیقین کا مقام ہے۔ لہٰذا اس مقام میں علم عین کے مخالف ہےاور یافت (پانا) بقا کے مقام میں جوکہ حق الیقین کا مقام ہے، صورت پذیر ہوتا ہے۔ پس گم ہونا یافت (پانے) کے لیے شرط ٹھہرا۔ اگرچہ (یہ دونوں) ایک وقت میں جمع نہ ہوں، پس کوئی اشکال نہیں ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ ہم یافت (پانے) سے ادراک مرکب مراد لیں۔ اگر ادراک بسیط مراد

لیں تو عین گم ہونے کے وقت ادراک بسیط حاصل ہے، جیسا کہ مقرر ہے۔ ایک عزیز (بزرگ) فرماتے ہیں:

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است — استہلا کی کہ از تصور پاک است
آن معرفتے است نامش ادراک بسیط — آنجاچہ محل دانش و ادراک است

یعنی: حضرت ذات سے نصیب استہلاک ہے، اور یہ وہ استہلاک ہے جو تصور سے پاک ہے۔
وہ ایک معرفت ہے جس کا نام ادراک بسیط ہے۔ اس جگہ دانش وادراک کی کیا گنجائش ہے؟

اس صورت میں اشکال دور ہو جاتا ہے، کیونکہ فنائے مذکور شہودی ہے نہ کہ وجودی۔ فنائے وجودی کو فرض کر لینے کی صورت میں بھی جواب وہی ہے جو پہلی شق میں اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ وجود موہوب کے ساتھ موجود کرنے کے بعد، جو کہ ولادتِ ثانیہ سے وابستہ ہے، یافت حاصل ہے۔ (۱۲۴)

جوش ومحبت سکر اور ذوق ووجد کے ثمرات

فائدہ (۱۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۲۵) سے:

ذوق وشوق اور وجد، جو سکر کے جوش ومحبت کے غلبہ سے پیدا ہوئے ہیں، وہ تحریر کیے تھے، وہ واضح ہوئے۔ بہت نیک ومبارک ہیں، زَادَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ شَوْقًا وَّ ذَوْقًا. یعنی: اللہ سبحانہٗ آپ کے شوق وذوق کو زیادہ فرمائے۔ محبت کا جوش ہے، جس نے لطیف وکثیف اور رذیل وشریف صفات کو یکساں کر دیا ہے۔ اور محبت کا سکر (نشہ) ہے، جس نے اسلام وکفر کو برابر بنا ڈالا ہے اور برائی اور بری چیزوں کو پوشیدہ کر دیا ہے اور محبوب کے علاوہ سب کچھ بھلا دیا ہے۔ یہ پھول ہیں جو اس (مقام) جمع کے چمن سے کھلے ہیں۔ یہ حیرت اور عدمیت مقام عین الیقین سے آئی ہے، جو فنا اور بے شعوری کا مرتبہ ہے۔ یہ اچھی اور سنجیدہ

چیزیں ہیں، لیکن اس مقام پر ٹھہرنا اچھا نہیں ہے۔ فنا اگرچہ کمال ہے، لیکن (یہ) دوسرے کمالات کا زینہ ہے اور مقام قرب میں عروج کے لیے شرط ہے:

ہیچ کس را تا نگردد او فنا

نیست رہ در بارگاہِ کبریا

یعنی: جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے (اُس وقت تک) اسے بارگاہ کبریا (اللہ تعالیٰ) میں باریابی نہیں ملتی۔

شطحیات کی گفتگو

فائدہ (۱۴): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[۱۲۶] سے:

جو شخص شطحیات کی گفتگو کرے، اور سب کے ساتھ مقام صلح میں رہے اور سب کو صراطِ مستقیم پر سمجھے اور حق اور خلق کے درمیان فرق نہ کرے اور دوئی کے وجود کا قائل نہ ہو، اگر وہ شخص مقام جمع تک پہنچ چکا ہے اور کفر طریقت سے متحقق ہو چکا ہے اور ماسویٰ (اللہ) کو بھول چکا ہے تو وہ مقبول ہے۔ اس کی باتیں، جو سکر سے پیدا ہوئی ہیں، ظاہر کی طرف سے معروف ہیں۔ اور اگر وہ شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اوّل[۱۲۷] تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کی گفتگو کرتا ہے، سب کو حق اور صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو وہ زندیق اور ملحد ہے۔ جس کا مقصود شریعت کو باطل کرنا ہے، اور اس کا مطلوب انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّحِیَّاتُ کی دعوت، جو سب جہانوں کے لیے رحمت ہے، کو مٹانا ہے۔ پس یہ خلافِ شریعت کلمات (شطحیات) سچے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی۔ سچے کے لیے (یہ) آب حیات اور جھوٹے کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔ دریائے نیل کے پانی کی مانند، جو بنی اسرائیل کے لیے خوشگوار پانی اور قبطی (فرعونیوں) کے لیے ناگوار خون تھا۔

یہ مقام لغزش گاہ (پاؤں پھسلنے کی جگہ) ہے۔ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اربابِ سکر کے اکابر کی باتوں کی تقلید کر کے صراطِ مستقیم سے منحرف ہو کر گمراہی اور خسارے کے کوچوں

میں جا پڑی ہے اور انہوں نے اپنے دین کو برباد کر ڈالا ہے۔ وہ نہیں سمجھے کہ اس طرح کی باتوں کا قبول کرنا ان شرائط پر موقوف ہے جو اربابِ سکر میں موجود ہیں اور ان میں مفقود ہیں۔ ان شرائط میں سے اعلیٰ شرط ماسویٰ اللہ سبحانہٗ کا نسیان (بھول جانا) ہے، جو اس قبولیت کی دہلیز ہے۔

سچے اور جھوٹے کا امتیاز شریعت پر استقامت اور عدم استقامت سے ہوتا ہے۔ (یعنی) جو سچا ہے وہ باوجود سکر اور بے تمیزی کے ایک بال بھر بھی شریعت کے خلاف نہیں کرتا۔ (حضرت) منصور [۱۲۸] (رحمۃ اللہ علیہ) باوجود "انا الحق" کہنے کے قید خانہ میں بھاری زنجیروں کے ساتھ (جکڑے ہوئے) ہر رات پانچ سو رکعت نمازِ نفل ادا کرتے تھے۔ جو کھانا انہیں ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا، اگرچہ وہ وجہ حلال سے ہوتا تھا (لیکن وہ) نہیں کھاتے تھے۔ جو شخص جھوٹا ہے، اس پر احکامِ شریعت کی تعمیل کوہ قاف کی طرح بھاری ہوتی ہے۔ (یہ) آیت کریمہ ان کے حال کی خبر دیتی ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ. (سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۳)۔

یعنی: مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔

رَبَّنَآ آتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى. (سورۃ الکہف، آیت ۱۰)

یعنی: اے ہمارے پروردگار! تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بہتری ہمارے نصیب فرما۔ سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

کفرِ طریقت و اسلامِ حقیقی

فائدہ (۱۵): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۲۹] سے:

مشائخ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْرَارَهُمْ میں سے، جنہوں نے شطحیات کا کلام کیا ہے

اور انہوں نے ظاہر شریعت کے خلاف باتیں کہی ہیں، وہ سب کفر طریقت کے مقام میں رہے ہیں، جو سکر و بے تمیزی کا مقام ہے۔ (لیکن) جو بزرگ حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں، وہ اس طرح کی باتوں سے پاک وصاف ہیں۔ وہ ظاہر و باطن میں انبیاء (عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ) کی اقتدا کرتے ہیں اور انہی کے تابع رہتے ہیں۔

جمع سے فرق بعد الجمع اور عین الیقین سے حق الیقین

فائدہ (۱۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۳۰] سے:

جمع سے فرق بعد الجمع کے مقام میں اور عین الیقین سے حق الیقین (کے مقام میں) آنا چاہیے۔ اور فنا سے بقا تک اور کفرِ طریقت سے اسلامِ طریقت تک ترقی کرنی چاہیے اور عدم سے وجود تک اور جہل سے علم تک پہنچنا چاہیے، تا کہ اسلام کا حسن جلوہ گر ہو جائے اور کفر کی برائی ظاہر ہو جائے۔

ہدایت ششم

مقامِ بقا کے بیان میں

حسنِ اسلام

فائدہ(۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات[۱۳۱] سے:

جب اس مقام سے (سالک کی) ترقی واقع ہوتی ہے اور جس (فنا) میں وہ گم ہوا تھا، اس سے متصف ہو جاتا ہے اور اس (مقام) کے اخلاق و اوصاف سے آراستہ ہو جاتا ہے اور حق الیقین ظاہر ہو جاتا ہے اور فنا سے بقا کی طرف ارتقا فرماتا ہے، اس وقت اسلام کا حسن جلوہ گر ہوتا ہے اور وہ حیرت و مدہوشی سے نکل جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ سے پائے گا، نہ خود سے اور اپنے علم سے، جو اس سے فنا ہو چکے ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: "اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ." (سورۃ الانعام، آیت ۱۲۲) یعنی: اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے: کیا ہم نے انسان مردہ کو زندہ نہیں کیا، اور ہم نے اس کے لیے ایسا نور بنایا جس سے وہ لوگوں میں پھرتا ہے۔

وَفِي الْحَدِيْثِ: "وَمَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ."

یعنی: اور حدیث میں ہے: "جس کو میں نے قتل کیا، میں (خود) اس کی دیت ہوں۔"

با درد بساز چون دوائے تو منم	در کس منگر چو آشنائے تو منم
گر بر سرِ کوئے عشق ما کشتہ شوی	شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

یعنی: تو درد پیدا کر جب تیری دوا میں ہوں، کسی کی طرف مت دیکھ، جب تیرا یار

میں ہوں۔

۷۹ اگر تو میرے عشق کے کوچہ میں مارا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرا خونبہا میں ہوں۔

فنا و بقا

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۳۲] سے:

یہ جو آپ نے واقعہ (خواب) میں دیکھا ہے کہ فقیر آپ سے کہہ رہا ہے کہ فنا فی اللہ ہو جا اور بقا باللہ نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ یہ اس لحاظ سے ہو کہ ابھی بقا کا وقت نہیں پہنچا ہے اور ممکن ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ بقا محض بخشش (الٰہی کا نام) ہے، جس کی تمہید فنا ہے، جو محض بخشش (الٰہی) ہے۔ پس (اس کا) مطلب یہ ہے کہ تم بقا کے حصول کے لیے رنج مت اٹھاؤ، کیونکہ فنائے کامل (حاصل ہونے کے بعد) تمہاری کوشش کے بغیر فضل و کمال بخشش الٰہی کے ذریعے تمہیں اس سے مشرف فرمادیں گے۔ بخلاف فنا کے کہ اگرچہ وہ (اللہ تعالیٰ کی) ایک بخشش ہے، لیکن اس کے مبادیات کسبی [۱۳۳] ہیں۔ کیونکہ [۱۳۴] فنا جو نیستی ہے، وہ نفی کسبی کا نتیجہ ہے، کیونکہ نفی طریقت ہے اور نیستی حقیقت ہے اور طریقت ظاہر میں کسب کے ساتھ وابستہ ہے اور حقیقت عنایت (الٰہی) ہے۔ فنا فی اللہ ہو جا، یعنی اس کے مبادیات کو حاصل کرنے کی کوشش کر اور نفی کو کمال تک پہنچا، تاکہ کمال درجے کی نیستی حاصل ہو جائے۔

دوسرا یہ کہ جو کچھ سیر و سلوک سے مقصود ہے، وہ حق جَلَّ وَ عَلَا کے سوا (دوسروں کی) گرفتاری کا زائل ہونا، اور نفس کی شرارت و سرکشی اور خود آرائی سے رہائی پانا ہے، جو فنا میں حاصل (ہوتی) ہے اور بقا کا معاملہ سالکین کے قدموں کی لغزش کا مقام ہے اور اس توہم کا محل ہے کہ بندہ (شاید) حق ہو جاتا ہے۔ تَعَالٰی شَانُهٗ عَنْ ذٰلِکَ. یعنی: جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ہے۔

اگرچہ تو ہم دور ہو جاتا ہے، اس لیے کہ بقا کی حقیقت برے اخلاق کے مٹا دینے کے

بعد اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہونا ہے، جس کا تعلق فنا سے ہے۔ لہٰذا کہا گیا ہے کہ فنا ہو جا، یعنی فنا کا طالب بن جا اور بقا مت ہو، یعنی اس کے حاصل کرنے کی کوشش مت کر۔ اگر اپنی طرف سے عطا فرمائیں تو وہ ایک بہت بڑی نعمت ہے اور (اس طرح) امید ہے کہ لغزش سے محفوظ رہو گے۔

بشارتِ بقا

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۳۵] سے:

یہ جو واقعات میں خود کو (عالم کشف میں) زیور سے آراستہ اور موتیوں اور یاقوت سے پیراستہ دیکھتے ہیں (دراصل) وہ بقا کی بشارت ہے۔

علامتِ بقا

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۳۶] سے:

یہ کہ خود کو انوار میں گھرا ہوا دیکھتے ہیں اور نور کے دریاؤں کو پاتے ہو جو تم میں حلول کرتے ہیں اور نور کے اجزا میں سے ہر جزو اپنے اجزا جانتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ (یہ سب) بقا (کی وجہ) سے ہو۔

ہدایت ہفتم

مراتبِ ظلال اور ولایت صغریٰ کے بیان میں

ظلِ اسم کا وصول

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات[۱۳۷] سے:

جاننا چاہیے کہ چونکہ اشخاص عالم (سارا جہاں اللہ تعالیٰ کے) اسماء اور صفات کے ظلال (سائے) ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہر اسم کے کتنے ہی ظلال درمیان میں ہیں، جن (کو طے کرنے) کے بعد نوبت اس شخص تک پہنچی ہے، پس فنا و بقا کی ترقی کے وقت جو اسم سالک کا مبدأ تعین ہے، اس کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ حصول میسر ہوگا اور منسبات (تعلقات) کو اس اسم کے، جو ظلال میں سے ایک ظل ہے، حوالے کر کے اس اسم کے اوصاف کے ساتھ موصوف بن جائے گا، کیونکہ ہر اسم اسماء وصفات کا جامع ہے۔ اس اسم کے ساتھ موصوف ہو جانے کے بعد جب وہ فوق کی طرف متوجہ ہوگا تو اوپر کے ظل کے ساتھ، جو کہ اس اسم کی اصل ہے، اس اسم ہی کی مانند موصوف ہو جائے گا اور اس نیچے والے اسم کو چھوڑ کر اوپر والے اسم کے ساتھ، جو کہ اس کی اصل ہے، جا ملے گا اور اسی طرح دوسری اصل سے تیسری اصل کے ساتھ اور تیسری سے چوتھی کے ساتھ اور چوتھی سے پانچویں کے ساتھ اور پانچویں سے چھٹی اور ساتویں اِلٰی مَاشَآءَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ (جہاں تک اللہ سبحانہٗ چاہے) بقا پائے گا۔ دیکھئے کون صاحب اقبال ایسا ہوگا جو اِن تمام ظلال کے مراتب سے گزر کر اصل (اسم الٰہی جو اس کا مربی ہے) کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔

انسانِ کامل اور دوسرے انسانی افراد میں فرق

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات [۱۳۸] میں ہے:

یہ اصول باوجود اس کثرت اور اس رفعت کے اس سالک آدمی کے اجزاء بن جاتے ہیں، تاکہ قطرہ کو دریا بنائیں اور تنکے کو پہاڑ بنائیں۔

جب یہ اصول اس کے اجزاء ہوں گے تو ناچار ان کے کمالات و برکات سے بھی اسے کامل حصہ نصیب ہوگا۔ اس کا کمال ان (تمام) اجزاء کے کمالات کا جامع ہوگا۔ اس بیان سے انسان کامل اور باقی تمام انسانی افراد کے درمیان فرق معلوم کیا جا سکتا ہے کہ انسان کامل دریائے محیط ہے اور یہ (سارے انسان) اس دریا کے حقیر قطروں کی مانند ہیں۔ پس یہ اس کو کس طرح پہچان سکتے ہیں؟ اور اس کے کمال سے کیا پا سکتے ہیں؟

کسی نے کیا خوب کہا ہے: ''الٰہی! یہ کیا ہے جو تو نے اپنے اولیاء کو عطا فرمایا ہے؟ جس شخص نے ان کو پہچانا، اس نے تجھے پایا، اور جب تک اس نے تجھے نہ پایا، ان کو نہ پہچانا؟''

جس طرح انسان کامل اور انسان ناقص کے درمیان اجزاء کی کمی و بیشی کی وجہ سے فرق ہے، ان کی عبادات اور نیکیوں میں بھی اس اندازہ کے مطابق تفاوت ہے۔ جس آدمی کو سو زبانیں عطا فرمائیں اور وہ ہر زبان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرے، یہ اس شخص کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے جسے صرف ایک زبان دی گئی ہو اور وہ اس ایک زبان سے حق جَلَّ وَ عَلَا کو یاد کرے۔ ایمان و معرفت اور سب کمالات کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

دائرہ ظلال اور اس کے مبادی تعیّنات

فائدہ (۳): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۳۹] میں ہے:

جاننا چاہیے کہ ظلال کا یہ دائرہ (تمام) مخلوقات کے تعیّنات کے مبادی کو متضمن

(شامل رکھتا) ہے، سوائے انبیاء کرام اور ملائکہ عظام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے (ظل کے)۔

ہر اسم کا ظل ہر ایک شخص کا مبدأ تعیّن ہے، یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا مبدأ تعیّن، جو انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے بعد تمام انسانوں میں افضل ہیں، اس دائرہ کے اوپر کا نقطہ ہے۔

بہشتِ ہر شخص

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۴۰] سے:

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ نے تحریر [۱۴۱] فرمایا ہے: "ہر شخص کی بہشت اس اسم الٰہی شانہ، کے ظہور سے مراد ہے جو اس شخص کا مبدأ تعیّن ہے اور اس اسم نے نہروں، درختوں اور حور و قصور کے لباس (صورت) میں ظہور فرمایا ہے۔ جس طرح اسماء و صفات (الٰہی) میں بلندی و پستی اور جامعیت و عدم جامعیت کے اعتبار سے فرق ہے، اسی طرح جنت کے درجات میں بھی ان کے اندازہ کے مطابق فرق ہے۔"

ولایت صغریٰ

فائدہ (۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۴۲] سے:

جاننا چاہیے کہ اسم کے ظلال میں وصول اور اس کے مراتب میں سیر کو ولایت صغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں، جو اولیاء کی ولایت ہے۔

ولایتِ صغریٰ کے کمالات کے حصول کا ذریعہ

فائدہ (۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۴۳] سے:

وَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّعْلَمَ اَنَّ الْعُمْدَةَ فِيْ حُصُوْلِ كَمَالَاتِ الْوِلَايَةِ الصُّغْرٰى الْمُرَاقَبَةُ وَالْاَذْكَارُ الْقَلْبِيَّةُ مِنْ ذِكْرِ اسْمِ الذَّاتِ وَالنَّفِيْ وَالْاِثْبَاتِ.

یعنی: جاننا چاہیے کہ ولایت صغریٰ کے کمالات حاصل کرنے میں عمدہ چیز مراقبہ اور قلبی اذکار یعنی اسم ذات ونفی اثبات کا ذکر ہے۔

ہدایتِ ہشتم

ولایتِ کبریٰ اور مراتبِ اصول کے بیان میں

ولایتِ کبریٰ

فائدہ(۱): محبوبِ صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[۱۴۴] سے:

اس کے بعد اگر دائرہ اسماء وصفات میں، جو اس دائرہ ظل[۱۴۵] کی اصل ہے، سیر فی اللہ کے طریق پر عروج واقع ہو جائے تو یہ ولایت کبریٰ کی ابتدا ہوگی۔ یہ ولایتِ کبریٰ اصلی طور پر انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کی پیروی (کرنے) سے ان کے اصحابِ کرام کو بھی اس دولت سے حصہ ملا ہے۔

اس دائرے کا نچلا نصف حصہ اسماء وصفات زائدہ کو متضمن ہے اور اوپر کا نصف حصہ شیون واعتبارات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔ عالم امر کے پنجگانہ لطائف[۱۴۶] کے عروج کی نہایت اس دائرہ اسماء وشیونات کی نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جَلَّ شَانُہٗ سے مقامِ صفات وشیونات سے (آگے) ترقی واقع ہو جائے تو ان کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگی۔ اس دائرہ سے گزرنے کے بعد ان اصول کے اصول کے دائرہ کی سیر (ہوتی) ہے۔ اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد ایک قوس ظاہر ہوگی، اس کو بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ اس دائرہ فوق سے ایک قوس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوا، اسی قوس پر بس کی جاتی ہے۔ اس جگہ ایک راز[۱۴۷] ہوگا جس پر اطلاع نہیں بخشی گئی۔ اسماء وصفات کے یہ تین قسم کے اصول[۱۴۸] جو مذکور ہوئے ہیں، ذات حق تعالیٰ وتقدس کے اعتبارات ہیں، جو صفات وشیونات کے مبادی ہیں۔ ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حاصل کرنا نفس مطمئنہ

کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کو اس مقام میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور اسی مقام میں شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ تختِ صدر پر جلوس فرماتا ہے، اور مقام رضا عروج کرتا ہے۔ یہ مقام اس ولایتِ کبریٰ کا منتہا ہے جو انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی ولایت ہے۔

اطمینانِ نفس کے باوجود اجزائے بدن سرکشی سے باز نہیں آتے۔

فائدہ (۲): محبوبِ صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۴۹] سے:

اطمینانِ نفس کے باوجود بدن کے اجزاء، جو مختلف طبیعتوں سے مرکب ہے اور اس کی ہر ایک طبیعت ایک امر کو چاہتی ہے اور دوسرے امر سے گریزاں ہے (اور وہ) سرکشی سے باز نہیں رہتا۔ اگر قوت شہوانی ہے تو وہ بھی قالب سے پیدا ہے اور اگر غضبی ہے تو وہ بھی اسی سے ظاہر ہے۔ مثلاً جسم کا ناری جز و اطمینانِ نفس کے باوجود خیریت کے دعویٰ اور تکبر سے باز نہیں آتا اور (اس جسم کا) خاکی جز و اپنی حقارت اور کمینگی پر شرمندہ نہیں ہوتا۔ عَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ سَائِرُ الْاَجْزَاءِ. یعنی: اسی طرح تمام اجزاء (کی حالت ہے)۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام حیوانات جو نفس ناطقہ نہیں رکھتے، ان میں یہ گھٹیا صفات موجود ہیں اور وہ شہوت و غصہ اور شر و حرص سے متصف ہیں اور یہ جہاد (جدوجہد) اور مخالفت مصالح و منافع کے واسطہ سے ہمیشہ برپا ہے۔ مگر امید ہے کہ فضل الٰہی جَلَّ سُلْطَانُهٗ سے (نفس کی) یہ مخالفت مستحبات کے ترک سے بالاتر [۱۵۰] نہیں ہو گی اور مکروہ تنزیہی کے ارکاب سے آگے نہیں بڑھے گی۔ [۱۵۱]

لطیفہ روحی، سری، خفی اور اخفی کی فنا کی علامات

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۵۲] سے:

آپ نے (لطیفہ) روحی، سری، خفی اور اخفی کی فنا کی علامات اور ان میں سے ہر ایک کے باہمی امتیاز کی کیفیات کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میرے مخدوم! سرِ دست اس تفصیل کے لیے وقت ساتھ نہیں دیتا۔ اتنا ہے کہ نفس کا کامل طور پر فنا ہونا ان لطائف کی فنا کو شامل ہے، کیونکہ فنا سے پہلے بھی اور فنا کے بعد بھی ان لطائف عشرہ [۱۵۳] کا سردار وہی (نفس) ہے۔ (جیسے حدیث شریف میں آیا ہے): خِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُھُوْا فِی الدِّیْنِ. (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۶۷۰۹)۔ یعنی: تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہترین تھے، وہی اسلام میں (آنے کے بعد) بہترین ہوں گے، جب وہ دین میں سمجھ حاصل کرلیں۔

فنائے نفس کی ابتدا و انتہا

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۵۴] سے:

جاننا چاہیے کہ فنائے نفس اور اس کا اطمینان جس سے اسلام حقیقی وابستہ ہے، اگرچہ اس کا آغاز ولایتِ صغریٰ سے (ہوتا) ہے، لیکن اس کا کمال ولایتِ کبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ بلکہ اصول سہ گانہ جو اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات کے دائرہ سے اوپر ہیں، کیونکہ ولایتِ کبریٰ ان اصول سہ گانہ کے مجموعہ اور اس دائرہ سے عبارت ہے اور یہ دائرہ عالم امر کے پانچ لطائف کے عروج کی انتہا ہے۔ اس کے اوپر عالم امر کا گزر نہیں ہے۔ (البتہ) نفس (ان اصول کے) سہ گانہ کمالات (کے حصول) کا امیدوار ہے۔ حقیقی اطمینان اور شرح صدر اسی مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ نے تحریر [۱۵۵] فرمایا ہے کہ (نفس) مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد، جو ولایت کبریٰ کے لوازم میں سے ہے، اپنے مقام سے عروج فرما کر سینہ کے تخت پر ارتقا فرماتا ہے اور وہاں تمکین کی سلطنت حاصل کرلیتا ہے اور قرب کے ممالک پر غلبہ فرمالیتا ہے۔ سینہ کی یہ

تخت نشینی حقیقت میں ولایتِ کبریٰ کے عروج کے سب مقامات سے برتر ہے۔

اگر کوئی کہے کہ نفس کا مقام دماغ میں ہے اور اس کو صدر (سینہ) پر فوقیت ہے، اس کا صدر پر نیچے آنا بظاہر تنزل ہے، اس کو ارتقا کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اگرچہ دماغ کو صورت و ظاہر سے سینہ پر برتری (حاصل) ہے لیکن درحقیقت معاملہ (اس کے) برعکس ہے اور معنوی طور پر سینہ کو دماغ پر فوقیت ہے۔ کیونکہ سر فریب و خودی کا مقام اور بڑائی و تکبر اور فاسد خیالات کی جگہ ہے اور سینہ ایمان و الہام اور واردات کا محل اور انوار و اسرار کا مقام ہے۔ آیت کریمہ:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ. (سورۃ الزمر، آیت ۲۲)۔

یعنی: کیا جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر ہے۔

اور حدیث (پاک): اَلنُّوْرُ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَتَحَ. یعنی: نور جب (کسی کے) سینہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہو جاتا ہے، اس پر دلیل ہیں۔

اور نفس جب اوصاف رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے تو ہمسری اور خود پسندی کے دعویٰ سے بری و تائب ہو جاتا ہے اور مطمئنہ اور مقبول بن جاتا ہے۔ آیت کریمہ:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا. (سورۃ النساء، آیت ۷۵)۔

یعنی: اے ہمارے رب! ہمیں اس ظالموں کی بستی سے نکال دے۔

کے تقاضا کے مطابق اپنی جگہ کو چھوڑ دیتا ہے اور گناہ کی سرزمین سے ہجرت کر جاتا ہے اور صالحین کی ہمسائیگی، جو عالم امر کے لطائف ہیں، اختیار کر لیتا ہے۔ خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا فِي الدِّيْنِ (یعنی: تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ اسلام میں آنے کے بعد بہتر ہیں، جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں) کے مطابق عالم امر کے لطائف کا سردار بن جاتا ہے۔ سینے کے تخت پر متمکن ہو کر

سلطنت پیدا کر لیتا ہے۔ سینے کا یہ تخت درحقیقت مرتبہ ولایت کے تمام مقاماتِ عروج سے برتر ہے، صاحبِ تخت کی نظر باطن کے بطون میں نفوذ کرتی ہے، کیونکہ اس (نفس) مطمئنہ کو نہ مخالفت کی گنجائش رہی ہے اور نہ ہی سرکشی کی مجال۔ جب (نفس) اپنی ہستی اور خودی سے غربت و نیستی (فنا) میں آیا اور خواہشات و تعلقات سے خالی و یکسو ہو گیا اور ان چیزوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا اور موت و عدم (فنا) ہونے کے ساتھ موافقت کر لی تو حق تعالیٰ نے اس کو اس بزرگی سے نوازا اور خلعت سلطنت سے مشرف فرمایا۔ فَانْظُرْ اِلٰی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. (سورۃ الروم، آیت ۵۰)۔ یعنی: پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی جانب دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد کیسے زندہ فرماتا ہے۔

اس وقت برے اخلاق اور ناپسندیدہ صفات کی بجائے اچھے اور پسندیدہ اخلاق و صفات عطا ہو جاتے ہیں کہ نیکی کے علاوہ اس سے کوئی دوسری چیز سرزد نہیں ہوتی اور وہ حق کی طرف دعوت کرتا ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (سورۃ الفرقان، آیت ۷۰)۔ یعنی: پس یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

فنائے نفس کے کمال کا بیان

فائدہ (۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [(۱۵۶)] سے:

فنائے نفس کا کمال یہ ہے کہ جس طرح صفاتِ کمال اصل کے ساتھ ملحق ہو گئیں اور عدم کے سوا سالک میں کچھ نہیں رہا (ایسے ہی) یہ عدم بھی جو کہ کمالات کا آئینہ تھا، عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے۔ اس وقت عارف سے نہ عین رہتا ہے، نہ اثر (جیسے کہ ارشادِ الٰہی ہے): لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ. (سورۃ المدثر، آیت ۲۸) یعنی: نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ اس کے بعد: مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ. یعنی: جس کو میں قتل کرتا ہوں، اس کی

دیت میں خود بن جاتا ہوں، کے حکم کے مطابق بقا کا معاملہ (ہوتا) ہے۔ ولایتِ کبریٰ کا معاملہ آگے درپیش ہے۔ فنا و بقا کی صورت اگرچہ ولایتِ صغریٰ میں حاصل ہوگئی تھی، لیکن فنا و بقا کی حقیقت ولایتِ کبریٰ میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہونا اس ولایت (کبریٰ) کے خصائص میں سے ہے۔

سیر اقربیت کا بیان

فائدہ (۶): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۵۷] سے:

جاننا چاہیے کہ جو سیر آفاق و انفس کی سیر کے بعد میسر ہوتی ہے، وہ اقربیت [۱۵۸] کی سیر ہوتی ہے۔ تجلی فعلی، تجلی صفتی اور تجلی ذاتی اسی مقام میں متحقق (ثابت) ہوتی ہے اور وہم کی سلطنت اور خیال کے دائرہ سے اس مقام میں ایک نجات حاصل ہو جاتی ہے، کیونکہ سلطان وہم اور خیال کو آفاق و انفس کے دائرہ سے باہر سلطنت (غلبہ) میسر نہیں ہے۔ وہم کی نہایت ظل کی نہایت تک ہے۔ جہاں ظل نہیں وہاں وہم بھی نہیں۔ پس ناچار ولایت ظلی میں (سالک کو) موت کے بعد وہم سے خلاصی نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہم موت کے ساتھ معدوم ہو جاتا ہے۔ ولایت اصلی، جو ولایت کبریٰ ہے، میں اس دنیا ہی میں وہم و خیال کی قید سے خلاصی حاصل ہو جاتی ہے کہ (سالک) وہم کے باوجود وہم کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔

پہلے گروہ کو جو کچھ آخرت میں (حاصل ہوتا) ہے، دوسرے گروہ کو اسی جگہ (دنیا میں) میسر (ہوتا) ہے۔ ولایت ظلی میں مطلوب کا حصول اس دنیا میں وہم و خیال کا تراشیدہ (بنایا) ہوا ہے اور ولایت اصلی میں مطلوب وہم کی تراش (بناوٹ) سے منزہ و مبرا (ہوتا) ہے۔

شاید حضرت مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) وہم کے احاطہ اور قید کے خیال سے تنگ آ کر موت کی آرزو کرتے ہیں، تاکہ وہم و خیال کے لباس سے عاری ہو کر مطلوب کو آغوش

میں لیں۔ وہ (اپنی) موت کے آغاز میں (لوگوں کو) عَافَاکَ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے) کہنے سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من شوم عریان ز تن او از خیال
تا خرامم در نہایات الوصال

(مثنوی ٦: ٤٤٤)

یعنی: میں جسم و جان کے خیال سے عاری ہوتا ہوں، تا کہ (محبوب کے) وصال کی نہایات (قرب میں) ٹہل سکوں۔

آفاق و انفس کے آئینوں کے جلوے

فائدہ (٧): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [١٥٩] سے:

جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے، وہ ظلیّت کے دھبے سے داغدار (ہوتا) ہے۔ پس نفی کے لائق ہے، تا کہ اصل کا اثبات ہو جائے۔ جب معاملہ آفاق و انفس سے (آگے) گزرتا ہے تو ظلیّت کی قید [١٦٠] سے رہائی مل گئی۔ دائرہ ظل کے منتہیوں کو تجلی برقی، جو مرتبہ اصل سے پیدا ہے، میسر ہوتی ہے، تا کہ ایک ساعت کے لیے وہ بھی آفاق و انفس کی قید سے رہا ہو جائیں۔ جو لوگ دائرہ آفاق و انفس سے (آگے) گزر جاتے ہیں اور ظل سے اصل کے ساتھ مل جاتے ہیں، یہ تجلی برقی ان کے حق میں دائمی ہے، کیونکہ ان بزرگوں کا مسکن (مقام) دائرہ اصل ہے، جہاں سے تجلی برقی ظاہر ہوتی ہے۔

ولایت ظلّی، جس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں، اس کا نہایت کمال تجلی برقی کے ظاہر ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تجلی برقی ولایتِ کبریٰ، جو انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ولایت ہے، میں پہلا قدم ہے۔ ولایتِ صغریٰ اولیاء قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھِمْ کی ولایت ہے۔ اس بیان سے ولایت اولیاء اور انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ولایت کا فرق سمجھ لینا چاہیے، کیونکہ اس ولایت (صغریٰ) کی انتہا اس ولایت

(کبریٰ) کی ابتدا ہے۔ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ کی نبوت کے کمالات کا کیا بیان ہو سکتا ہے؟ کیونکہ نبوت کی ابتدا اس ولایت (اولیاء) کی انتہا ہے۔ مگر حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرَّہٗ نے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی ولایت سے اتباع اور وراثت کے طور پر ایک حصہ حاصل کیا ہے، جس کے سبب انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔

یہ فقیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) اس قدر جانتا ہے کہ نسبت و حضور نقشبندیہ جب کمال کو پہنچتے ہیں تو ولایتِ کبریٰ سے جا ملتے ہیں اور اس ولایت کے کمالات سے وافر حصہ حاصل کرتے ہیں، برخلاف دوسرے طریقوں کے، جن کے کمال کی انتہا تجلی برقی تک (ہی) ہے۔

خواجہ بزرگؒ و مولانا عارفؒ کا ساتھ اور اصل کی آگاہی

فائدہ (۸): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۶۱] سے:

حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ میں سات برس تک (حضرت) مولانا عارف [۱۶۲] رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اس دوڑ دھوپ میں لگا رہا کہ اصل سے آگاہی پاؤں۔ تین بار حجاز (مقدس) کے سفر پر گیا، اگر وہاں مولانا کی مانند یا مولانا جیسا (صاحبِ کمالات) کسی کو پاتا تو ہرگز واپس نہ لوٹتا۔

طریقہ حضرت مجددؒ نسبتِ نقشبندیہ ہے۔

فائدہ (۹): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۶۳] سے:

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جس طریقہ سے اس فقیر کو ممتاز فرمایا ہے، وہ ابتدا سے لے کر انتہا تک نسبت نقشبندیہ ہے، جس کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا درج ہے اور اسی بنیاد پر عمارات اور محلات تعمیر فرمائے گئے ہیں۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔

بخارا و سمرقند سے بیج لا کر ہندوستان کی زمین، جس کا خمیر خاک یثرب و بطحا ہے، میں بویا گیا اور فضل کے پانی سے سالوں اسے سیراب فرمایا اور احسان (ولایت) کی تربیت سے اس کی پرورش کی گئی۔ جب وہ کھیتی اور کام کمال تک پہنچ گیا تو اس نے ان علوم و معارف کا پھل بخشا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. (سورۃ الاعراف، آیت ۴۳)۔

یعنی: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، جس نے ہم کو اس کی ہدایت بخشی۔ اگر وہ ہمیں ہدایت نہ بخشتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول (عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ہدایتِ نہم

ولایتِ علیا کے بیان میں

سیرِ اسمِ ظاہرواسمِ باطن

فائدہ (۱): محبوبِ صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۱۶۴) سے:

جب سیر نے یہاں تک پہنچا دیا تو وہم ہوا کہ گویا کام پوری طرح ختم کرلیا ہے۔ (غیب سے) ندادی گئی کہ یہ سب کچھ اِسْمُ الظَّاھِر کی تفصیل تھی، جو پرواز کے لیے ایک بازو ہے۔ اور اِسْمُ الْبَاطِن ابھی درپیش ہے، جو عالم قدس کی طرف پرواز کے لیے دوسرا بازو ہے۔ جب تو اس کو بھی تفصیل سے انجام تک پہنچائے گا تو پھر پرواز کے لیے دو بازو تیار کرلے گا۔ جب اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے اسم باطن کی سیر پوری ہوگئی تو پرواز کے دونوں بازو میسر ہوگئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا قف وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. (سورۃ الاعراف، آیت ۴۳)۔

یعنی: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، جس نے ہم کو اس کی ہدایت بخشی۔ اگر وہ ہمیں ہدایت نہ بخشتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول (عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) حق کے ساتھ آئے ہیں۔

اے بیٹا! اس باطن کی سیر کے بارے میں کیا لکھا جائے، کیونکہ اس سیر کا حال پوشیدہ اور پردہ میں رہنا ہی مناسب ہے۔ البتہ اس مقام سے اتنا بیان کیا جاتا ہے کہ اسم ظاہر کی سیر میں صفات کی سیر (ہوتی) ہے، بغیر اس کے کہ اس کے ضمن میں ذات (حق) سبحانہٗ و تقدس ملحوظ ہو۔ اور اسم باطن کی سیر بھی اگرچہ اسماء میں ہوتی ہے، مگر اس کے ضمن میں ذات

(حق) سبحانہٗ وتقدس ملحوظ ہوتی ہے۔ اور یہ اسماء ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت ذات (حق) تعالیٰ کے روپوش بن گئے ہیں، مثلاً صفت علم میں ذات (حق) تعالیٰ اصلاً ملحوظ نہیں ہے اور اِسْمُ الْعَلِیْم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات (حق) تعالیٰ ملحوظ ہے، کیونکہ علیم وہ ذات ہے جس کو علم (حاصل) ہے۔ ''فَالسَّیْرُ فِی الْعِلْمِ سَیْرٌ فِی الْاِسْمِ الظَّاہِرِ وَالسَّیْرُ فِی الْعَلِیْمِ سَیْرٌ فِی الْاِسْمِ وَقِسْ عَلٰی ہٰذَا سَائِرَ الصِّفَاتِ وَالْاَسْمَآءِ۔''

یعنی: پس علم میں سیر کرنا اسم ظاہر کی سیر ہے اور علیم میں سیر کرنا اسم باطن کی سیر ہے۔ اسی طرح تمام صفات واسماء کا حال قیاس کیا جا سکتا ہے۔

یہ اسماء جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں، ملائے اعلیٰ کے ملائکہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کے تعینات کے مبادی ہیں اور ان اسماء میں سیر کا آغاز کرنا ولایت علیا، جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے، میں قدم رکھنا ہے۔ جو فرق علم وعلیم اور اسم الظاہر اور اسم الباطن میں بیان کیا گیا تو اس فرق کو تھوڑا خیال نہ کر اور نہ کہہ کہ علم سے علیم تک تھوڑا راستہ ہے۔ نہیں! بلکہ جو فرق مرکز خاک [(۱۶۵)] اور محدب عرش [(۱۶۶)] میں ہے، وہ دریائے محیط کے مقابلے میں ایک قطرے کی مانند ہے، (جو) کہنے میں نزدیک اور حاصل کرنے میں بہت دور ہے۔

ولایت کا درجہ اعلیٰ

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ) کے مکتوبات [(۱۶۷)] سے:

یہ مقام ولایت کا اعلیٰ درجہ ہے، یہاں تک کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ولایت پر فوقیت رکھتا ہے۔ (لیکن) ان (انبیائے کرام) کو نبوت کی بدولت فضیلت (حاصل) ہے۔ قلب کی وسعت اس مقام میں اس وسعت سے زیادہ ہے جو سابقہ مقام میں تھی۔ کیونکہ وہ وسعت اسماء وصفات اور شیون واعتبارات کے لحاظ سے تھی اور اس

وسعت میں ذات (باری) تعالیٰ ان کمالات کے ساتھ ملحوظ ہے۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَ الْوُسْعَتَيْنِ. یعنی: ان دونوں وسعتوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اسماء وصفات کو ذات (باری) تعالیٰ کے مقابلہ میں کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اور (ان کا) کیا شمار؟

ایک حقیقت کا دوسری پر برتر ہونا صاحبِ حقیقت کی افضلیت کا موجب نہیں

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۶۸] سے:

ایک حقیقت کو دوسری پر فوقیت ہونا، پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر افضلیت کا موجب نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر عروجات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب پیش آئیں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت کا پابند رہے اور اپنی حقیقت سے عروج (ترقی) نہ کرے اور مراتب قرب کی کثرت، کہ جس پر فضیلت کا مدار ہے، حاصل نہ کرے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت خواص بشر کی ولایت کے اوپر ہے۔ مگر خواص بشر کو ملائکہ کے حقائق سے آگے عروج کے اعتبار سے فضیلت (حاصل) ہے اور ملائکہ کو اپنے حقائق سے آگے عروج (حاصل) نہیں ہے، (جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے): وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ. (سورۃ الصافات، آیت ۱۶۴) یعنی: اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔

شرح مواقف میں آیا ہے: ''اِنَّ الْمَلَائِكَةَ وَاِنْ كَانُوْا فَوْقَ الْبَشَرِ فِیْ بَعْضِ الْاُمُوْرِ لٰكِنَّ الْاَفْضَلَةَ بِمَعْنٰى كَثْرَةِ الثَّوَابِ الْبَشَرِ.''

یعنی: بلاشبہ بعض امور میں فرشتے بشر پر فوقیت رکھتے ہیں، لیکن کثرت ثواب کے لحاظ سے بشر کو (فرشتوں پر) فضیلت حاصل ہے۔

نیز عالمِ امر عالمِ خلق کے اوپر ہے، لیکن فضیلت عالمِ خلق کو (حاصل) ہے، کیونکہ عالمِ خلق کا قرب (الٰہی) اصلی ہے اور عالمِ امر کا ظلی ہے۔ عنصر خاک عالمِ امر اور عالمِ خلق

کے تمام لطائف میں سب سے نیچے ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب (الٰہی) خاکیوں (انسانوں) کو حاصل ہے، وہ قدسیوں (فرشتوں) کو (نصیب) نہیں ہے:

زمین زادہ بر آسمان تاختہ

زمین و زمان را پس انداختہ

یعنی: زمین زادہ (سرورِ کائنات حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) آسمان پر تشریف لے گئے اور زمین و زماں کو پیچھے چھوڑ گئے۔

نبوت پر ولایت کی عدمِ فضیلت کی دلیل

فائدہ (۴): محبوبِ صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۶۹] سے:

اگر ولایت کو نبوت پر فضیلت (حاصل) ہوتی تو ملائے اعلیٰ کے فرشتے، جن کی ولایت تمام ولایتوں سے اکمل ہے، وہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سے افضل ہو جاتے۔ اور ان صوفیہ کی ایک جماعت نے جب ولایت کو نبوت سے افضل خیال کیا، انہوں نے ملائے اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت کو انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ولایت سے افضل سمجھا، لہٰذا ناچار (ہوکر) انہوں نے ملائکہ علیین کو انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ سے افضل کہا اور جمہور اہلِ سنت سے الگ ہوگئے۔ کُلُّ ذٰلِکَ لِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی حَقِیْقَةِ النُّبُوَّةِ. یعنی: یہ تمام (خرابی) محض نبوت کی حقیقت سے ناواقف رہنے کی وجہ سے (واقع ہوئی) ہے۔

دو پروں سے پرواز

فائدہ (۵): محبوبِ صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۷۰] سے:

ہر دو پَر [۱۷۱] حاصل ہونے کے بعد جب پرواز اور عروج نصیب ہوا تو معلوم ہوا کہ

یہ ترقی (تین) عناصر: آگ، ہوا اور پانی کی اصالت سے ہوئی ہے، کیونکہ ملائکہ کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو (بھی) ان تین عناصر سے نصیب ہے جس طرح کہ (حدیث میں) آیا ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کی تسبیح (یہ) ہے: سُبْحَانَ الَّذِیْ جَمَعَ بَیْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ. یعنی: پاک ہے وہ ذات جس نے برف اور آگ کو جمع فرمایا۔

لطائف کا عروج

فائدہ (۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۷۲) سے:

لطائف کا اپنے اصول سے عروج کرنا ولایت کی شرط ہے۔ ولایتِ صغریٰ میں لطائف کا عروج اسماء وصفات کے ظلال تک (ہوتا) ہے اور (عالمِ) امر کے لطائف کا عروج ولایتِ کبریٰ تک ہے، بلکہ ولایتِ کبریٰ کے دائرہ اولیٰ (اقربیت) تک زیادہ تر معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ ہے۔ ولایتِ کبریٰ کے باقی دائروں سے نفس کا حصہ ہے اور ولایتِ علیا کا سوائے عنصر خاک کے باقی تین عناصر سے حصہ ہے۔

تعیّن اوّل، اسماء وصفات اور شیون واعتبارات کے تمام مراتب کا جامع

فائدہ (۷): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۱۷۳) سے:

اس سیر کے دوران ایک واقعہ میں دکھایا گیا کہ گویا میں ایک راستہ چل رہا ہوں اور زیادہ چلنے کی وجہ سے میں سخت تھک گیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک لاٹھی وعصا ملے جس کی مدد سے شاید راستہ چل سکوں، (مگر) وہ میسر نہیں ہوتا۔ میں ہر خس وخاشاک کو ہاتھ ڈالتا ہوں، تاکہ راستہ چلنے کی طاقت حاصل ہو۔ (کیونکہ) میں راہ طے کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رکھتا۔ جب ایک مدت میں نے اسی حال میں سیر کی تو ایک شہر کی فنا (گردو نواح کا میدان) نظر آیا۔ اس فنا (گردونواح کے میدان) کی مسافت کو طے کرنے کے

بعد اس شہر میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ معلوم ہوا کہ یہ شہر تعین اوّل ہے، جو اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات کے تمام مراتب کا جامع ہے۔ نیز ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول کے اصول کا جامع ہے اور اعتبارات ذاتیہ کی انتہا ہے، جن کی تمیز کرنا علم حصولی سے مناسب ہے۔ اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو وہ (مرتبہ) علم حضوری کے مناسب ہوگی۔

اے فرزند! علم حصولی اور علم حضوری کے الفاظ کا استعمال حضرت (ذات) حق جَلَّ سُلْطَانَہٗ میں بطورِ مثال و نظیر کے ہے، کیونکہ صفات جن کا وجود ذاتِ (باری) تعالیٰ و تقدس کے وجود پر زائد ہے، ان کا علم علمِ حصولی کے مناسب ہے اور اعتبارات ذاتیہ جن کا ذاتِ (باری) تعالیٰ و تقدس پر زیادہ ہونا ہر گز متصور نہیں، ان کا علم علمِ حضوری کے مناسب ہے۔

وَاِلَّا فَلَیْسَ ثَمَّۃَ اِلَّا تَعَلُّقُ الْعِلْمِ بِالْمَعْلُوْمِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّحْصُلَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ فِیْہِ شَیْءٌ فَافْھَمْ.

یعنی: ورنہ وہاں تو سوائے اس تعلق کے جو علم کو اپنے معلوم سے ہے، بغیر اس امر کے معلوم کی نسبت کچھ اس میں حاصل ہو، اور کچھ نہیں ہے۔ پس سمجھ لیجیے۔

اور یہ تعین اوّل جس سے وہ شہر جامع مراد ہے، انبیائے کرام اور ملائکہ عظام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی تمام ولایات کا جامع اور ولایت علیا کی انتہا ہے، جو ملائے اعلیٰ (ملائکہ مقربین) کے ساتھ مخصوص ہے۔

آخری دونوں ولایتوں کے حصول کے لیے بہترین چیز

فائدہ (۸): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۷۴] سے:

اَلْعُمْدَۃُ فِیْ حُصُوْلِ الْوِلَایَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ الذِّکْرُ اللِّسَانِیُّ بِالنَّفْیِ وَالْاِثْبَاتِ.

یعنی: آخری دونوں ولایتوں (ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا) کے حاصل کرنے کے لیے بہترین چیز ذکرِ لسانی نفی و اثبات ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے ملانا

فائدہ (۹): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۷۵) سے:

آپ نے دریافت کیا تھا کہ کلمہ طیبہ نفی و اثبات کے لسانی (زبانی) تکرار کے وقت کلمہ مبارکہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کو (بھی) اس کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے؟ اور اگر ملائے تو کتنی مرتبہ کے بعد ملائے؟

میرے مخدوم! (کتنی) مرتبہ کا کوئی تعین نہیں ہے، (مگر) ہر اٹھارہ، یا ہر بیس، یا ہر پچاس، یا ہر سو بار کے بعد ملا لیا کریں۔

ہدایت دہم

کمالاتِ نبوت کے بیان میں

دیدِ محبت

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۷۶] سے:

ساتواں مرتبہ ذات (باری) تعالیٰ وتقدس کو صفات و اسماءِ (باری) تعالیٰ وتقدس سے جدا [۱۷۷] کرنا ہے، کیونکہ ذات سے محبت کرنے والا صفات کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا، اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کا جدا ہونا متصور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی وقت اور کسی حال میں بھی صفات سے الگ نہیں ہے، لیکن اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [۱۷۸] کی رُو سے ذاتِ حق سے محبت رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک ایسی معیت ہو جاتی ہے کہ وہاں صفات میں سے کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے۔ پس ذات کا صفات سے الگ ہونا محبّ کی دید میں ہے، جس کا ثمرہ مذکورہ معیت ہے اور بس، نہ کہ خارج اور نفس الامر میں۔

کمالاتِ نبوت

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۷۹] سے:

یہ کمال [۱۸۰] کمالاتِ نبوت سے پیدا ہوا ہے۔ اور اِن کمالات کا حاصل ہونا اصالتاً تو انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے لیے ہے اور ان کی پیروی اور وراثت کے طور پر جسے چاہیں نوازیں۔

کمالاتِ نبوت اور منصب نبوت میں فرق

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات[(۱۸۱)] سے:

امت کے بعض (خاص) افراد کو پیروی اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کے حاصل ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص شخص نبی ہو جائے، یا نبی کے برابر ہو جائے، کیونکہ کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے اور منصب نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے۔ جس طرح کہ اس معنی کی تحقیق ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے پاکیزہ مکتوبات میں تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

لطائفِ انسانی کے درمیان ان کمالات کا حصہ

فائدہ (۴): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[(۱۸۲)] سے:

لطائفِ انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔ باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالمِ امر سے ہوں اور خواہ عالمِ خلق سے، سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں اور اس کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے، لہٰذا خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے۔ کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے اور کسی کو میسر نہیں ہوا۔

اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں، کیا ولایت صغریٰ، کیا ولایت کبریٰ اور کیا ولایت علیا کے کمالات سب نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں۔ اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کے لیے شبہ اور مثال (کی مانند) ہیں۔

واضح ہوتا ہے کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ کا طے کرنا مقامِ ولایت کے تمام کمالات (کے طے کرنے) سے زیادہ ہے۔ پس قیاس کرنا چاہیے کہ ان سب کمالات کو تمام گذشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہوگی؟ دریائے محیط کو بھی قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت

ضرور ہے، لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سبحان اللہ! اس راز سے ایک ناواقف (شخص) کہتا ہے: ''اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ.'' یعنی: ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور اس معاملہ سے ناواقف ہونے کی بنا پر ایک دوسرا (شخص) اس کی وضاحت میں کہتا ہے: ''وِلَایَۃُ النَّبِیِّ اَفْضَلُ مِنْ نُبُوَّتِہٖ.'' یعنی: نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ. (سورۃ کہف، آیت ۵) یعنی: یہ بڑی بات ہے جو اُن کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔

شوق وشوق اور زبان کا گنگ ہونا

فائدہ (۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات[۱۸۳] سے:

جب تک سالک کی سیر اصول (یعنی ولایت) میں ہے، شوق وحلاوت، معرفت اور اسرار ومعارف بیان کرنے میں زیادہ بولنے اور احاطہ وسریان، اصالت وظلیّت اور مرائیت (آئینہ ہونے) کی نسبت کے ثابت کرنے وغیرہ کی گنجائش[۱۸۴] ہوتی ہے۔ جب معاملہ اصول سے اوپر جاتا ہے اور (سالک) اصل کو ظل کی مانند چھوڑ دیتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔[۱۸۵] اور نسبت مذکورہ پوشیدہ ہو جاتی ہے:

ع مَا لِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابُ

یعنی: خاک کو رب الارباب سے کیا نسبت؟

اور یہ معرفت وحلاوت ختم ہو جاتی ہے۔

اس مقام میں اگر علم اور لذت (حاصل) ہے تو وہ دوسری وجہ سے ہے، جس کو جہل و حیرت سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِکْ.[۱۸۶] یعنی: جس نے نہیں چکھا اُس نے نہیں جانا۔ اس سے مراد وہ جہل اور حیرت نہیں ہے جو عوام کو حاصل ہوتی ہے، بلکہ یہ (جہل وحیرت) ایسی چیز ہے کہ جب تک وہ اس سے متحقق نہ ہو، اسے پا نہیں

سکتا۔ اور وہ جہل و حیرت ایسی شے ہے جو علم و دانش پر ہزاروں (درجے) فضیلت رکھتی ہے اور وہ خوف و حیرت ہے جو بوجوہ شوق و حلاوت سے بہتر ہے۔ یہ اطلاق (ایسی) مدح کی طرح ہے جو ملامت کی مانند ہو۔

انتہائے نسبت باطن

فائدہ (۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۱۸۷] سے:

نسبتِ باطن کے (درجہ) انتہا میں پہنچ کر (سالک) ادراک سے دور تر ہو جاتا ہے اور وہ (عالم) ظاہر (کے تعلقات) سے زیادہ بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اس کی صفتِ معشوقی، جس کے لازمی امور ناز و بے نیازی ہیں، کمال پر پہنچ جاتی ہے۔ نسبتِ باطن جس قدر جہالت کی طرف جاتی ہے، زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ قَالَ الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ. یعنی: (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز ہو جانا ہی ادراک ہے۔

یہ پیاس اور ظاہر کا نہ پانا اس وقت تک ہے جب تک ظاہر کا کارخانہ قائم ہے۔ جب اس میں خلل آتا ہے اور کوچ کی صدا پہنچتی ہے تو نسبتِ باطن میدان کو خالی پا کر سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ بے پردہ جلوہ ظہور میں آ جاتی ہے۔ چونکہ موت قیامت کے مقدمات (پہلے آنے والی چیزوں) میں سے ہے، لہٰذا شہود وہاں زیادہ مکمل اور کامل تریں (ہوتا) ہے۔ چونکہ نیند کا موت کے ساتھ بھائی چارہ اور مناسبت ہے (لہٰذا) بعض (سالکین) کو نیند میں ایسی حالت پیش آتی ہے جو حالتِ موت کے مشابہ ہوتی ہے اور وہ بیداری پر فوقیت رکھتی ہے۔

جب برزخ صغریٰ (قبر) کا معاملہ انجام کو پہنچے گا اور برزخ کبریٰ (قیامت) ظاہر ہو گی اور بکھر جانے والے اجزاء [۱۸۸] (بدن) کو اکٹھا کر لیا جائے گا اور معاملہ خلل سے رہائی پا لے گا، اس وقت دولتِ قربِ حقیقی طور پر بدنِ عنصری کے لیے ہو گی اور اسے کمال عزت و مرتبہ کے ساتھ عالمِ امر کے لطائف کا امام و پیشوا و بنا دیا جائے گا۔

دنیاوی معاملہ کے برعکس (یہاں) باطن قرب کے معاملات میں اصل (ہوتا) ہے اور ظاہر اس کے تابع (ہوتا) ہے۔ وہاں (برزخ کبریٰ میں) ظاہر اصل (ہوتا) ہے اور باطن اس کے تابع (ہوتا) ہے۔ اس کے اس معنی میں نہیں کہ نسبت کو باطن سے سلب کر کے ظاہر کو دے دیں گے اور اسے ظاہر کے تابع کر دیں گے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ باطن سابقہ نسبت کے ساتھ ممکن (مضبوط) رہتا ہے اور ظاہر کو ایسا اَمر دیتے ہیں اور اسے ایسا قرب اور مرتبہ بخشتے ہیں کہ باطن اپنے معاملہ (عزت و مقام) کے باوجود شوق و آرزو کے ساتھ ظاہر کے تابع ہونا چاہتا ہے اور اپنی نسبت کو اس کی نسبت کے مقابلہ میں فانی اور مٹا ہوا دیکھتا ہے۔

تنبیہ

بعض کاملین ایسے (ہوتے) ہیں جو اس عالم (جہان) میں وہ کچھ پاتے ہیں جسے دوسرے (لوگ) کل (قیامت) کو پائیں گے۔ اور آج ان کے ظاہر کو ان کے باطن پر فضیلت دے کر اس (ظاہر) کو متبوع اور اس (باطن) کو تابع بناتے ہیں اور ان کی دنیا کو آخرت کا حکم (درجہ) دیتے ہیں۔ ان کی آخرت کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ کیا حکم (درجہ) ہوگا؟

چنانچہ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو اس خطاب کی بشارت دی گئی ہے: ''ہم نے تیری دنیا کو آخرت کا حکم (درجہ) دیا ہے۔''

جاننا چاہیے کہ قربِ نبوت عالمِ خلق کے ساتھ اور قربِ ولایت عالمِ امر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جس کسی کو قربِ نبوت سے نوازتے ہیں تو یہ کمال (بھی) اس کے حق میں ثابت (ہوتا) ہے:

ع　　　ایں کار دولت ست کنون تا کرا رسد

یعنی: یہ نصیب کی بات ہے (دیکھئے) اب کسے نصیب ہوتی ہے؟

کمالاتِ نبوت وعروجاتِ نبوت

فائدہ (۷): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۱۸۹) سے:

کمالاتِ نبوت مراتبِ صعود میں ہیں اور ایسے ہی نبوت کے عروجات میں توجہ حق سبحانہٗ کی طرف (رہتی) ہے۔ نہ جیسے کہ اکثر نے گمان کیا ہے کہ ولایت میں حق سبحانہٗ کی جانب توجہ (رہتی) ہے۔ ولایت مراتب عروج میں ہے اور نبوت درجات نزول میں۔ اس وجہ سے بعض نے وہم کیا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ جی ہاں! ولایت و نبوت میں سے ہر ایک کے لیے ایک عروج اور ایک زوال ہے۔ عروج میں دونوں کی توجہ حق کی طرف (رہتی) ہے اور نزول میں دونوں کی توجہ خلق کی طرف (ہوتی) ہے۔ غَایَةُ مَا فِي الْبَابِ. یعنی: حاصل کلام یہ ہے کہ مرتبہ نزول میں نبوت کلی طور پر خلق کی طرف متوجہ (رہتی) ہے اور ولایت مرتبہ نزول میں کلی طور پر خلق کی طرف متوجہ نہیں (رہتی) ہے، بلکہ اس کا باطن حق سبحانہٗ کی طرف اور اس کا ظاہر خلق کی جانب رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبِ ولایت نے مقاماتِ عروج کو پورا کیے بغیر نزول کیا ہے، یقیناً فوق (عروج) کی نگرانی ہر لحظہ اسے دامنگیر (رہتی) ہے اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کے مانع (رہتی) ہے، برخلاف صاحبِ نوبت کے، کہ اس نے مقاماتِ عروج کو تمام (پورا) کر کے نزول فرمایا ہے، لہٰذا وہ کلی طور پر خلق کو حق جلاَّ وعلا کی طرف دعوت دینے کی جانب متوجہ (رہتا) ہے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةَ الشَّرِيْفَةَ وَاَمْثَالَهَا مِمَّا لَا يَتَكَلَّمُ بِهَا اَحَدٌ. یعنی: پس (اچھی طرح) سمجھ لو، کیونکہ یقیناً یہ معرفت شریفہ اور اس کی مثالیں ایسی ہیں جن کو کسی نے بیان نہیں کیا۔

مراتب عروجِ عنصرِ خاک

فائدہ (۸): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۱۹۰] سے:

جاننا چاہیے کہ مراتبِ عروج میں جس طرح عنصرِ خاک سب سے بالاتر ہو جاتا ہے، منازلِ نزول میں اسی طرح وہ عنصر سب سے زیادہ نیچے آجاتا ہے۔ کیونکہ زیادہ نیچے نہ آئے جب اس کا طبعی مکان سب سے زیادہ نیچے ہے اور جب سب سے نیچے آتا ہے تو ناچار اس کے صاحب کی دعوت کامل (ترین) ہے اور اس کا نفع اکمل ہے۔

دعوتِ انبیاء (عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کا انحصار

فائدہ (۹): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تعالٰی بِسِرِّهِ الۡاَقۡدَسِ کے مکتوبات [۱۹۱] سے:

اے فرزند! سن لے کہ انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے دعوت کو عالمِ خلق پر منحصر رکھا ہے۔ بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ. [۱۹۲] یعنی: اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں۔ چونکہ قلب کو عالمِ خلق سے زیادہ مناسبت ہے، لہٰذا اس کی تصدیق کے لیے بھی حکم فرمایا گیا ہے۔

قلب کے علاوہ اور چیزوں سے گفتگو نہیں فرمائی گئی اور ان کو کَالۡمَطۡرُوۡحِ فِی الطَّرِیۡقِ (راستے کے کوڑے کرکٹ) کی طرح سمجھا گیا ہے اور ان کو مقاصد میں داخل نہیں کیا گیا۔

جی ہاں! بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے دکھ، دیدار کی دولت اور حرمان کی بدقسمتی سب عالمِ خلق سے وابستہ ہیں اور عالمِ امر کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسرے وہ اعمال، جو فرض، واجب اور سنت ہیں، ان کا بجالانا قالب (جسم) سے تعلق رکھتا ہے، جو عالمِ خلق سے ہے۔ اور جو چیز عالمِ امر کا نصیب ہے، وہ اعمال نافلہ ہیں۔ پس وہ قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے، وہ (ان) اعمال کے اندازہ کے مطابق ہوگا۔ پس ناچار وہ قرب جو فرائض کی ادائیگی کا ثمرہ ہے، وہ عالمِ خلق کا نصیب ہے۔ اور وہ قرب جو نوافل کی ادائیگی کا ثمرہ ہے، وہ عالمِ امر کا نصیب ہے۔ اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہے۔ کاش کہ ان میں دریا کے ساتھ قطرہ کی سی نسبت ہوتی، بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ یہی نسبت ہے۔ اگرچہ سنت و فرض کے درمیان بھی قطرہ و دریا کی نسبت ہے۔ پس دونوں قربوں کے درمیان تفاوت اس سے قیاس کرنا چاہیے اور عالمِ خلق کی فضیلت عالمِ امر پر اس تفاوت سے سمجھ لینی چاہیے۔

نبوت اور ولایت کے معارف

فائدہ (۱۰): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تعالٰی بِسِرِّهِ الۡاَقۡدَسِ کے مکتوبات [۱۹۳] سے:

علوم و معارف جو نبوت اور اس نبوت کی ولایت کے مقام کے مناسب ہیں، وہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی شریعتیں ہیں، اور چونکہ اقدام نبوت میں تفاوت ہے، لہٰذا انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی شریعتوں میں بھی اس تفاوت کے مطابق فرق پیدا ہوا ہے۔ مشائخ کے شطحیات وہ علوم ہیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتے ہیں اور احاطہ و سریان اور قرب و معیت کا پتہ بتاتے ہیں اور مراتبت وظلیت کو ظاہر کرتے ہیں اور مشہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں۔ غرض انبیاء کے معارف کتاب و سنت ہیں اور اولیاء کے معارف فصوص اور فتوحات مکیہ۔(۱۹۴)

ع قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

یعنی: میری بہار کا اندازہ تو میرے باغ سے کرلے۔

اولیاء کی ولایت حق کے قرب کا سراغ لگاتی ہے اور انبیاء کی ولایت حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتاتی ہے۔ اولیاء کی ولایت شہود کی دلالت کرتی ہے اور انبیاء کی ولایت مجہول کیفیت کی نسبت کا اثبات کرتی ہے۔ اولیاء کی ولایت اقربیت کو نہیں جانتی کہ وہ کیا ہے، اور جہالت کو نہیں جانتی کہ وہ کیسی ہے۔ انبیاء کی ولایت اقربیت کے باوجود قرب کو عین بُعد جانتی ہے اور شہود کو نفس غیب جانتی ہے۔

فنائے نفس کا آغاز و کمالات اور ولایت صغریٰ و کبریٰ

فائدہ (۱۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات(۱۹۵) سے:

فنائے نفس کا آغاز ولایت صغریٰ میں (ہوتا) ہے اور اس کے کمالات ولایت کبریٰ سے متعلق ہیں، بلکہ عناصر اربعہ کے اعتدال کے ساتھ وابستہ ہیں، جو کمالات نبوت سے (تعلق رکھتے) ہیں۔

شہود و ظلال اور درک و وصل

فائدہ (۱۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ

تَعَالٰی بِسِرِہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۹۶) سے:

شہود اور مشاہدہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہے اور درک اور وصل اس جگہ تک ہے جو اصل ہے۔ جب معاملہ ظلال سے گزر جاتا ہے اور اصل بھی ظل کی طرح راہ میں رہ جاتی ہے تو معاملہ غیب الغیب سے جا پڑتا ہے اور گذشتہ معاملات بیکار ہو جاتے ہیں اور ایمان شہودی ایمان غیب میں تبدیل ہو جاتا ہے اور لذت وحلاوت اور اذواق کی بجائے بے مزگی اور دردو غم (پیش) آجاتا ہے۔ (جیسے آیا ہے کہ) "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَآئِمَ الْحُزْنِ مُتَوَاصِلَ الْفِکْرِ." (۱۹۷) یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین (اور) لگاتار فکرمند رہتے تھے۔

ان بزرگوں کی لذت صرف محبوب کی اطاعت میں ہے۔ اور ان کا اُنس اس (اللہ) کی بندگی پر منحصر ہے۔ دوسرے (حضرات) شہود کی لذت سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور وصال کے خیال پر مغرور ہیں اور ان (حضرات) نے شہود سے آنکھ بند کر لی ہے اور اس وصال کو خیال تصور کر کے غیب کے ساتھ، جو کہ شہود پر ہزاروں درجے فضیلت رکھتا ہے، مطمئن ہیں اور (انہوں نے) اس کی بندگی پر کمر ہمت کو چست باندھ رکھا ہے۔ وہ امام کے پیچھے تکبیر اولیٰ کے پالینے کو تجلیات وظہورات سے بہتر سمجھتے ہیں اور خشوع اور نظر کو سجدہ کی جگہ پر جمائے رکھنے کو شہود ومشاہدہ سے زیادہ تصور فرماتے ہیں۔

اصل سے اوپر

فائدہ (۱۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۱۹۸) سے:

جب معاملہ اصل سے اوپر چلا جاتا ہے اور بساطتِ صرف پیش آتی ہے (تو یہ) مراتب کوتاہی کرتے ہیں اور فنا وبقا راستے میں رہ جاتی ہے۔

عشق کا جوش اور مقاماتِ ظلال

فائدہ (۱۴): محبوبِ صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِہِ

الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۱۹۹) سے:

اے فرزند! عشق کا جوش، محبت کا ہنگامہ، شوق پیدا کرنے والے نعرے، درد بھری فریادیں، وجد و حال اور رقص و جھومنا سب مقاماتِ ظلال اور ظہورات و تجلیات ظلیہ کے وقت (پیدا) ہوتے ہیں۔ اصل سے واصل ہونے کے بعد ان امور کا حاصل ہونا متصور ہونا متصور نہیں۔ اس مقام میں محبت کے معنی ارادہ طاعت کے ہیں، جس طرح کہ علماء نے فرمایا ہے، نہ کہ اس سے اور کوئی زائد معنی جو ذوق و شوق کا منشا ہیں، جیسا کہ بعض صوفیہ نے گمان کیا ہے۔

معاملہ کمالات نبوت

فائدہ (۱۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۲۰۰) سے:

آپ نے لکھا تھا کہ "جب (۲۰۱) کمالات نبوت کا معاملہ ذاتِ بحت (محض) کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو حقیقت کعبہ اور حقیقت قرآنی کے اس پر فوقیت رکھنے کی صورت کیا ہے؟"

میرے مخدوم! کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ کمالات نبوت (کا معاملہ) ذات بحت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس فقیر (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے کس (شخص) نے نقل کیا ہے؟ فقیر نے ہرگز نہیں کہا ہے اور ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے کلام میں بھی معلوم نہیں ہے۔ ہاں! ان کمالات (۲۰۲) تک وصول ولایت سہ گانہ (تین اقسام کی ولایت) کے حصول کے بعد ہے اور اسماء و صفات، شیون و اعتبارات اور تنزیہات و تقدیسات کے عبور کے بعد ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن سے ترقی کے بعد ہے، جو کہ طریقہ کے بیان والے مکتوب (۲۰۳) میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، لیکن (ان کمالات نبوت کے) ذات بحت سے متعلق ہونے میں کلام ہے۔ شعر:

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادٍ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

یعنی: سُعاد کو (محبوبہ تک) پہنچنا کس طرح نصیب ہوسکتا ہے، جبکہ اس کے راستے میں بلند پہاڑ اور (لمبے) غار حائل ہیں۔

یہ معاملہ ذات بحت (محض) کے ساتھ کس طرح متعلق ہوسکتا ہے، جبکہ حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے اسی مکتوب میں حقیقت کعبہ کو، جو کہ عظمت و کبریائی کے سرا پردوں سے عبارت کمالات نبوت کے اوپر لکھا ہے اور کمالات نبوت سے حصہ جز و ارضی (خاک) کے لیے ثابت کیا ہے اور حقیقت کعبہ سے حصہ ہیت وجدانی کے لیے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کا مجموعہ ہے، حاصل ہونا لکھا ہے اور نیز اسی مکتوب میں مرتبہ ذات کو ان کمالات کے اوپر ثابت کیا ہے، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ذات اللہ تعالیٰ اس وجود و عدم سے ماوراء (ارفع و اعلیٰ) ہے۔

کمالات نبوت سے متعلق سوال و جواب

فائدہ (۱۶): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیُ کے مکتوبات [(۲۰۴)] سے:

سوال: جب کمالات نبوت کا مرتبہ اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات کے مرتبہ سے بلند تر ہے تو حقیقت کعبہ اور اس کے مماثل حقائق کے، کہ جن میں مسجودیت کا اعتبار ملحوظ ہے، کمالات نبوت پر فوقیت رکھنے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: یہ شبہ تفصیل چاہتا ہے۔ اتنا جان لیں کہ کمالات نبوت کا مرتبہ ان اسماء و صفات اور شیون سے بلند ہے جو ولایتِ کبریٰ اور (ولایت) علیا میں ثابت ہو چکے ہیں۔

انبیاء و صحابہ کے حق میں کمالات نبوت

فائدہ (۱۷): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [(۲۰۵)] سے:

جاننا چاہیے کہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے حق میں اس موہبت و بخشش یعنی کمالات نبوت کا حاصل ہونا کسی توسط اور وسیلہ کے بغیر ہے۔ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ کے صحابہ (کرامؓ) جو کہ پیروی اور وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں، انہیں (یہ) انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے توسط (وسیلہ) سے (نصیب ہوئی) ہے۔ انبیاء (عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) اور ان کے صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کے بعد بہت کم لوگ اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگر چہ جائز ہے کہ پیروی اور وراثت کے طور پر دوسروں کو بھی اس دولت سے ہدایت بخشی جائے۔ شعر:

فیضِ روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یعنی: روح القدس کا فیض اگر مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کام کر دکھائیں جو (حضرت) مسیح (علیہ السّلام) کرتے تھے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے بزرگ تابعینؒ پر بھی (اپنا) پرتو ظاہر کیا ہے، نیز اکابر تبع تابعینؒ پر بھی (اپنا) سایہ ڈالا ہے۔ اس کے بعد (اس دولت نے) چہرہ چھپالیا ہے، یہاں تک کہ سرورِ (کائنات) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے الف ثانی (دو ہزار سال) تک نوبت آ پہنچی۔ اس وقت وہ دولت (پھر) پیروی اور وراثت کے طور پر منصۂ شہود پر آ گئی اور آخر کو اوّل سے مشابہ کر دیا گیا:

اگر بادشہ بر درِ پیرِ زن
بیاید تو اے خواجہ سلت مکن

یعنی: اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ! تو انکار مت کر۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا.

یعنی: سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت (محمد) مصطفٰی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی متابعت کو لازم پکڑا، کامل و مکمل طور پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہ (کرامؓ) پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

صدی کے مجدد اور ہزار سالہ مجدد میں فرق

فائدہ (۱۸): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۰۶] سے:

ان علوم و معارف کا صاحب اس الف (۱۰۰۰ سال) کا مجدد ہے۔ چنانچہ اس کے ان علوم و معارف میں، جو ذات و صفات، افعال، احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کے متعلق ہیں، نظر و غور کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ تمام علوم و معارف علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف وراء الوراء ہیں، بلکہ یہ علوم ان علوم کے مقابلہ میں پوست کی طرح ہیں اور یہ معارف اس پوست کے مغز کی مانند۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیْ. یعنی: اور اللہ پاک ہی ہدایت بخشنے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ہر صدی کے آغاز پر ایک مجدد گزرا ہے۔ لیکن صدی (سو سال) کا مجدد اور ہے اور ہزار (سال) کا مجدد الگ ہے۔ جو فرق سو (۱۰۰) اور ہزار (۱۰۰۰) کے درمیان ہے، وہی فرق، بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ان دونوں کے درمیان ہے۔ مجدد الف (۱۰۰۰ سال) وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس مدت میں امتوں کو پہنچنا ہوتا ہے، اسی کے ذریعے پہنچتا ہے، اگرچہ اس وقت اقطاب و اوتاد اور ابدال و نجبا بھی موجود ہوں۔

ع   خاص کند بندۂ مصلحت عام را

یعنی: ایک (بندہ) کو خاص کر لیتے ہیں، تاکہ عام (لوگوں) کا بھلا ہو۔

مراتب ظلال و اصول کے طے کے بعد کلمہ طیبہ اور تلاوتِ قرآن

فائدہ (۱۹): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۰۷] سے:

جب معاملہ ظلال و اصول کے مراتب سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو بھی ظل کی مانند چھوڑ دیتا ہے اور کمال بلندی اور عدم تمیز کی وجہ سے حیرت و جہل تک پہنچ جاتا ہے تو جو معاملہ کلمہ طیبہ کے ساتھ وابستہ تھا، وہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا ذکر اس مقام میں نفع نہیں دیتا۔

اس مقام میں ترقی درجات کے فرق کے مطابق نماز اور قرآن مجید کی تلاوت سے ہوتی ہے۔

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ سے سنا گیا ہے کہ اس وقت میں اگر کلمہ طیبہ کا تکرار اس لحاظ سے کیا جائے کہ یہ بھی قرآن مجید کا لفظ ہے اور ابتدا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ کر کی جائے تو (سالک کو) قرآن مجید کی تلاوت کا نفع اور فائدہ دیتا ہے۔

ترقی محض فضل واحسان

فائدہ (۲۰): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [(۲۰۸)] سے:

اس مقام کے بعد ایسا مقام آتا ہے جہاں عمل کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ اعتقاد کا کوئی اثر۔ وہاں ترقی محض فضل واحسان کے ساتھ وابستہ ہے۔

اولوالعزم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا خاص مقام

فائدہ (۲۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [(۲۰۹)] سے:

اصل میں یہ مقام اولوالعزم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے لیے مخصوص ہے، البتہ ان کی اتباع میں امت کے لوگوں کو بھی حاصل ہوتا ہیں:

ع با کریماں کارہا دشوار نیست

یعنی: کریم لوگوں کے لیے یہ کام مشکل نہیں ہے۔

تفضّل سے محبت کی طرف ترقی کا مقام

فائدہ (۲۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [(۲۱۰)] سے:

بعد ازاں وہ کمال آتا ہے جس میں تفضّل سے محبت کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ پس اس کمال کے حصول میں ترقی کرنا محبتِ صرفہ (خالص محبت) پر موقوف ہے اور مقام محبت

میں بھی دو کمال ہیں، محبیت اور محبوبیت۔ محبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور اصالت کے طور پر حضرت کلیم (موسیٰ) عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوبیت ذاتیہ کے کمالات پہلے تو حبیب (خدا حضرت محمد) عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَتَمُّ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان دونوں (مبارک ہستیوں) کے طفیل سے دوسروں کے لیے ان دونوں کمالات کی امید کی جا سکتی ہے۔

ان مقامات کے بارے میں سوال و جواب

فائدہ (۲۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۱۱] سے:

سوال چہارم یہ ہے کہ جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو اس مقام میں عارف کے لیے ظاہری اعمال یعنی ذکر لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں؟

جواب: فائدہ مند ہیں اور آخرت کے درجات بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور بشری کدورتوں اور جسمانی ظلمتوں کا ازالہ کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے: ''اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ سَبْعِیْنَ مَرَّةً''[۲۱۲]

یعنی: بیشک میرے قلب پر پردے ڈالے جاتے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

لیکن جس مقام میں (عارف) پہنچا ہے، ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا محبت صرفہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

کمالات نبوت کی سیر و عدم محض

فائدہ (۲۴): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۱۳] سے:

اللہ سبحانہٗ کی عنایت اور اس کے نبی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ کے طفیل جب اس سیر، یعنی سیر کمالات نبوت کو، جو تجرید ذات سے عبارت ہے، اسماء وصفات اور شیون اعتبارات سے، بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر بالفرض دوسرا قدم سیر میں اور بڑھائے تو عدم محض میں جا پڑے گا، کیونکہ اس سے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اے فرزند! اس ماجرہ سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں پھنس گیا:

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کآنجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

یعنی: عنقا کسی سے شکار نہیں ہوتا (لہٰذا) جال کو دوبارہ لگا، کیونکہ وہاں ہمیشہ جال خالی ہاتھ لگتا ہے۔

فَھُوَ سُبْحَانَهٗ بَعْدُ وَرَآءَ الْوَرَآءِ ثُمَّ وَرَآءَ الْوَرَآءِ.

یعنی: پس (حق) سبحانہٗ وراء الوراء (اور) پھر وراء الوراء ہے:

ہنوز ایوانِ استغناء بلند است
مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

یعنی: ابھی استغناء کا ایوان بلند ہے (اور) مجھے پہنچنے کا فکر ناپسند ہے۔

یہ ورائیت حجب کے لحاظ سے نہیں ہے، کیونکہ حجاب کلی طور پر زائل ہو گئے ہیں۔ بلکہ (یہ اس کی) عظمت و کبریائی کا ثبوت ہے، جو ادراک کے مانع اور وجدان کے منافی ہے۔ فَھُوَ سُبْحَانَهٗ اَقْرَبُ فِی الْوَجُوْدِ وَاَبْعَدُ فِی الْوَجْدَانِ. یعنی: پس حق سبحانہٗ وجود میں اقرب (بالکل قریب) اور وجدان (وادراک) سے بہت دور ہے۔

ہدایت یازدہم

کعبہ ربانی کی حقیقت کے بیان میں

یہ آٹھ فائدوں پر مشتمل ہے۔

بعض کو سراپردوں میں جگہ دیتے ہیں۔

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۱۴] سے:

ہاں! بعض کامل مرادمند ایسے ہیں جن کو انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے طفیل عظمت و کبریائی کے ان پردوں میں جگہ دی جاتی ہے اور ان کو محرم بارگاہ بنایا جاتا ہے۔ فَعُوْمِلَ مَا عُوْمِلَ مَعَھُمْ. یعنی: ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو انبیاء کے ساتھ کیا گیا۔

اے فرزند! یہ معاملہ انسان کی اس ہیئتِ وجدانی کے ساتھ مخصوص ہے جو عالمِ خلق اور عالمِ امر کے مجموعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ باوجود اس کے اس مقام میں سب کا سردار عنصر خاک ہے۔

مقامِ حقیقتِ کعبہ کے کمالات

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۱۵] سے:

جاننا چاہیے کہ اس مقام کے کمالات، جو سالک کی ہیئت وجدانی سے مخصوص ہیں اور عظمت و کبریائی کے سراپردوں سے متعلق ہیں، کعبہ ربانی کی حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں۔

ارباب ولایت ولسان نبوت میں قلب کے معنی

فائدہ (۳): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ

الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۲۱۶) سے:

جاننا چاہیے کہ ارباب ولایت ''قلب'' بولتے ہیں اور اس سے انسان کی وہ جامعہ حقیقت مراد رکھتے ہیں جو عالمِ امر سے ہے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک میں قلب سے مراد گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جس کی درستی پر تمام بدن کی درستی وابستہ ہے اور اس کے بگڑنے سے سارے جسم کا بگاڑ موقوف ہے۔ کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اِنَّ فِیْ جَسَدِ آدَمَ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا ھِیَ الْقَلْبُ. (۲۱۷)

یعنی: جیسا کہ حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں آیا ہے: بیشک انسان کے جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ سن لو! وہ قلب ہے۔

حقیقت جامعہ جب نہایت النہایت تک پہنچ جاتی ہے اور ولایت خاصہ سے وافر حصہ حاصل کر لیتی ہے، اگر مطلوب کی نمائندگی پیدا کرے تو اس میں مطلوب کا ظل پیدا ہوگا نہ کہ اس کا عین۔ جیسے کہ آئینہ میں شخص کا نمونہ ظاہر ہے نہ کہ شخص کا عین۔ برخلاف ٹکڑا گوشت (قلب) کے کہ اس میں آئینہ کے خلاف مطلوب کا عین ظاہر ہوتا ہے، نہ کہ اس کا ظل۔ لہٰذا فرمایا ہے: ''یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ.''(۲۱۸) یہ معاملہ نظر و فکر کے طور سے ماوراء ہے۔ خبردار اس بیان سے کہیں حلول و تمکین (۲۱۹) کا خیال مت کرنا کہ یہ کفر و زندقہ ہے۔ اگرچہ دنیاوی عقل (اس کو) باور نہیں کرتی کہ ایک شے کا عین دوسری شے میں ظاہر ہو اور وہاں حلول و تمکین نہ ہو۔ یہ عقل کا قصور (نارسائی) ہے اور حاضر پر غائب کا قیاس ہے۔ فَلَا تَکُنْ مِنَ الْقَاصِرِیْنَ. یعنی: پس تو نا سمجھوں میں سے مت ہو۔

اے برادر! تو اس مضغہ کو ایک بے اعتبار گوشت کا ٹکڑا مت خیال کر، کیونکہ وہ ایک جوہر نفس ہے، جس میں عالمِ خلق کے اسرار کے خزانے پوشیدہ ہیں اور عالمِ امر کے دفینے اور

خفیہ دقائق مدفون ہیں، معاملاتِ خاصہ کی زیادتی کے ساتھ جو اس کی ہیئت وجدانی سے متعلق ہیں، پہلے اجزاءِ عشرہ کو تصفیہ وتزکیہ، جذبہ وسلوک اور فنا وبقا کے ذریعے پاک وصاف بنایا گیا ہے اور اسے ماسوا کے تعلقات کی آلودگی سے آزاد کرایا گیا ہے، مثلاً قلب کو تغیر سے گزار کر تمکین تک پہنچایا ہے اور نفس کو آمادگی سے اطمینان تک لے آئے ہیں اور جز وناری کو سرکشی و نافرمانی سے روک لیا ہے اور خاک کو پستی و پست فطرتی سے بلند کر دیا ہے۔ اسی طرح اس (سالک) کے تمام اجزاء کو افراط وتفریط سے (ہٹا کر) اعتدال ومیانہ روی کی حد پر لے آئے ہیں۔ بعد ازاں محض (اپنے) فضل وکرم سے ان اجزاء کو ترکیب دے کر شخص معین بنایا ہے اور اس کا نام انسان کامل رکھا ہے اور اس کے قلب کو، جو اس کا خلاصہ اور اس کے وجود کا مرکز ہے، مضغہ (گوشت کے ٹکڑے) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

حقائق ثلاثہ کا وصول داخلِ فضل

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۲۰] سے:

آپ نے لکھا تھا کہ ''حقائق ثلاثہ (حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن مجید، حقیقت نماز) تک پہنچنا فضل وکرم میں داخل ہے یا نہیں؟'' (اس کا جواب یہ ہے کہ) ان حقائق کا معاملہ کمالات نبوت سے بالا ہے (لہٰذا) تفضّل (فضل وکرم) میں داخل ہونا چاہیے۔

کمالات نبوت سے بالا ہر معاملہ داخل فضل

فائدہ (۵): عبد ضعیف [۲۲۱] (مؤلفؒ) کہتا ہے کہ اس عبارت شریف سے یہ سمجھ آتا ہے کہ کمالاتِ نبوت سے بالا جو معاملہ بھی ہو وہ تفضّل (فضل وکرم) میں داخل ہے، پس جو سالک صرف کعبہ ربانی کی حقیقت سے متصف ہوا ہو، وہ بھی مقام تفضّل (فضل وکرم) سے بہرہ مند ہوتا ہے۔

ہر مسجد میں ظہور حقیقت کعبہ معظّمہ

فائدہ (۶): عبد ضعیف [۲۲۲] (مؤلفؒ) نے حضرت پیر دستگیر اپنے شیخ اور اپنے امام

(حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کی موتی بکھیرنے والی زبان (مبارک) سے سنا ہے کہ ہر مسجد میں کعبہ معظّمہ کی حقیقت کا ظہور ہے۔

فوقیت کے اعتبار سے حقیقت کعبہ وحقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں فرق

فائدہ (۷): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۲۳] سے:

سوال: ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت کعبہ ربانی حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اوپر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اور لازم آتا ہے کہ حقیقت کعبہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے افضل ہے، جبکہ آنسرور عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ ''لَوْلَاهُ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّةَ'' [۲۲۴] آپ کی شان میں ہے، جیسا کہ (حدیث شریف میں) آیا ہے۔

جواب: اوّل یہ ہے کہ حقیقت کعبہ ربانی معبودیت و مسجودیت کے مقام سے پیدا ہوتی ہے اور آنسرور عَلَیْهِ وَآلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کا کمال عبدیت وعابدیت (بندہ اور بندگی کرنے والا ہونے) کے مقام میں ہے۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ حقیقت کعبہ (خود) ذاتِ الٰہی جل سلطانہٗ ہو، کیونکہ حقیقت میں معبود و مسجود وہی ہے، یعنی وہ حقیقت جو اس صورت کی معبودیت اور مسجودیت کا منشا (بنی) ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ وہ حقیقت ذاتِ حق عَزَّ وَ بُرْهَانَهٗ ہے۔ پس اگر اس حقیقت کو حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر فوقیت وفضیلت ہو تو کیا خطرے کی بات ہے؟

اور یہ جو (بعض حضرات) کہتے ہیں کہ ممکن جو کہ صورت کعبہ ہے، اس کی حقیقت بھی ممکن ہی ہونی چاہیے، وہ ذات کس طرح ہوگی؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اس بزرگ گروہ (صوفیہ) کے طریقہ پر کسی شے کی حقیقت اس شے کی ذات وَمَا بِهِ الشَّیْءُ هُوَ هُوَ (ماہیت) سے عبارت نہیں ہے، بلکہ وہ اس کے

وجودی اور توابع وجودی فیوض کے مبداء سے عبارت ہے اور وہ چیز اس کے لیے ظل کی مانند ہے۔قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ حقیقت محمدی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تعیّن اوّل ہے، جس کو وحدت کا نام دیا جاتا ہے اور تمام ممکنات کے حقائق کو جو کہ اعیان ثابتہ ہیں، تعیّن ثانی میں، جس کو واحدیت کا نام دیا جاتا ہے، ثابت کرتے ہیں۔ اوران دونوں تعیّنات کو وجوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں۔

قَالَ فِیْ مُقَدَّمَةِ نَقْشِ الْفُصُوْصِ: "اَلْمُمْكِنُ هُوَ الْوُجُوْدُ الْمُتَعَيِّنُ فَاِمْكَانُهٗ مِنْ حَيْثُ تَعَيُّنِهٖ وَوُجُوْبُهٗ مِنْ حَيْثُ حَقِيْقَتِهٖ."

یعنی: نقش الفصوص کے مقدمہ میں کہا گیا ہے:

"ممکن ہی وجود متعیّن ہے۔ پس اس کا امکان ہونا اس کے تعیّن کے اعتبار سے ہے اور اس کا واجب ہونا اس کی حقیقت کے لحاظ سے ہے۔"

پس جس مقام میں انہوں نے حقیقت کعبہ کو مراتب وجود میں ثابت کیا ہے، وہ صوفیہ کی اصطلاح پر مبنی ہے۔ اور جہاں حقیقت ممکن کو ممکن کہا گیا ہے، وہ صوفیہ کی اصطلاح پر نہیں ہے، بلکہ وہ دوسری تحقیق اور الگ کلام ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "کعبہ کی صورت یہی ظاہری صورت ہے یا کوئی اور چیز ہے؟"

میرے مخدوم! ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ نے تحریر فرمایا ہے [۲۲۵] کہ "کعبہ کی صورت سے پتھر اور مٹی کے ڈھیلے مراد نہیں ہے، کیونکہ اگر بالفرض پتھر اور مٹی کے ڈھیلے درمیان میں نہ بھی ہوں (تو بھی) کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے، بلکہ صورت کعبہ باوجود یکہ عالمِ خلق سے ہے، مگر حقائق اشیا کے رنگ میں ایک ایسا پوشیدہ امر ہے، جو حس وخیال کے احاطہ سے باہر ہے۔ (یہ) عالم محسوسات میں سے ہے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہے، (اگرچہ) اشیا کا متوجہ الیہا (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے اور (اس کے باوجود) کچھ بھی توجہ میں نہیں ہے۔ ایسی ہستی ہے جس نے نیستی کا لباس پہن رکھا ہے۔ اور ایک ایسی نیستی ہے جس نے اپنی ہستی کا لباس ظاہر کیا ہوا ہے۔

جہت میں ہو کر بے جہت اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے۔

غرض کہ یہ حقیقت کے مزاج والی صورت ایک ایسی عجیب ترین شے ہے، جس کی تشخیص میں عقل عاجز ہے اور عقلاء اس کے تعیّن میں حیران ہیں، گویا عالم بے چونی و بے چونگی (بے مثل و بے کیف ہونے) کا نمونہ رکھتی ہے اور بے مثل و بے مثال ہونے کا نشان اس میں پوشیدہ ہے۔'' انتہی۔

دوسرے (۲۲۶) یہ کہ ایک حقیقت کی دوسری حقیقت پر فضیلت پہلی حقیقت والے کا دوسری حقیقت والے پر فضیلت کا سبب نہیں، (۲۲۷) جیسا کہ اوپر ولایت ملا اعلیٰ کی تحقیق میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ (۲۲۸)

تیسرے (۲۲۹) یہ کہ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''حقیقت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تنزیہ و تقدیس کی بلندی سے آنحضرت (محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے مقامات نزول کی نہایت ہے اور حقیقت کعبہ عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے۔ مرتبہ تنزیہ پر حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے عروج کرنے کے لیے پہلا زینہ حقیقت کعبہ ہے اور آنحضرت عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے عروجات کی انتہا کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' (۲۳۰) پس اس تقدیر پر ہر لحاظ سے فوقیت ثابت نہیں ہوئی تو افضلیت کہاں سے آئے گی!

چوتھے (۲۳۱) یہ کہ ہمارے پیغمبر (حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ دو (مبارک) ناموں (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور (حضرت) احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے موسوم ہیں اور ہر ایک (نام مبارک) کی ولایت الگ ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے وجود عنصری اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اس عالم ظلمانی کو ارشاد (ہدایت) کرنے کے اعتبار سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا نام مبارک (حضرت) محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَسَلِّمْ ہے۔ اس اسم مبارک کی ولایت اس اسم الٰہی سے متعلق ہے جو عالم سفلی کی تربیت سے مناسبت رکھتا ہے اور حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ

وسلّم) کے ساتھ مسمّٰی ہے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے روحانی وجود کے اعتبار سے، جو کہ عالم ملکوت اور روحانیوں کا مربی (پرورش کرنے والا) ہے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وجود عنصری سے پہلے اسی وجود کے ساتھ نبی تھے۔ اسی لحاظ سے آپ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نے فرمایا: ''كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ.''(۲۳۲)

یعنی: میں (اس وقت بھی) نبی تھا، جبکہ آدم (علیہ السّلام) پانی اور مٹی (گارا) کے درمیان تھے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا نام پاک احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے۔ اس نام پاک کی ولایت اس شان جامع سے متعلق ہے جو حقیقت محمدی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کا مبداء اور اصل ہے اور اس عالم نورانی کی تربیت کے لیے مناسب ہے جس کو حقیقت احمدیہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور حقیقت کعبہ ربانی کہا جاتا ہے اور جو نبوت کہ عالم عنصری سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے، صرف ایک حقیقت کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی۔ اس مرتبہ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا رب (مربی) وہ شان جامع (بھی) ہے اور اس نشان کا مبداء بھی، لہٰذا اس مرتبہ کی دعوت پہلی دعوت سے کامل تریں ہے۔ کیونکہ پہلی دعوت عالم امر اور روحانیت سے تعلق رکھتی تھی اور یہ دعوت عالم خلق و عالم امر دونوں کو شامل ہے۔ ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک حقیقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ہر دو اسم مبارک کے اعتبار سے آپ کے فطری مکان کے درجے میں ہے اور ان دونوں حقیقتوں کے اوپر رسول (اللہ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے لاتعداد اور بیشمار عروج ہیں، جن کی نہایت کو علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی جانتا ہے اور فضیلت کا مدار اور برگزیدہ و برتر ہونے کا انحصار اسی پر ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حقیقت کعبہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَسَلِّمْ کی حقیقت جامعہ کا ایک جزو ہے، جو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَسَلِّمْ

کے جسمانی وروحانی اور (عالم) خلق وامر کے کمالات کی جامع ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ فوقیت متنازعہ اس بنا پر ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعض کمالات کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بعض کمالات پر فوقیت ہے۔ اس معنی کی تحقیق اس سے بھی زیادہ ہے، لیکن اس مختصر (کتاب) میں اختصار کے لحاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

شانِ علم اور شانِ حیات

فائدہ (۸): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[۲۳۳] سے:

شانِ علم اگرچہ شانِ حیات کے تابع ہے، مگر صفات وشیون کے اعتبارات کے زوال اور گر جانے کے بعد مرتبہ حضرت ذات (حق) تعالیٰ وتقدس میں علم کی ایک الگ ہی شان اور گنجائش ہے، جو حیات کے لیے نہیں ہے۔ پھر اور صفات وشیون کا کیا ذکر ہے۔ یہ ایک ایسا بلند مرتبہ ہے جو تمام نسبتوں سے مجرد ہے اور نور کے اطلاق کے سوا کچھ اپنے اوپر تجویز نہیں فرماتا۔ میرے خیال میں علم ہی کی وہاں گنجائش ہے، مگر یہ علم وہ نہیں جس کو حضوری یا حصولی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ علم اپنی دونوں اقسام کے ساتھ حیات کے تابع ہے، بلکہ وہ علم حضرت ذات (حق) تعالیٰ وتقدس کی طرح بے چون (بے مثال) وبے چگون (یکتا) ہے اور سراسر (ایک) بے مثال شعور ہے جس میں عالم ومعلوم کا اعتبار نہیں۔ اس مرتبہ کے اوپر ایک اور ایسا مرتبہ ہے جس میں دوسرے شیون کی مانند علم کی بھی گنجائش نہیں۔ وہاں صرف نور ہی نور ہے، جو اس بے مثال (بے چون) اور یکتا (بے چگون) شعور کا اصل ہے۔ جب اس حضرت نور کا ظل بے مثال اور یکتا ہے تو پھر اصل کی بے چونی (بے مثالی) کی نسبت، جو عین نور ہے، کیا کہا جائے۔ تمام وجوبی وامکانی کمالات اسی نور کے ظلال ہیں اور اسی نور کے ساتھ قائم ہیں۔ وجود اسی نور سے وجود ہوا ہے اور آثار کا مبداء بنا ہے۔ مرتبہ اوّل چونکہ حضرت نور صرف سے انحطاط کی بُو رکھتا ہے اور نور وشعور کا جامع ہے، لہٰذا حضرت مخبر صادق عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے اس کو مخلوق کہا ہے اور اس کی تعبیر کبھی عقل سے کی

ہے اور فرمایا ہے: ’’اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ. ‘‘(۲۳۴)

یعنی: اللہ تعالیٰ نے جو چیز اوّل پیدا فرمائی وہ عقل ہے۔

اور کبھی اس کو نور سے یاد فرمایا ہے اور اس طرح کہا ہے: ’’اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ. ‘‘(۲۳۵)

یعنی: جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔

مرتبہ دوّم جو نور صرف ہے اور لاتعیّن سے متعیّن ہے، اس کو بھی تم دوسروں کی مانند ذات بحت اور احدیت مجردہ مت خیال کرو، کیونکہ یہ بھی نورانیت صرفہ کے حجابات میں سے ایک حجاب ہے (اس لیے) کہ: ’’اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَةٍ ‘‘(۲۳۶) اگرچہ تعیّن نہیں، لیکن مطلوب حقیقی کا حجاب ضروری ہے۔ اگرچہ (یہ) تمام حجابوں میں سے آخری ہے اور حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ یہ بلند مرتبہ تجلیات ذاتیہ کے اوپر ہے، فعل وصفت کی تجلیات سے کیا کہا جائے کیونکہ تجلی بغیر آمیختگی تعیّن کے نہیں ہوتی اور یہ مقام تمام تعیّنات سے برتر ہے، مگر ان تمام تجلیات ذاتیہ کا منشاء وہی نور صرفہ ہے اور اس کے توسط کے بغیر متصور نہیں ہوتی: ’’لَوْلَاهُ لَمَا حَصَلَ لتَجَلِّیْ. ‘‘یعنی: اگر یہ نہ ہوتا تو تجلی بھی حاصل نہ ہوتی۔

میں خیال کرتا ہوں کہ کعبہ ربانی کی حقیقت یہی نور ہے جو تمام (کائنات) کا مسجود اور تمام تعیّنات کی اصل ہے۔ جب تمام تجلیات ذاتیہ کا ملجا و ماویٰ یہی نور ہے تو پھر اوروں کے مسجود ہونے سے اس کی کیا تعریف کی جائے۔ جب حق (تعالیٰ) جَلَّ سُلْطَانُهٗ کے فضل وعنایت سے ہزاروں میں سے کسی ایک عارف کو اس دولت کے حصول سے مشرف فرماتے ہیں اور اس مقام میں فنا و بقا سے سرفراز فرماتے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ اس نور سے بقا پا کر فوق اور فوق الفوق سے وافر حصہ حاصل کر لے۔ اس (بیان) سے کوئی شخص (یہ) وہم نہ کرے کہ عارف کے حق میں حق تعالیٰ کی ذات سے تمام حجابات کا دور ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ تمام حجابوں کے آخر میں اس نور کو (بھی حجاب) کہتے ہیں۔

ہدایت دوازدہم

قرآن مجید کی حقیقت کے بیان میں

حقیقت کعبہ کے اوپر حقیقت قرآن

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۲۳۷) سے:

مرتبہ عالیہ نور صرف جس کو اس فقیر نے کعبہ ربانی کی حقیقت پایا اور لکھا ہے کہ (یہ) ایک نہایت ہی اعلیٰ مرتبہ ہے، جو اللہ پاک جل شانہٗ کے قرآن مجید کی حقیقت ہے۔ کعبہ معظّمہ قرآن مجید کے حکم سے آفاق کا قبلہ بنا ہے اور سب کے مسجود ہونے کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔

پس قرآن مجید امام ہے اور کعبہ معظّمہ ماموم (یعنی مقتدی)۔ یہ مرتبہ مقدسہ حضرت ذات (حق) تعالیٰ و تقدس کی بے مثال (بے چون) وسعت کا مبداء ہے، نیز اس بارگاہ (حق) کی بے مثالی و یکتائی (بے چونی و بے چونگی) کا مبداءِ امتیاز بھی یہی بلند درجہ ہے۔ یہ مقدس مرتبہ جسے میں نے قرآن مجید کی حقیقت کہا ہے، اس میں ذات پر نور کے اطلاق کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ دوسرے تمام ذاتی کمالات کی مانند نور بھی راستہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ یہاں بے مثال (بے چون) کی وسعت اور یکتا (بے چگون) کے امتیاز کے سوا کسی اور شے کی گنجائش نہیں پاتا۔ آیت کریمہ: ''قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ''، (۲۳۸) (سورۃ المائدہ، آیت ۱۵) میں اگر ''نور'' سے مراد قرآن مجید ہے تو باعتبار اس کی تنزیل کے، ہوسکتا ہے، چنانچہ ''قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ'' میں اس طرف اشارہ ہے۔

انوار قرآن مجید کے انکشاف کی علامات

فائدہ (۲): بندہ ضعیف [۲۳۹] (مؤلفؒ) کہتا ہے کہ مخدوم زادہ محبوب ربانی سیف رحمانی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی [۲۴۰] کی موتی بکھیرنے والی زبان (مبارک) سے میں نے سنا ہے کہ قرآن مجید کے انوار کے انکشاف کی علامت غالباً عارف کے دل پر ایک ثقل (بوجھ) کا وارد ہونا ہے۔ گویا آیت کریمہ: اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا [۲۴۱] (سورۃ المزمل، آیت ۵) میں اس معرفت کی جانب اشارہ ہے۔

اعتراض وشبہ کا ردّ

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۴۲] سے:

اس بیان سے وہ شبہ بھی جاتا رہا جو کہ وارد کیا گیا ہے کہ حقیقت قرآن صفتِ کلام یا شانِ کلام سے پیدا ہوتی ہے، اس لیے ولایت کبریٰ میں داخل ہوگی اور اس کے کمالات نبوت سے فوقیت رکھنے کی کیا صورت ہوگی، کیونکہ یہ معنی کہ وسعتِ بے مثال (بے چون) کا مبداء حضرت ذات (حق) تعالیٰ ہے، ولایت سہ گانہ وکمالات نبوت اور حقیقت کعبہ سے بالاتر ہے۔ پس سمجھ لیجیے۔

کلام (الٰہی) کے بارے میں مذہب اہل سنت

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۴۳] سے:

کلام (الٰہی) کے مسئلہ میں اہل سنت وجماعت شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ (اللہ ان کی سعی کو مشکور فرمائے) کا مذہب یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ازل سے ابد تک ایک ہی بسیط حقیقی کلام کے ساتھ متکلّم ہے، کثرت وتفصیل کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسی ایک بسیط کلمہ سے امر ونہی پیدا ہوئے ہیں اور اسی ایک کلمہ بسیط سے استفہام (پوچھنا)، تمنّی (خواہش کرنا)، ترجّی (امید کرنا)، اخبار وانشا (خبر دینا)، وعید (ڈرانا) اور

وعدہ صادر ہوئے ہیں۔ اور وہی کلمہ بسیط ہے کہ جس نے فرقان وتوریت کا نام پایا ہے اور زبور وانجیل کے ساتھ تفصیل پائی ہے۔

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں منفرد قول اور تحقیق کے بعد ایک باریک نکتہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کلامِ الٰہی جَلَّ شَانُہٗ میں اجمال وعدم تجزی (اجزا نہ ہونے) کے باوجود تفصیل بھی ثابت ہے اور وسعت وتمیز بھی موجود ہے۔ بسیط ہونے کے باوجود امر نہی سے ممتاز اور اخبار انشا سے جدا ہے، جیسا کہ ہم مرتبہ ذات (حق تعالیٰ) میں بھی اجمال کے باوجود تفصیل اور وسعت ثابت کرتے ہیں، کیونکہ وسعت وتفصیل بھی صفات کمال میں سے ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَقَدَّسَ: " وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ. " (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۴۷)

یعنی: اور اللہ بہت وسعت اور علم والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ہم اس مرتبہ عالیہ میں جس اجمال وتفصیل کا اثبات کرتے ہیں، یہ وہ اجمال وتفصیل نہیں ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے اور ہم اس کا ادراک کرلیں، کیونکہ اس سے ٹکڑے اور اجزا ہونا لازم آتا ہے۔ تَعَالٰی عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (یعنی: اللہ تعالیٰ ذات پاک اس سے بہت بلند ہے)، بلکہ (یہ اجمال وتفصیل بھی) ذات وصفات کی طرح بے مثل ویگانہ (بے چون وبے چگونہ) ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ. (یعنی: میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا) اور یہ معرفت اگرچہ طریقہ عقل کے ماوراء ہے، لیکن صحیح کشف اور صریح الہام سے اس کی تائید ہوچکی ہے اور جس تمیز کی علمائے کرام نے نفی کی ہے، یہ وہ تمیز ہے جو کہ چون وچند کی قسم ہے کہ یہ بسیط ہونے کے منافی ہے۔

لفظ اجمال وتفصیل کے اطلاق کی وجہ

فائدہ (۵): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۲۴۴) سے:

چونکہ اس بارگاہ میں لفظ اجمال ووحدت کو لفظِ تفصیل وکثرت کے مقابلہ میں زیادہ

مناسبت ہے، لہٰذا تفصیل و کثرت کا لفظ ٹکڑے اور اجزا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے، اس بنا پر (بزرگوں) نے اس بلند بارگاہ پر اطلاق کے لیے لفظ اجمال و وحدت کو اختیار کیا ہے، ورنہ (اللہ) تعالیٰ اس اجمال و تفصیل سے، جو ہماری سمجھ میں آتی ہے، پاک و مبرا ہے۔ اور اگر ہم بے مثال (بے چون) وحدت اور وسعت (کے الفاظ) اختیار کریں تو دونوں ثابت ہیں۔
فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِيْنَ. یعنی: پس سمجھ لو اور قاصرین میں سے نہ ہو۔

ہدایت سیزدہم

حقیقتِ نماز کے بیان میں

اس میں پانچ فائدے ہیں۔

حقیقتِ نماز کی فضیلت

فائدہ(۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[۲۴۵] سے:

اس مرتبہ مقدسہ (حقیقتِ قرآن) کے اوپر ایک اور نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے جس کو حقیقتِ نماز کہتے ہیں۔ جس کی صورت عالم شہادت میں منتہی نمازیوں کے لیے قائم ہوتی ہے۔ یہ جو قصہ معراج میں آیا ہے: ''قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ.'' یعنی: اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)! ٹھہر جایئے کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے، ممکن ہے کہ اسی حقیقت نماز کی طرف اشارہ ہو۔ ہاں! جو عبادت مرتبہ تجرد وتنزہ کے لائق ہو، وہ مراتب وجوب ہی سے صادر ہوتی ہے اور قدم کے اطوار سے ہی ظہور میں آتی ہے۔ ''فَالْعِبَادَۃُ اللَّائِقَۃُ بِجَنَابِ قُدْسِہٖ تَعَالٰی ھِیَ الصَّادِرَۃُ مِنْ مَرَاتِبِ الْوُجُوْبِ لَاغَیْرُ فَھُوَ الْعَابِدُ وَالْمَعْبُوْدُ.'' یعنی: پس عبادت جو مقدس بارگاہ (اللہ) تعالیٰ کے لائق ہے، وہ مراتب وجوب ہی سے صادر ہو سکتی ہے۔ پس وہی عابد ہے اور وہی معبود ہے۔

اس مرتبہ مقدسہ میں کمال وسعت اور امتیاز بے مثال (بے چون)[۲۴۶] ہے۔

حقیقتِ نماز اور حقیقتِ قرآن میں فرق

فائدہ(۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات[۲۴۷] سے:

اس کو ماننے کی صورت میں (یہ) شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مبداء شے کو شے پر سبقت و فوقیت ہے۔ پس حقیقت قرآنی کو حقیقت نماز پر مقدم ہونا چاہیے اور حالانکہ انہوں (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے حقیقت نماز کو حقیقت قرآنی سے اوپر لکھا ہے۔

جواب: ممکن ہے کہ یہ مبدا ہونا سالک کے عروج کے لحاظ سے ہو، یعنی عروج کے مدارج میں وسعت کا آغاز حقیقت قرآنی سے ہوتا ہے، جس کا کمال اوپر کی حقیقت یعنی حقیقت نماز ہوگا اور اس لحاظ سے مبداء ہونے کو تاخر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تفوق (فوقیت) دونوں جانب سے ہے (اور) دو اعتبار سے ہے۔ حقیقت قرآنی چونکہ حقیقت نماز کا جزو ہے اور جزو کو کل پر تقدم ہوا کرتا ہے اور کل کو فضیلت (حاصل) ہے، کیونکہ کل اس جزو پر بھی مشتمل ہے اور دوسرے اجزا پر بھی۔ پس ظاہر کے لحاظ سے جزو اور باطن ورتبہ کے اعتبار سے کل کو فوقیت (حاصل) ہے۔

حقیقتِ کعبہ وحقیقتِ قرآن حقیقتِ نماز کا جزو ہیں۔

فائدہ (۳): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[۲۴۸] سے:

حقیقتِ کعبہ بھی حقیقتِ نماز کا جزو ہے اور حقیقتِ قرآن بھی اسی کا حصہ ہے، کیونکہ نماز عبادت کے ان تمام مراتب کمالات کی جامع ہے جن کی نسبت اصل الاصل سے ثابت ہے۔

لذتِ نماز میں نفس کا دخل نہیں

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات[۲۴۹] سے:

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ نے اپنے قدسی آیات مکتوبات[۲۵۰] میں تحریر[۲۵۱] فرمایا ہے کہ جو لذت نماز ادا کرتے وقت ہاتھ لگتی ہے، نفس کا اس میں ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے۔ عین اس لذت کی حالت میں وہ (نفس) آہ و

فریاد میں (رہتا) ہے۔ نیز تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں رؤیت (باری تعالیٰ) کے مرتبہ کی طرح ہے۔

نماز کے خصائص، امت کے آخری لوگوں کی مدح اور اس کا آغاز

فائدہ (۵): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تعالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۲۵۲) سے:

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَتَبْلِيْغِ الدَّعْوَاتِ.

یعنی: حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوت کے بعد میرے عزیز بھائی اَرْشَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ انہیں سیدھا راستہ دکھائے) کو معلوم ہو کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا رُکن نماز ہے، جو تمام عبادتوں کا جامع ہے اور ایسا جزو ہے کہ جس نے جامعیت کی وجہ سے کل کا حکم پیدا کر لیا ہے، اور تمام مقرب کرنے والے اعمال میں برتر ہو گئی ہے۔ تمام جہانوں کے سردار (حضرت محمد) عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کو معراج کی رات بہشت میں (باری تعالیٰ کی) جو رؤیت میسر ہوئی تھی، اس دنیا میں نزول فرمانے کے بعد اس عالم کے مناسب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو وہ نماز میں حاصل ہوتی تھی۔ لہٰذا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا:

''اَقْرَبُ مَا يَكُوْنَ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِى الصَّلٰوةِ.'' (۲۵۳)

یعنی: سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے (حاصل) ہوتا ہے، وہ نماز میں ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کامل ترین پیروکاروں کو اس دولت سے اس دنیا میں وافر حصہ نصیب ہے۔ اگرچہ رؤیت (باری تعالیٰ) میسر نہیں، کیونکہ یہ جہاں اس کی تاب نہیں رکھتا۔ اگر نماز ادا کرنے کا حکم نہ فرماتا تو چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی جانب کون رہنمائی کرتا؟ نماز ہی غمگساروں کو لذت بخشنے والی ہے (اور) بیماروں کو راحت پہنچانے والی ہے۔ اَرِحْنِیْ يَا بِلَالُ (۲۵۴) اسی ماجرا کی رمز ہے اور ''قُرَّةُ عَيْنِىْ

فِـی الـصَّـلٰوۃِ ''،(۲۵۵) میں اسی آرزو کی جانب اشارہ ہے۔ وہ اذواق ومواجید، علوم و معارف، احوال ومقامات، انوار والوان، تلوینات وتمکینات، تجلیات متکفیہ اور غیر متکفیہ، ظہورات متلوّ نہ اور غیر متلوّ نہ وغیرہ جو کچھ ان میں سے نماز کے سوا میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہوں، وہ سب ظلال اور امثال ہیں، بلکہ وہم اور خیال سے پیدا ہوئے ہیں۔

نمازی، جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا اس عالم سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ یقیناً اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پالیتا ہے۔ کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلّی پر منحصر ہے۔ اور جو معاملہ ظلال سے باہر ہے، وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ پس معراج سے چارہ نہ ہوگا اور وہ مومنوں کے حق میں نماز ہے۔ یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں تشریف لے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رؤیت کی دولت سے مشرف ہوئے، (یہ امتی بھی) اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئے اور اس سعادت سے خوش قسمت بنے۔ اَللّٰھُمَّ اجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلَہٗ وَاَجْزِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَاَجْزِ الْاَنْبِیَآءِ کُلُّھُمْ جَزَآءً خَیْرًا فَاِنَّھُمْ دُعَاۃُ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَھُدَاتُھُمْ اِلٰی لِقَآءِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ.

یعنی: اے اللہ! تو ہماری طرف سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسی جزا دے جس کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لائق ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہماری طرف سے اس سے افضل جزا دے جو تو نے امت کی طرف سے کسی نبی کو عطا فرمائی اور ہماری طرف سے تمام انبیاء (عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کو جزائے خیر عطا فرما، کیونکہ وہ تمام خلقت کو اللہ تعالیٰ کی جانب بلانے والے ہیں اور ان کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی لقاء کی طرف راستہ دکھانے والے ہیں۔

صوفیہ میں سے ایک گروہ کو نماز کی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا گیا اور اس کے مخصوص کمالات کی انہیں اطلاع نہیں بخشی گئی۔ انہوں (صوفیہ کے اس گروہ) نے اپنی بیماری کا علاج دوسرے امور سے تلاش کیا اور اپنی مرادوں کے حاصل کرنے کو دوسری چیزوں سے وابستہ کیا، بلکہ ان میں سے ایک جماعت نے نماز کو بے فائدہ سمجھ کر اس (نماز) کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی اور روزہ کو نماز سے افضل سمجھا۔

صاحب (۲۵۶) فتوحات مکیہ نے لکھا ہے کہ روزہ، جس میں کھانا پینا ترک کر دینا ہے، اس میں صفتِ صمدیت سے متحقق ہونا ہے اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا ہے اور عابد و معبود کا جاننا ہے۔ وَهُوَ كَمَا تَرىٰ مَبْنِيٌّ عَلىٰ مَسْئَلَةِ التَّوحِيْدِ الْوُجُوْدِيِّ الَّذِىْ هُوَ مِنْ اَحْوَالِ السُّكَارىٰ. یعنی: اس قسم کی باتیں اہلِ سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ یہ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا ہی باعث ہے کہ اس طائفہ میں سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد اپنے اضطراب کی تسکین سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں حاصل کرتی ہے اور انہوں نے اپنے مطلوب کو سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں ڈھونڈا۔ یقیناً انہوں نے رقص و ناچ کو اپنی عادت بنا لیا، حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا: ''مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي الْحَرَامِ شِفَاءً. ''(۲۵۷) یعنی: اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ جی ہاں! اَلْغَرِيْقُ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ شَيْءٍ وَّحُبُّ الشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ. یعنی: ڈوبتا ہوا ہر چیز کی طرف ہاتھ مارتا ہے اور کسی شے کی محبت (انسان کو) اندھا بہرہ کر ڈالتی ہے۔

اگر نماز کی حقیقت سے تھوڑی سی بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔

ع چون ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

یعنی: جب انہوں نے حقیقت پائی تو افسانے کے راستے پر چل پڑے۔

اے بھائی! جس قدر نماز و نغمہ میں فرق ہے، اتنا ہی فرق نماز کے مخصوص کمالات اور نغمہ سے پیدا ہونے والے کمالات میں ہے۔ جان لے کہ اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ. یعنی:

عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ یہ (حقیقت) ایک ایسا کمال ہے جو ہزار سال کے بعد وجود میں آیا ہے اور (یہ) آخرت کی ایک چیز ہے جو اوّلیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ آخِرُهُمْ. یعنی: (میری امت کے) لوگوں میں سے پہلے بہتر ہیں یا ان کے پچھلے۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہیں فرمایا کہ اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اَوْسَطُهُمْ. یعنی: ان کے پہلے بہتر ہیں یا ان کے اوسط۔ کیونکہ آخرت کی اوّل کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردّد کا باعث بنی۔

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ارشاد) فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اوّل ہیں یا اس کے آخر اور اس کے درمیان (کے حصہ) میں کدورت ہے۔ (۲۵۸)

جی ہاں! اس امت کے متاخرین میں اگرچہ میں وہ نسبت بلند ہے، لیکن قلیل ہے، بلکہ بہت ہی تھوڑی۔ اور متوسطین میں وہ نسبت اگرچہ بلند نہیں ہے، لیکن کثیر بلکہ بہت زیادہ ہے۔ وَلِكُلِّ وِجْهَةٌ كَمِيَّةً وَّكَيْفِيَّةً. یعنی: ہر ایک کے لیے کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ایک جہت ہے۔ لیکن اس نسبت کے بہت ہی تھوڑا ہونے نے متاخرین کو بلند درجہ پر پہنچایا اور سابقین کے ساتھ مناسبت دے کر (انہیں) بشارت دی گئی۔ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ. یعنی: اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر ویسا ہی غربت میں لوٹ جائے گا، پس غریبوں کے لیے خوشخبری ہے۔

اس امت کی آخریت کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد الف ثانی (یعنی ہزار سال گزرنے) کی ابتدا ہے۔ یعنی ہزار سال کے گزرنے کو اُمور کے تغیر میں ایک عظیم الشان خاصیت حاصل ہے اور چیزوں کے تبدیل ہونے میں ایک قوی تاثیر ہے۔ چونکہ اس امت میں نسخ اور تبدیلی نہیں ہے، لہٰذا سابقین کی نسبت اسی تر و تازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں از سر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی

ترقی فرمائی ہے۔ اس معنی پر حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور حضرت مہدی عَلَیْهِ الرِّضْوَانُ دو عادل گواہ ہیں:

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یعنی: اگر روح القدس پھر مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کام کریں جو (حضرت) مسیح (علیہ السّلام) کرتے تھے۔

اے بھائی! یہ بات اکثر لوگوں پر گراں گزرتی ہے اور ان کے فہم سے بہت زیادہ دور ہے۔ اگر انصاف کریں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں اور احوال کی صحت اور سقم کا علوم شرعیہ کی مطابقت اور عدم مطابقت سے ملاحظہ کریں اور شریعت نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور نبوت کی تعظیم و توقیر کو دیکھیں کہ کونسا سلسلہ اس کا زیادہ پابند ہے تو امید ہے کہ ان کا یہ تعجب جاتا رہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنے رسائل و کتب میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت (دونوں) شریعت کے خادم ہیں اور نبوت ولایت سے افضل ہے، اگرچہ نبی کی ولایت کیوں نہ ہو۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ کمالات ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی۔ اس قسم کی بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں، خاص کر اس مکتوب میں جو اپنے ایک صاحبزادہ [۲۵۹] کو تحریر فرمایا ہے، وہاں ملاحظہ کرلیں۔

اس گفتگو سے مقصود حق سبحانہٗ کی نعمت کا اظہار کرنا اور اس طریقہ کے طالبین کو ترغیب دینا ہے، نہ کہ دوسروں پر خود کو فضیلت دینا۔ اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو خود کو فرنگی کافر سے بہتر سمجھے، پس اکابر دین سے (بہتری کا خیال) کیسے (ہوسکتا ہے)۔

نظم:

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

من آں خاکم کہ ابر نو بہاری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم چو سوسن شکر لطفش کے توانم

یعنی: جب شہ نے مجھے خاک سے اٹھایا، (پھر) جچتا ہے کہ میں افلاک سے سر اونچا کروں۔

۳۸ میں وہ خاک ہوں کہ بہار کا تازہ بادل لطف سے مجھ پر برستا ہے۔

۳۸ اگر میرے تن پر سو زبان پیدا ہو جائے تو پھر بھی میں خوشبودار پھول کی مانند اس کے لطف کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں۔

اس مکتوب کے مطالعہ کے بعد اگر آپ کے اندر نماز کے سیکھنے اور اس کے بعض مخصوص کمالات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے اور وہ (آپ کو) بیقرار بنا ڈالے تو استخاروں کے بعد اس جانب متوجہ ہو جائیں اور عمر کا ایک حصہ نماز کے سیکھنے میں صَرف کریں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔

یعنی: اور اللہ سبحانہٗ سیدھے راستہ پر چلانے والا ہے اور اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کو اختیار کیا اور حضرت (محمد) مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اتباع کو لازم پکڑا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) پر کامل اور اکمل ترین درود و سلام ہو۔

ہدایت چہاردہم

معبودیتِ صرفہ کے بیان میں

یہ دو فوائد پر مشتمل ہے۔

حقیقتِ نماز کے اوپر کا مرتبہ

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۶۰] سے:

جو مرتبہ مقدسہ حقیقتِ نماز سے اوپر ہے وہ معبودیت صرفہ کا مقدس مرتبہ ہے، جس کا استحقاق اس مرتبہ فوق کو حاصل ہے، جو کل کی اصل اور جائے پناہ ہے۔ اس مقام میں وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے اور امتیاز بھی راستے میں رہ جاتا ہے، اگرچہ وہ بے مثال [۲۶۱] و بے کیف (بے چون و بے چگونہ) ہو۔ کامل انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور اکابر اولیاء کے اقدام کی انتہا حقیقت نماز کے مقام کی نہایت تک ہی ہے، جو عابدوں کی عبادت کے مرتبہ کی نہایت ہے۔ اس کے اوپر معبودیت صرفہ کے مقام کا مرتبہ ہے، جہاں کسی شخص کو کسی طرح بھی اس دولت میں شرکت نہیں کہ قدم بالاتر رکھ سکے۔ کیونکہ جب عابد اور عابدیت کے تعلق کی گنجائش ہے، نظر کی مانند قدم کی بھی گنجائش ہے۔ جب معاملہ معبودیت صرفہ تک جا پہنچتا ہے تو قدم کوتاہی کرتا ہے اور سیر ختم ہو جاتی ہے، لیکن اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے کہ نظر کو وہاں (کی سیر) سے منع نہیں فرمایا گیا اور (اسے) استعداد کے مطابق گنجائش بخشی گئی ہے:

ع بلا بودے اگر این ہم نہ بودے

یعنی: مصیبت ہوتی اگر یہ بھی نہ ہوتا۔

ممکن ہے کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ[۲۶۲] (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے حکم میں اسی کوتاہی قدم کی طرف اشارہ ہو۔ یعنی: اے (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ٹھہر جایئے اور قدم آگے نہ بڑھایئے، کیونکہ (اس سے) اوپر مرتبہ نماز ہے جو مرتبہ وجوب سے صادر ہے اور وہ حضرت ذات (حق) تعالیٰ وتقدس کے تجرد وتنزہ (اکیلا و پاک ہونے) کا مرتبہ ہے، جہاں قدم کے رکھنے کی جگہ نہیں ہے اور گنجائش نہیں۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اسی مقام میں متحقق ہوتی ہے اور عبادت کے غیر مستحق خداؤں کی نفی ہوتی ہے اور معبود حقیقی کا اثبات، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے اور عابدیت و معبودیت میں امتیاز کامل اسی جگہ ظاہر ہوتا ہے اور عابد معبود سے کماحقہٗ جدا ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی منتہیوں کے لیے لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ ہیں، جیسے کہ شرع میں اس کلمہ کے معنی قرار پائے ہیں۔ وَلَا مَوْجُوْدَ وَلَا وَجُوْدَ وَلَامَقْصُوْدَ کہنا مبتدی اور متوسط درجہ والوں کے لیے ہے۔ لیکن لَامَقْصُوْدَ (کا مرتبہ) لَا مَوْجُوْدَ اور لَا وَجُوْدَ کے اوپر ہے، جو لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کے نیچے ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس مقام میں نظر کی ترقی اور بینائی کی تیزی عبادتِ نماز سے وابستہ ہے جو منتہیوں کا کام ہے۔ دوسری عبادات نماز کی تکمیل میں مدد فرماتی ہیں اور اس کے نقص کی شاید تلافی کرتی ہیں۔ اسی لیے نماز کو بھی ایمان کی طرح حَسَنَ لِذَاتِہٖ (یعنی: اصل و ذات میں خوب و بہتر) کہا گیا ہے اور دوسری عبادات کی خوبی ذاتی نہیں ہے۔

حقیقتِ نماز کے اوپر کے مرتبہ کے بارے میں سوال وجواب

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات[۲۶۳] سے:

اگر کہیں کہ رؤیت بصری و مشاہدہ قلبی دونوں دنیا میں واقع نہیں ہیں تو اس بارگاہ میں وصول نظری کس معنی میں ہوگا؟

ہم کہتے ہیں کہ یہ نظر رؤیت و مشاہدہ سے ماوراء ایک بے کیف امر ہے، جب تک تو

اس تک نہ پہنچے، اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے گا، گویا کہ متشابہات کی قسم سے ہے۔

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ نے تحریر[۲۶۴] فرمایا ہے کہ ''وصول نظری اور وصول قدمی اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے، یا قدم کی گنجائش ہے۔ اس جگہ تو بال کی (بھی) گنجائش نہیں ہے، قدم کی کیا ہو گی؟ بلکہ ایک مجہول کیفیت والا وصول ہے، اگر صورتِ مثالیہ میں نظر کے ذریعہ سے منقش ہوا تو (اس کو) وصول نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ذریعہ سے ہے تو وصول قدمی ہے، ورنہ نظر و قدم دونوں اس بارگاہ سے بےخود و حیران ہیں۔''

سوال: جب مرتبہ معبودیت صرفہ میں نظر ممنوع نہیں ہے تو ممکن ہے کہ رؤیت عالم دنیا میں ہو سکے، حالانکہ وہ باجماع امت ناجائز ہے۔

جواب: اصلی شے کا حاصل ہونا دوسری چیز ہے اور اس سے حصہ حاصل کرنا اور بات ہے۔ اصل رؤیت کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اور دنیا میں ممنوع کی گئی ہے۔

چنانچہ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ نے تحریر فرمایا ہے کہ اگرچہ دنیا میں اصل رؤیت نہیں ہے، مگر رؤیت کے مشابہ ہے۔ پس سمجھ لیں کہ ہمارا کلام اشارت و بشارت ہے۔

ہدایت پانزدہم

مرتبہ نزول، جو حقیقۃ الحقائق کے وصول سے متعلق ہے، کے بیان میں، اس کے مناسب تحقیقات کے ساتھ

یہ سات فوائد پر مشتمل ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت کا ساتواں درجہ

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۶۵] سے:

(پہلے درجہ کے سوا متابعت کے) یہ تمام درجات [۲۶۶] نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کے مقامات عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا حاصل ہونا صعود سے وابستہ ہے۔

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے، تمکین بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی، جو طغیان و سرکشی سے باز آ گئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے۔ اس مقام میں تابع اپنی متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ تبعیّت کا نام ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور تابع و متبوع کی تمیز دور ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تابع متبوع کی طرح جو کچھ لے رہا ہے، اصل سے لے رہا ہے۔ گویا دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے ہم آغوش اور ہم کنار ہیں اور ایک بستر پر ہیں اور دونوں شیر و شکر کی مانند ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ تابع کون ہے اور

متبوع کون؟ اور تبعیت کس کے لیے ہے؟ نسبت کے اتحاد میں تغایُر کی نسبت کچھ گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ اپنے آپ کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا طفیلی اور وارث جانتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تابع اور ہوتا ہے اور طفیلی و وارث اور۔ اگرچہ تبعیت کی صف میں سب شامل ہیں، لیکن تابع میں بظاہر متبوع کی حیلولیت (پردہ) درکار ہے اور طفیلی و وارث میں کسی حیلولیت (پردے) کی ضرورت نہیں۔ تابع پس خوردہ کھانے والا ہے اور طفیلی ضمنی ہمنشین۔ غرض جو دولت آئی ہے، وہ انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے واسطے سے آئی ہے اور یہ امتیوں کی سعادت ہے کہ انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے طفیل اس دولت سے حصہ پاتے ہیں اور ان کا پس خوردہ تناول کرتے ہیں:

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم
این بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

یعنی: جس قافلہ میں محبوب ہے، میں سمجھتا ہوں (کہ اس میں) میں نہیں پہنچ سکتا۔ بس یہی کہ دور سے (اس کی) گھنٹی کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔

اس مرتبہ کا ثمرہ

فائدہ (۲): اس [۲۶۷] مرتبہ کا حاصل ہونا حقیقۃ الحقائق، جو حقیقتِ محمدیہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے، کے وصول کا ثمرہ ہے۔

توسط (وسیلہ) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم

فائدہ (۳): محبوب صمدانی مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۶۸] سے:

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت سرور کائنات عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کا توسط (یعنی واسطہ وسیلہ ہونا) دو وجہ پر ہو سکتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سالک اور اس کے مطلوب کے درمیاں حائل و حاجب ہوں۔ دوسرے یہ کہ سالک نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیروی و متابعت میں مطلوب

سے واصل ہو۔ طریقہ سلوک میں اور حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں پہنچنے سے پہلے (آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا) توسط (وسیلہ) دونوں معنی سے ثابت ہے اور حقیقۃ الحقائق تک پہنچنے کے بعد (بھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا) توسط دوسرے معنی سے (ثابت) ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ اس عدم توسط (واسطہ کے نہ ہونے) سے حضرت خاتم النبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جناب (پاک) میں قصور لازم آتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ واسطہ کا نہ ہونا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمال کو مستلزم ہے، نہ کہ قصور۔ کیونکہ متبوع کا کمال یہ ہے کہ اس کا تابع اس کے طفیل اور اس کی متابعت سے تمام مراتبِ کمال تک پہنچ جائے اور کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔ اور یہ امر واسطہ کے نہ ہونے میں ثابت ہے، نہ کہ واسطہ کے ہونے میں۔ کیونکہ وہاں شہود بے پردہ ہے، جو درجات کمال کی نہایت ہے اور یہاں در پردہ۔ پس کمال وسیلہ کے نہ ہونے میں ہے اور قصور واسطہ کے ہونے میں۔ یہ مخدوم کی عظمت وشوکت کا باعث ہے کہ اس کا خادم کسی مقام میں اس سے پیچھے نہیں رہتا اور اس کی تبعیت (پیروی) سے اس کے ہمسروں کے مرتبہ میں شریک رہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث میں آیا ہے: ''عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ.''(۲۶۹) یعنی: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء (عَلَیْهِمُ وَالسَّلَامُ) کی طرح ہیں۔

رؤیت اخروی کسی امر کے واسطہ وحیلولیت (پردہ) کے بغیر ہوگی۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ نماز میں داخل ہوتا ہے تو جو پردہ بندے اور خدا کے درمیان ہوتا ہے، وہ اٹھ جاتا ہے۔

یہ معرفت اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی خاص لدنی معرفتوں میں سے ہے، اربابِ ظواہر عدمِ توسط یعنی حیلولیت کو جو کمال ایمان ہے، کفر جانتے ہیں اور اس کے قائل کو اپنی نادانی سے گمراہ بتاتے ہیں اور توسط یعنی حیلولیت کو کمالِ ایمان تصور کرتے ہیں اور توسط کے قائل کو کامل تابعین سے شمار کرتے ہیں، کُلُّ ذٰلِکَ لِعَدَمِ الدَّرْکِ عَنْ

حَقِیقَةِ الْحَالِ. یعنی: یہ سب حقیقت حال سے لاعلمی کی وجہ سے ہے۔

متبوع وتابع اور اصلی وطفیلی کا فرق

فائدہ (۴): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۷۰] سے:

سوال: گذشتہ تحقیق سے واضح ہوا کہ دوسروں کو بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل اور وراثت سے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ایک وصول، الحاق اور اتحاد ثابت ہے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کمالات خاصہ میں ایک شرکت حاصل ہے۔ پس اس صورت میں متبوع اور تابع اصلی اور طفیلی میں کیا فرق ہے؟ اور متبوع اور اصلی میں کونسی فضیلت ہے جو تابع وطفیلی میں نہیں؟

جواب: اس حقیقۃ (الحقائق) کے ساتھ دوسروں کو وصول والحاق یوں ہے جیسے خادم کا مخدوم کے ساتھ اور طفیلی کا اصلی کے ساتھ ہے۔ اگر واصل امت کے اخص خواص میں سے ہے تو خادم ہی ہے اور اگر انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ سے ہے تو بھی طفیلی، خادم جو پس خوردہ کھاتا ہے، اسے مخدوم کے ساتھ کیا شرکت ہے اور اس کے مقابلہ میں اس کی کونسی عزت واحترام ہے؟ طفیلی اگرچہ ہمنشین وہم لقمہ ہے، لیکن پھر بھی طفیلی طفیلی ہے۔

جو خادم مخدوم کی تبعیت (پیروی) سے بلند مکانوں میں جاتے ہیں اور مخدوم کے مخصوص کھانوں سے پس خوردہ کھاتے ہیں اور عزت واحترام پاتے ہیں، وہ مخدوم کی بزرگی سے ہے اور اس کی پیروی کی بلندی کی بدولت ہے۔ گویا مخدوم کو باوجود ذاتی عزت کے خادموں کے الحاق کی وجہ سے ایک اور شان حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اس شان کو اور زیادہ بلند کر دیتی ہے۔ پس تابعین کی متبوع کے ساتھ کیا شرکت ہو سکتی ہے؟ اور کونسی برابری کا وہم ہو سکتا ہے؟

اجزاءِ قالب کے اعتدال کے بعد اطمینان نفس

فائدہ (۵): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ

کے مکتوبات [۲۷۱] سے:

اجزائے قالب کے اعتدال کے بعد نفس کو کامل اور بے تکلف اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

اعتدالِ اجزاء قالب کے بعد مجاہدہ

فائدہ (۶): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۷۲] سے:

سوال: جب قالب کے اجزاء بھی حد اعتدال پر آجائیں اور نافرمانی و سرکشی سے باز آجائیں، پھر ان کے ساتھ جہاد (مجاہدہ) کی کیا صورت ہے؟ نفس مطمئنہ کی طرح ان سے بھی جہاد (مجاہدہ) ختم ہو جاتا ہے، جبکہ مقرر ہے کہ ان کے ساتھ جہاد (مجاہدہ) ہمیشہ جاری (رہتا) ہے۔

جواب: ان اجزاء اور (نفس) مطمئنہ میں فرق ہے، کیونکہ (نفس) مطمئنہ صاحب نیستی و نابودی ہے اور عالم امر سے ملا ہوا ہے، جو کمال نیستی (فنا) اور سکر (مستی) سے متصف ہے۔ اور یہ اجزا شرعی احکام کے بجالانے کی وجہ سے، جن کی بنیاد صحو (ہشیاری) پر ہے، فنا و سکر کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے اور فانی میں مخالفت کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو صحو رکھتا ہے، اگر وہ مصالح اور منافع کی بنا پر بعض امور میں مخالفت کرے تو اس کے لیے گنجائش ہے۔ امید ہے کہ یہ مخالفت اللہ جَلَّ سُلْطَانُهٗ کے فضل سے ترک مستحب اور ارتکاب مکروہ تنزیہی سے زیادہ نہ ہوگی۔ [۲۷۳]

حقائق ثلاثہ کے وصول کے بعد لحوق حقیقۃ الحقائق کی بشارت

فائدہ (۷): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۷۴] سے:

آپ نے پوچھا تھا کہ ''کیا وجہ ہے کہ آپ (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ طالبین کے سلوک طے کرنے میں حقیقۃ الحقائق کے ساتھ لحوق (ملنے) کی

بشارت حقائق ثلاثہ (۲۷۵) کے وصول کے بعد ہے؟ اور حالانکہ یہ تینوں حقائق مراتب وجوبی میں داخل ہیں اور حقیقۃ الحقائق حقائق امکانی میں سے ہے۔ اس مقام کو حل کرنا چاہیے، کیونکہ اس مسکین کا دل ایک عرصے سے پریشان ہے۔''

میرے مخدوم! (۲۷۶) کوئی اشکال نہیں ہے اور حقیقۃ الحقائق کے لحوق (ملنے) اور حقائق ثلاثہ کے وصول میں کوئی ترتیب وتوقف نہیں ہے۔ (۲۷۷) جائز ہے کہ (کسی کو) لحوقِ مذکور (حاصل) ہو جائے اور حقائق کا وصول میسر نہ آئے۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (حقائق ثلاثہ کا) وصول واقع ہو جائے اور (حقیقۃ الحقائق کا) لحوق (ملنا) نہ ہو۔ کیونکہ انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اپنے حقائق سے حقیقت کعبہ اور اس کے اوپر تک پہنچے ہیں۔ اور جو شخص (سالک) ان کے قدم پر ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ بھی ان کے حقائق (کے توسط) سے پہنچ جائے اور حقیقۃ الحقائق درمیان میں نہ آئے۔ اور (اس) وصول کے بعد اگر (وہ) اپنے شیخ کے توسط سے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہو جائے تو (وہ اس کی) گنجائش رکھتا ہے، جیسا کہ (حقائق ثلاثہ کے) وصول سے پہلے بھی روا ہے کہ (وہ) اس حقیقت تک پہنچ جائے۔ اور وہ اسی روش پر ہے جو فقیر (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے بعض احباب کو ان کے حقائق ثلاثہ کے وصل کے بعد انہیں حقیقۃ الحقائق کے لحوق (ملنے) کی بشارت دی ہے۔

یہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ اتفاقیہ ہے۔ وصول کے بعد توجہ اس جانب واقع ہوئی ہے۔ ورنہ وصول سے پہلے اگر توجہ واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ لحوق مذکور حاصل ہو جائے۔ جی ہاں! محمدی المشرب کے حق میں اگر وصول سے پہلے لحوق کہا جائے تو گنجائش رکھتا ہے، کیونکہ اس کے حقائق (ثلاثہ) تک وصول کا راستہ حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہے۔ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. یعنی: اور (صحیح) علم تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے۔

ہدایت شانزدہم

تعیّن اوّل کے معنی کے بیان میں

اس میں ایک فائدہ ہے۔

کہتے ہیں کہ حقیقۃ الحقائق، یعنی حقیقت محمدیہ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حضرت ذات (حق) کے مرتبہ اطلاق کا تعیّن اوّل ہے۔

حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم ظہور اوّل ہے

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[۲۷۸] سے:

حقیقۃ محمدی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ جو ظہورِ اوّل ہے (اور) حقیقۃ الحقائق[۲۷۹] ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حقائق، کیا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے حقائق اور کیا ملائکہ عظام کے حقائق، سب اس (حقیقۃ محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ظلال کی مانند ہیں اور وہ (حقیقۃ محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) تمام حقائق کا اصل ہے۔

ہدایت ہفدہم

تعیّنِ وجودی کے بیان میں

اس میں دو فائدے ہیں۔

تعیّن اوّل حضرت وجود ہے

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات[۲۸۰] سے:

آخر کار فضل و کرم (خداوندی) جو منکشف کیا گیا، یہ ہے کہ حضرت ذات حق تعالیٰ و تقدس کا تعیّنِ اوّل حضرت وجود کا تعیّن ہے، جو تمام اشیاء کو محیط ہے اور تمام اضداد کا جامع اور محض خیر اور بڑی برکت والا ہے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ میں سے اکثر نے اس کو عین ذات (حق) تعالیٰ کہا ہے اور ذات سبحانہٗ پر اس کی زیادتی کو منع کیا ہے۔ (یہ تعیّن) نہایت دقیق اور لطیف ہے کہ ہر شخص کی آنکھ اسے نہیں پا سکتی اور اسے اصل سے جدا نہیں کر سکتی۔ اسی لیے اس کا تعیّن اس مدت تک مخفی رہا اور متعیّن سے جدا نہ ہوا اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد اسے خدا سمجھ کر (اس کی) پرستش کرتی رہی اور انہوں نے اس کے علاوہ کوئی اور معبود و مطلوب طلب نہ کیا اور انہوں نے آثار خارجی کا مبدء اسی کو سمجھا اور ہر روز کے حوادث کا پیدا کرنے والا اسے ہی جانا۔ حق کی اس کے ماسوا سے یہ تمیز ایک دولت تھی، جو اس فقیر کے لیے ذخیرہ رکھی گئی تھی اور معبود حقیقی سبحانہٗ کے ساتھ غیر معبود کی مشارکت کی نفی انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا پس خوردہ تھا، جو ان کے (دستر خوان سے) اس ٹکڑے چننے والے کے لیے محفوظ رکھا گیا تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. (سورۃ الاعراف، آیت ۴۳)۔

یعنی: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، جس نے ہم کو ہدایت بخشی، اگر ہم کو وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول (عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) دینِ حق لے کر آئے۔

تعیّن وجودی سے متعلق سوال و جواب

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الۡاَقۡدَسِ کے مکتوبات [۲۸۱] سے:

سوال: تعیّن اوّل وجودی کا وجود خارج میں ہے یا کہ صرف ثبوت علمی رکھتا ہے؟ اور ان تردیدوں میں سے کوئی بھی درست نہیں آتی، کیونکہ ان بزرگوں کے نزدیک خارج میں سوائے ایک ذات تعالیٰ کے اور کچھ موجود نہیں ہے۔ اور اس خارج میں تعیّنات و تنزلات میں سے کسی کا کوئی نام و نشان نہیں۔ اور اگر ہم ثبوت علمی کہیں تو لازم آتا ہے کہ تعیّن علمی اس سے سابق ہو اور یہ خلاف مقدر ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ (تعیّن وجودی) نفس الامر میں ثابت ہے اور اس لحاظ سے کہ ماورائے علم میں اس کا ثبوت ہے، اگر ہم اس کو ثبوت خارجی کہیں تو بھی گنجائش ہے۔

ہدایت ہژدہم

تعیّن حبّی کے بیان میں

یہ دو فوائد پر مشتمل ہے۔

حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم تعیّن وظہور حبّی

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۸۲] سے:

جو کچھ آخر کار مراتبِ ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) پر منکشف ہوا ہے، یہ ہے کہ حقیقت محمدی عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ جو حقیقۃ الحقائق ہے، وہ تعیّن اور ظہورِ حبّی ہے جو ظہورات کا مبدء اور مخلوقات کی پیدائش کا نشاء ہے، جس طرح کہ مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے:

''كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ.'' [۲۸۳]

یعنی: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ): میں ایک مخفی خزانہ تھا، سو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔

سب سے پہلے جو چیز اس پوشیدہ خزانے سے منصۂ شہود پر آئی، وہ حب تھی، جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب بنی۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور جہان عدم میں محکم اور قیام پذیر رہتا۔ [۲۸۴] حدیث قدسی: ''لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ'' [۲۸۵] جو خاتم النبیین عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی شان میں وارد ہوئی ہے، کا راز یہاں ڈھونڈنا چاہیے اور ''لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ

الرُّبُوبِیَّۃ۔ ''(۲۸۶) کی حقیقت اس مقام میں طلب کرنا چاہیے۔

سوال: صاحبِ (۲۸۷) ''فتوحات مکیہ'' نے تعیّن اوّل جو کہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے، حضرت اجمال علم کو کہا ہے۔ آپ نے اپنے رسائل میں تعیّن اوّل کو تعیّن وجودی کہا ہے اور اس کے مرکز کو جو اس کے اجزا میں اشرف و اسبق ہے حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قرار دیا ہے۔ اور حضرت اجمال کو اس تعیّن وجودی کا ظلّ لکھا ہے اور یہاں آپ لکھتے ہیں کہ تعیّن اوّل حبّی ہے اور وہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے، ان اقوال کے درمیان موافقت کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظلِ شے خود کو اصل شے ظاہر کرتا ہے (۲۸۸) اور سالک کو اپنے ساتھ گرفتار کر لیتا ہے۔ پس یہ دونوں تعیّن (۲۸۹) ظلالِ اوّل کے تعیّن ہیں، جو عروج کے وقت عارف پر تعیّن اوّل کے اصل یعنی تعیّن حبّی (کی مانند) ظاہر ہوتے ہیں۔

سوال: تعیّن وجودی کو تعیّن حبّی کا ظلّ کہنا، کس طرح درست ہے؟ حالانکہ وجود کو حب پر سبقت ہے، کیونکہ حب وجود کی فرع ہے۔

جواب: اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے اپنے رسائل (۲۹۰) میں تحقیق کی ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ بذاتِ خود موجود ہے، نہ کہ وجود سے (موجود ہے)۔ اسی طرح (حق) تعالیٰ کی صفات ثمانیہ ذات واجب جل شانہٗ سے موجود ہیں، نہ کہ وجود غیر سے۔ کیونکہ وجود، بلکہ وجوب کو بھی اس مرتبہ میں گنجائش نہیں ہے، اس لیے کہ وجوب اور وجود دونوں اعتبارات میں سے ہیں۔ پس پہلا اعتبار جو ایجاد عالم کے لیے پیدا ہوا، وہ حب ہی ہے۔ اس کے بعد وجود، جو ایجاد عالم کا مقدمہ ہے۔ کیونکہ حضرت ذات جَلَّ سُلْطَانَہٗ اس حب اور اس وجود کے اعتبارات کے بغیر عالم اور ایجادِ عالم سے مستغنی ہے۔ واضح ارشادِ الٰہی ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ. (سورۃ العنکبوت، آیت ۶) یعنی: اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اور تعیّن علمی جملی کو ان دونوں تعیّنوں کا ظلّ کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ دونوں تعیّن

صفات کے ملاحظہ کے بغیر حضرت ذات تعالیٰ کے اعتبار سے ہیں اور اس تعیّن میں صفت ملحوظ ہے، جو ذات عَزَّ شَانُہٗ کے لیے ظل کی مانند ہے۔

تعیّن حُبّی سے ترقی کے بارے میں سوال وجواب

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۲۹۱] سے:

حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو حقیقۃ الحقائق ہے اور ممکنات کے حقائق میں سے کوئی حقیقت اس کے اوپر نہیں ہے، اس سے ترقی جائز ہے یا نہیں؟ آپ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ترقی واقع ہوئی، اس معاملے کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: جائز نہیں ہے، [۲۹۲] کیونکہ اس مرتبہ کے اوپر مرتبہ لاتعیّن ہے، جس کے ساتھ متعیّن کا وصول اور الحاق محال ہے۔ وصول اور الحاق بے کیف کہنا صرف ایک افواہ [۲۹۳] ہے جس سے حقیقت معاملہ تک پہنچنے سے پہلے تسلی کی جاتی ہے، لیکن حقیقت معاملہ تک رسائی کے بعد وصول اور الحاق کے نہ ہونے کا حکم کرنا ضروری ہے، کیونکہ شک کا وہاں (کوئی) شائبہ نہیں ہے۔

میں نے جو لکھا ہے کہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ترقی واقع ہوئی ہے، اس حقیقت سے مراد اس حقیقت کا ظل ہے، جس کو حضرت علم کا اجمال کہتے ہیں اور جسے وحدت سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس وقت ظل (اپنے) اصل کے ساتھ مشتبہ ہوا تھا اور جب اللہ جَلَّ سُلْطَانُہٗ کے فضلِ محض سے اس ظل اور تمام ظلال سے رہائی میسر ہوئی تو معلوم ہوا کہ حقیقۃ الحقائق سے ترقی واقع نہیں ہوئی، بلکہ جائز نہیں۔ بلکہ وہاں سے قدم اٹھانا اور آگے رکھنا وجوب میں جانا اور امکان سے نکلنا ہے، جو شرعی اور عقلی (طور پر) محال ہے۔

ہدایت نوزدہم

تعیّن حبّی کے فوق کے بیان میں

یہ چار فوائد پر مشتمل ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کے وصال کا ذکر

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۲۹۴] سے:

آخری چیز جو ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ نے لکھی ہے، وہ ایک مکتوب [۲۹۵] ہے، جو جلد سوم کے آخری دو مکتوبات سے پہلے، ان کے متصل ہی مولانا حسن دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام ہے۔ اس مکتوب میں آپ نے تعیّن وجودی کے اوپر تعیّن حبّی کا اثبات فرمایا ہے [۲۹۶] اور اس سے ترقی (کرنا) ممنوع فرمایا ہے۔ آپ دن کے وقت یہ معارف لکھتے رہے ہیں (اور) رات کے وقت آپ کو بخار ہو گیا (یہاں تک) کہ آٹھویں روز اُسی بخار سے آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کی رحلت کے بعد وہ تحریر (مکتوب) دستیاب ہوئی اور مخلصین اس کے مطالعہ کے شرف سے مشرف ہوئے اور اس کی نقلیں کر لیں۔ ان روشن معارف کی تحریر کے بعد مرض کی سختیوں کے دوران بھی آپ نے کثیر معارف و اسرار بیان فرمائے اور وصیتیں فرمائیں، منجملہ ان اسرار کے جس رات کی صبح کو آپ رحلت فرمائیں گے یا اس سے ایک رات پہلے (جبکہ) حضرت مخدومی میاں جیو سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی [۲۹۷] بھی اس وقت حاضر تھے اور مرض غالبہ میں اور ضعف کمال (درجہ) پر تھا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے بٹھائیں۔'' بندہ نے اکابر کے ان پیشوا کو اپنی گود میں بٹھایا۔ چنانچہ حضرت کا سارا بوجھ مبارک اس ذرّہ بے مقدار پر تھا۔ اس بوجھ

سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اس خاکسار کی زندگی پر بہت خوشگوار پھل لائے گا اور اس زخمی دل پر پوشیدہ رکھنے کے لائق نہایت بلند اسرار ظاہر کرے گا۔

مختصر (یہ کہ) حضرت عالی نے فرمایا کہ وصال لایزال کے داعی نے میرے باطن میں ندا دی ہے کہ سلطان (حقیقی) طلب کرتا ہے۔ میرے بلند پرواز کی ہمت والے مرغ نے بارگاہ قدس کا رُخ کیا، یہاں تک پہنچا جہاں پہنچا۔ اس بلند شان والی بارگاہ سے ندا سنی کہ سلطان (حقیقی) گھر میں نہیں ہے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کعبہ ربانی کی حقیقت کا مقام ہے۔ میں اس سے آگے دوڑا اور عروج کیا اور صفات حقیقیہ [۲۹۸] کے مقام، جو وجود زائد سے موجود ہیں، تک پہنچا۔ صفات کا یہ مقام صفات کی علمی صورتوں کے ماوراء ہے، جو مرتبہ تعیّن علمی میں موجود ہے اور ان صفات کی صورتوں کے ماوراء ہے جو تعیّن وجودی اور تعیّن حِسّی کے مرتبہ میں ہیں۔ میں اس مقام سے بھی اوپر متوجہ ہوا اور ان صفات کے اصول کے ساتھ واصل ہوا جو کہ شیون ذاتیہ ہیں اور ذات عَزَّ شَانُہٗ میں مجرد اعتبارات ہیں۔ تم دونوں بھائی ہر مقام میں میرے ہمراہ ہو۔

یہاں سے (مجھے) اور اوپر کی جانب لے گئے اور ذات بحت، جو نسب و اعتبارات سے مجرد ہے، تک پہنچایا اور حضرت مخدومی (میاں جیو) [۲۹۹] کو فرمایا کہ تم میری امامت کے تعلق کی وجہ سے اس جگہ میرے ساتھ ہو۔ کیونکہ اس بیماری کے دنوں میں حضرت کی امامت وہی کرتے تھے۔ اور فقیر [۳۰۰] سے فرمایا تھا کہ مسجد میں دوستوں کے ساتھ نماز پڑھے اور (وہاں) امامت کرے۔ یہ بے پر و بال (فقیر) حکم کو بجا لانے کے لیے دوستوں کی جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ کر باقی اوقات (آپ کی) خدمت میں گزارتا تھا۔

مختصر یہ کہ اس حقیر کو دوسرے راستہ [۳۰۱] سے ان بلند درجات کو وصول کرنے کا اشارہ فرمایا۔ اور اسی درجہ کمال کا حصول اور اس بلند رتبہ کا وصول اللہ سبحانہٗ کے کلام مجید کے ساتھ (مضبوط) وابستگی سے ہوتا ہے۔ میں قرآن (مجید) کے طفیل و توسط سے اس مقام سے ممتاز ہوا ہوں۔ حروف قرآنی کے ہر حرف کو ایک ایسا دریا پاتا ہوں جو کعبہ مقصود تک

پہنچانے والا ہے۔ آپ اس اثناء میں اس بیت کو، جسے حضرت ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) سن کر فوراً دور دراز کے فاصلے سے اس کو کہنے والے کی زیارت کو گئے تھے اور وہ یہ ہے:

اندر غزلِ خویش نہاں خواہم گشت
تا بر لبِ تو بوسہ زنم چونش بخوانی (۳۰۲)

یعنی: میں اپنی غزل میں چھپ جاؤں گا، تا کہ جب تو اسے پڑھے تو میں تیرے لب چوم لوں۔

زبان شریف لائے اور خوب لطف اندوز ہوئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ہمارے حال کے مطابق اس طرح کہنا چاہیے:

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت
تا بر لب او بوسہ زنم چونش بخواند

یعنی: میں محبوب کی بات میں پوشیدہ ہو جاؤں گا کہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب چوم لوں۔

محبّ کی بات محبوب کے لب تک کب پہنچتی ہے، جیسا کہ (خود) اس کی بات کو اس کے ساتھ قرب و منزلت ہے، اس کی بات سے اس تک پہنچا جا سکتا ہے، نہ کہ اپنی بات سے۔ کیونکہ اس (محبّ) کی بات کوتاہ اور راستہ ہی میں (رہ جانے والی) ہے۔

یہ فقیر کہتا ہے کہ "مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُه" (۳۰۳) اس پر گواہ ہے:

ع پس سخن کوتاہ باید وَالسّلام

یعنی: پس بات مختصر (کرنی) چاہیے، وَالسّلام۔

تعیّن حبّی اور حقیقت کعبہ کے بارے میں سوال و جواب

فائدہ (۲): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۳۰۴) سے:

اس مقام پر دو سوال وارد ہوئے ہیں:

سوال اوّل: یہ کہ عالی حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے جو مکتوب سب سے آخر میں اس بیماری کے متصل تحریر فرمایا، جیسا کہ اوپر نقل ہوا ہے، اس میں آپ نے لکھا ہے کہ تعیّن اوّل سے، جو کہ تعیّن حبّی ہے، ترقی واقع نہیں ہے، کیونکہ اس کے اوپر لاتعیّن ہے۔ اس مقام میں قدم رکھنا، امکان سے باہر نکلنا اور وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے، جو کہ محال ہے اور یہ عروجات جو کہ واقع ہوئے ہیں، سب تعیّن حبّی کے اوپر ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ہوسکتا ہے کہ ممنوع قدمی وصول ہو اور یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ نظری ہو۔ اس صورت میں کوئی منافات نہیں ہے۔ شاید کہ (اس فقیر (۳۰۵) نے) اس معنی کا حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ سے اسی مجلس میں استفادہ کیا ہے۔

سوال دوّم: یہ کہ حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی بعض عبارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حقیقت کعبہ شیون وصفات کے اعتبار سے اوپر ہے (۳۰۶) اور سابقہ عبارت سے اس کے خلاف مفہوم ہوا ہے۔

جواب دوّم: جن صفات وشیون سے حقیقتِ کعبہ اوپر (۳۰۷) ہے، ان سے مراد صفات کی علمی صورتیں (۳۰۸) ہیں، جو کہ تعیّن علمی کے مرتبہ میں ثابت ہیں، کیونکہ صوفیہ کی اصطلاح میں صفات وشیون سے مراد یہی علمی تفصیلی صورتیں (۳۰۹) ہیں، جیسا کہ اس مرتبہ کے اجمال کو مرتبہ ذات کہتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلی ذات سمجھتے ہیں۔ نیز ان نچلے درجے کی صفات سے مراد تعیّن وجودی کے مرتبہ کی تفصیل کے حصے ہیں، جس کے تعیّن کو ثابت کرنے میں حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) ممتاز ہیں اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے تابعین قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ کے نزدیک یہ مرتبہ، مرتبہ لاتعیّن اور مرتبہ اطلاق ذات تعالیٰ ہے، کیونکہ تعیّن علمی اجمالی کے اوپر جو کہ ان کے نزدیک تعیّن اوّل ہے، مرتبہ لاتعیّن اور وجود بحت اور ہمارے نزدیک یہ مرتبہ جو کہ مرتبہ وجود بحت ہے، تعیّن کے ساتھ موصوف ہے اور تعیّنات صفات بھی اس مرتبہ میں ثابت ہیں کہ منجملہ ان تعیّنات کے تعیّن علمی بھی ہے، لیکن چونکہ علم صفات میں سب سے زیادہ جامع ہے، (لہٰذا) اس

مقام میں بھی وجود کی مانند صفات وشیونات ذاتیہ موجود (کائن) ہیں اور اس کے لیے بھی وجود کی طرح دو مراتب ہیں:

۱۔ مرتبہ اجمال، جس کو دوسرے تعیّن اوّل اور حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سمجھتے ہیں۔

۲۔ مرتبہ تفصیل، اس تحقیق سے واضح ہوا کہ تعیّن علمی اجمالی صفت علم کا تعیّن اوّل ہے اور صفات حقیقیہ زائدہ سے ہے، نہ کہ حضرت ذات تعالیٰ کا تعیّن اوّل، بلکہ اس کے خاص صفت وعلم کا تعیّن ہونے میں بھی کلام ہے، کیونکہ اس آخر مکتوب میں حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے تعیّن وجودی کے اوپر تعیّن حبّی کو ثابت کیا ہے اور وہاں بھی اجمال وتفصیل (موجود) ہے۔

تعیّن کے معنی

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۳۱۰] سے:

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہمارے نزدیک تعیّن کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حق عَزَّ وَ جَلَّ نے نزول کیا اور حب اور وجود بن گیا، بلکہ تعیّن کے معنی صادر ہونے کے ہیں۔ لہٰذا حق سبحانہٗ تنزیہ کے زیادہ لائق ہے اور انبیاء (عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کی زبان (مبارک) سے بالعموم اور حضرت خاتم النبیّین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سے بالخصوص مناسب ہے۔

تعیّن اوّل کی وضاحت

فائدہ (۴): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۳۱۱] سے:

سوال: یہ تعیّن حبّی جو تعیّن اوّل اور حقیقت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے، ممکن ہے یا واجب؟ اور حادث ہے یا قدیم؟ صاحب [۳۱۲] فصوص نے تعیّن اوّل کو حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہا ہے اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے۔ اسی طرح تعیّن ثانی، جس کو

وحدیت کہا ہے اور اعیان ثابتہ، جن کو حقائق ممکنات کہتے ہیں، اس مرتبہ میں ثابت کیے ہیں اور ان دونوں تعینوں کو تعیّن وجوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں اور باقی تنزلات، جو روحی، مثالی اور جسدی ہیں، کو تعیّن امکانی کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب: فقیر کے نزدیک کوئی تعیّن اور متعیّن نہیں ہے۔ کونسا تعیّن ہے جو لاتعیّن کو متعیّن کرے؟ یہ الفاظ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے تابعین قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارِھِمْ کے مذاق کے مطابق ہیں۔ اس فقیر کی عبارات میں اگر ایسے الفاظ پائے جائیں تو انہیں صنعتِ (۳۱۳) مشاکلت سے جاننا چاہیے۔

بہر حال ہم کہتے ہیں کہ یہ تعیّن، تعیّن امکانی ہے اور مخلوق و حادث ہے۔ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (۳۱۴) یعنی: نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اور دوسری احادیث میں اس نور کے پیدا ہونے کے وقت کا تعیّن بھی آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: ''قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ بِاَلْفَیْ عَامٍ.'' یعنی: (اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو) آسمانوں کی پیدائش سے دو ہزار پہلے (پیدا فرمایا)۔

ان روایات کے مانند اس بارے میں اور روایات بھی آئی ہیں۔ جو چیز مخلوق ہے اور عدم کے ساتھ مسبوق ہے، وہ ممکن اور حادث ہے۔ جب حقیقۃ الحقائق جو تمام حقائق سے اسبق ہے، مخلوق و ممکن ہوئی تو پھر دوسری حقیقتیں بدرجہ اولیٰ مخلوق ہوں گی اور ان میں حدوث اور امکان ہوگا۔

تعجب ہے کہ شیخ قُدِّسَ سِرُّہٗ (۳۱۵) نے حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو، بلکہ تمام ممکنات کے حقائق کو اعیان ثابتہ کہا ہے، وہ ان کے وجوب کا حکم کس طرح کرتے ہیں؟ اور قدیم جانتے ہیں اور رسول (اللہ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے خلاف کو ضروری کرتے ہیں۔ ممکن اپنے (تمام) اجزاء کے ساتھ ممکن ہے اور اپنی صورت و حقیقت میں ممکن ہے۔ ممکن کی حقیقت تعیّن وجوبی کس طرح ہو سکتی ہے؟ ممکن کی حقیقت البتہ ممکن ہی ہونی

چاہیے، کیونکہ ممکن کو واجب تعالیٰ کے ساتھ کسی طرح کا اشتراک اور انتساب نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ممکن اس کی مخلوق اور واجب تعالیٰ اس کا خالق ہے۔ جب شیخ واجب و ممکن کے درمیان تمیز نہیں کرتے اور خود فرماتے ہیں: ''لِعَدَمِ التَّمَيُّزِ بَيْنَهُمَا'' یعنی: ان دونوں میں کوئی تمیز نہیں ہے۔

(لہٰذا) اگر وہ واجب کو ممکن کہیں اور ممکن کو واجب تو کوئی ڈر نہیں۔ اگر (۳۱۶) ان کو معذور (معاف) فرمائیں تو کمال کرم وعفو ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا. (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۶)۔

یعنی: اے ہمارے پروردگار! ہمارا مواخذہ نہ فرما اگر ہم بھول گئے یا ہم نے خطا کی ہے۔

ممکن و واجب کے درمیان نسبت اصالت وظلیت کی توضیح

سوال: آپ (حضرت مجدد قَدَّسَ سِرَّہٗ) نے اپنے رسائل میں واجب اور ممکن کے درمیان اصالت وظلیت کی نسبت ثابت کی ہے اور ممکن کو واجب تعالیٰ کا ظل کہا ہے۔ نیز واجب تعالیٰ کو اصالت کے طور پر ممکن کی حقیقت جو کہ اس کا ظل ہے، لکھا ہے اور اس پر بہت سے معارف مترتب کیے ہیں۔ اگر اس اعتبار سے (حضرت) شیخ قدس سرہٗ (۳۱۷) بھی واجب تعالیٰ کو ممکن کی حقیقت کہہ دیں تو کیا خطرہ لازم آتا ہے؟ اور کیوں موجبِ ملامت ہے؟

جواب: اس قسم کے علوم جو واجب تعالیٰ اور ممکن کے درمیان ظلیت کا اثبات کرتے ہوں اور شرع میں ان کا کوئی ثبوت وارد نہ ہوا ہو، (یہ) سب سکر یہ معارف میں سے ہیں اور معاملہ کی حقیقت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہیں۔ ممکن (کی حقیقت) کیا ہے کہ وہ واجب تعالیٰ کا ظل ہو؟ اور واجب تعالیٰ کا ظل کیوں ہو، کیونکہ ظل سے مثل کی پیدائش کا وہم ہوتا ہے۔ (۳۱۸) اور (اس سے) اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب اللہ کے رسول (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کمال لطافت کی وجہ سے ظل (سایہ)

نہ تھا تو پھر (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خدا (وند قدوس) کا ظل (سایہ) کس طرح ہوسکتا ہے؟ خارج میں بالذّات اور بالاستقلال حضرت (حق) تعالیٰ کی ذات اور اس (حق) تعالیٰ وتقدس کی صفات ثمانیہ حقیقیہ موجود ہیں، اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ (حق) تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوا ہے اور وہ ممکن، مخلوق اور حادث ہے اور کوئی مخلوق (بھی) اپنے خالق کا ظل نہیں ہے اور خالق تعالیٰ کے ساتھ مخلوقیت کے سوا اس کی کوئی نسبت نہیں ہے، اور اس نسبت کے علاوہ کہ جس کے لیے شرع آئی ہے (کوئی نسبت) نہیں رکھتی۔ عالم کے ظل ہونے کا یہ علم سالک کو راستہ میں بہت کام آتا ہے اور اس کو کھینچتے کھینچے اصل کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جب وہ کمال عنایت سے ظلال کی منزلیں طے کر کے اصل تک پہنچتا ہے تو محض فضل الٰہی سے (یوں) دیکھتا ہے کہ یہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتی ہے اور مطلوبیت کے لائق نہیں ہے، کیونکہ (یہ) امکان کے داغ سے داغدار ہے اور مطلوب ادراک کے احاطہ اور وصل ووصال سے ماوراء ہے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا. (سورۃ الکہف، آیت ۱۰)۔

یعنی: اے ہمارے پروردگار! تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں درستی کا سامان اپنے پاس سے عطا فرما۔

ہدایت بیستم

منازل کے طے کرنے، اپنی اصل تک پہنچنے اور مراتب نزول کے بیان میں

اس میں پانچ فوائد ہیں۔

منازل طے کرنے کے بعد عارف کا واپس لوٹنا

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۳۱۹) سے:

جو عارف وصول کی منازل طے کرکے اپنے وصول تک پہنچ چکا ہے، جب اس کو دنیا میں واپس لوٹانا چاہتے ہیں اور ہدایت وارشاد کی خاطر نزول سے مشرف کرنا چاہتے ہیں تو انوار قدم کی شعاعوں سے (نور) اس کے قلب میں جو کہ غیب ہویت کا دریچہ ہے، رکھتے ہیں اور اس نور کے ساتھ جو کہ مرتبہ وجوب سے حاصل ہوا ہے، ایک بقا عطا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عارف اس نور کے ساتھ پوری طرح رنگین ہو جاتا ہے اور رنگ الٰہی جَلَّ جَلَالُہٗ میں رنگا جاتا ہے اور طالبین کو بھی اسی رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ جب تک یہ عارف اس جہان کی زندگی کی قید میں مقیّد ہے اور بدنی تعلقات سے علاقہ رکھتا ہے اور اس ودیعت کیے ہوئے شعلہ (محبت) سے خوش ہے اور کلی سے جزئی کے ساتھ قانع ہے اور "اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ" (یعنی: مجاز حقیقت کا پل ہے) کے حکم سے مجاز سے بھی جب عشق انتہائی کمال کو پہنچتا ہے اور عاشق اپنے اندر معشوق کی کوئی نشانی پاتا ہے اور معشوق کے آثار عاشق کے ویرانہ (گھر) میں ظاہر ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اسی نشان سے وہ خوش ہو جائے اور معشوق سے منہ موڑ لے، جیسا کہ مجنون عامری سے نقل کرتے ہیں کہ جب لَیلٰی اس کے

نزدیک ہوئی تو اس نے کہا:

''اِلَیْکِ عَنِیْ فَاِنَّ حُبَّکِ شَغَلَنِیْ عَنْکِ.''

یعنی: مجھ سے دور ہو جا، کیونکہ تیری محبت (عشق) نے مجھے تجھ سے بے پروا کر دیا ہے۔

نظم:

گفت رَو رَو کہ آنچنانم من — کہ بجز عشق تو ندانم من

عشق تو اے نگار فرزانہ — آں چناں کرد در دلم خانہ

کہ ترا ہم نماند گنجائی — بعد ازیں خوشترم بہ تنہائی

یعنی: اس (مجنوں) نے کہا (اے لیلیٰ!) تو چلی جا تو چلی جا، کہ (اب) میں تیرے عشق کے سوا کچھ نہیں جانتا۔

مصرعہ اے عقلمند محبوب! تیرے عشق نے میرے دل میں یوں گھر کر لیا ہے،

مصرعہ کہ (اب) تو بھی اس میں نہیں سما سکتا۔ اس کے بعد میں تنہائی میں زیادہ خوش ہوں۔

ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ واپس سوئے ہوئے عارف کے لیے اس نزول میں مقصود ہوتا ہے، جب وہ اس کو پورا کر لیتا ہے اور اس کے وصال کا وقت آ پہنچتا ہے اور بدن کی رفاقت سے کہ جس کے ساتھ ایک مدت تک اسے الفت ہو گئی تھی، اس سے منہ موڑ لیتا ہے اور ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی''[۳۲۰] یعنی: اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملنے کی تمنا ہے، کی صدا بلند کرتا ہے، اس وقت ''اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ.'' (یعنی: موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملاتا ہے) کے مطابق پورے طور پر بارگاہ قدس عظمت جلالہ کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور شہود جزئی کے کوچوں سے رہا ہو کر شہود کلی کے میدان میں محو خرام ہو جاتا ہے۔

انسان کا شہود فرشتوں کے شہود سے بالا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ملائکہ کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اگرچہ اصل کا

مشاہدہ کرنے والے ہیں اور ہمیشہ شہود کلی رکھتے ہیں، لیکن جو شہود کہ انسان کو اس مرتبہ میں میسر ہوا ہے، وہ فرشتے کے شہود سے بلند ہے، بلکہ جو شہود کہ عارف کو دنیا میں (حاصل ہوتا) ہے، اگرچہ جزئی ہے، لیکن وہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کہ فرشتے کو حاصل نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے، انسان کے مشہود جزئی کو جزء کی طرح کر دیا گیا ہے اور انسان کو اس کی ذات سے گزار کر جزئی کے ساتھ بقا بخش دی گئی ہے اور فرشتے کا مشاہدہ اس طرح کا نہیں ہے، کیونکہ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے اور اپنے مشہود سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتا۔ شَتَّانَ مَابَیْنَ الْمُشَاهَدَتَیْنِ. یعنی: دونوں مشاہدوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

سنئے، جو کچھ اوپر مذکور ہوا کہ انسان کا مشہود جزئی ہے (یہ) مراتب نزول کے مرتبہ اوّل میں ہے۔ اگر مراتب نزول کے خصائص میں سے تھوڑا سا بھی، جن سے انسان ممتاز ہے، بیان کیا جائے، اور انسان جو کہ افضل الخلائق ہے، کے خاص کمالات اور مخفی اسرار کو جلوہ گر کیا جائے تو قریب ہے کہ نزدیک والے (لوگ) دوری تلاش کرنے لگیں اور واصلین ہجر کا راستہ اختیار کریں:

وَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا یَدِقُّ صِفَاتُهٗ
وَ مَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَیْهِ وَاَجْمَلُ

یعنی: اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب و بہتر ہے۔

عالم ظلّی کے مرکز و اجمال جمیع عالم کے نقطے کا ظہور

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۳۲۱] سے:

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے کہ موجودات میں ایک نقطہ ہے جو اس عالم ظلّی کا مرکز ہے۔ اور یہ نقطہ تمام عالم کا اجمال ہے۔ اور تمام عالم اس اجمال یعنی نقطہ کی تفصیل ہے۔ یہ نقطہ آسمان کے سورج کی مانند ہے، جس سے سب آفاق روشن ہوتا ہے اور

جو فیض اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی کو پہنچتا ہے، اسی نقطہ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ یہ نقطہ غیب ہویت کے نقطہ کے برابر اور مقابل ہے۔ اور یہ نقطہ مرتبہ نزول میں ثابت ہے۔ جب تک ہبوط اور اسفلیت کے اس مرتبہ میں نزول نہ ہو، اس مرتبہ کی طرف جس کو غیب ہویت کہتے ہیں، عروج نہیں ہوتا۔ اور یہی نزول دعوت و تکمیل میں ہے۔ اس نزول میں، جو اس نقطہ کے مرتبہ میں ہوتا ہے، ایسا خیال میں آتا ہے کہ گویا منہ عالم کی طرف ہے اور پیٹھ حق تعالیٰ کی جانب۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ عالم کی طرف متوجہ ہونا اور حق تعالیٰ کی طرف سے منقطع رہنا موت تک رہتا ہے۔ جب وصال کا وقت آ جاتا ہے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ گویا اس جہان میں فراق اور شوق دونوں جانب سے ہوتا ہے اور ملاقات موت کے بعد ہوتی ہے۔
اس وقت اس حدیث قدسی کے معنی بھی ظاہر ہو گئے: ''اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَآئِیْ وَاَنَا اِلَیْهِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا.'' (۳۲۲)

یعنی: ابرار کا شوق میرے لقاء کے لیے حد سے زیادہ ہو گیا ہے اور میں ان سے بھی زیادہ ان کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔

واضح ہو کہ اس مرتبہ میں نزول کے ساتھ متحقق ہونے کے باوجود سالک اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ سب حجاب اٹھ جاتے ہیں، بلکہ توجہ الی اللہ بھی مفقود ہو جاتی ہے۔ اس وقت بالکل مخلوق کی طرف ہوتی ہے۔ یہی دعوت کا مقام ہے۔ کبھی اس نقطہ سے، جو دائرہ عالم ظلی کا مرکز ہے، اس نقطہ کی طرف نزول واقع ہوتا ہے، جو دائرہ عدم کا مرکز ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے انبیاء عَلَیْهِمُ وَالسَّلَامُ سے کفر و اذکار کا مقام ہے اور اس نقطہ سے دائرہ اصل، یعنی دائرہ مقامات انبیاء عَلَیْهِمُ وَالسَّلَامُ کے مرکز کی جانب عروج واقع ہوتا ہے۔ اور یہ نقطہ جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے، نہایت ہی ظلمانی ہے۔ اس مقام میں اس کو نورانی اور روشن کرنے کے لیے نزول کرنا بڑا عظیم الشان امر ہے۔ اس نقطہ کے مقابل نقطہ اسلام ہے، یہ وہ نقطہ ہے جس کی جانب نزول ظلمانی کے بعد عروج واقع ہوتا ہے۔ اس ظلمانی نقطہ کا روشن چراغ (کلمہ) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ وَالسَّلَامُ.

ارشاد و تکمیل، ارتکاب مباح اور ارتکاب عزیمت

فائدہ (۳): میرے شیخ اور میرے امام (خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۳۲۳) سے:

حمد وصلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ مکتوب مرغوب (۳۲۴) جو کہ بلند کیفیات اور روشن احوال پر مشتمل تھا، موصول ہوا (اور) اس نے خوش وقت بنایا اور وہ دل کی فرحت اور جان کی راحت بنا۔

آپ نے لکھا تھا کہ ''سب محبوبیت اور اس کے متعلقہ اسرار کے باوجود تکمیل وارشاد کی جانب روز بروز ترقی پر ہے۔'' ہر روز ترقی پر کیوں نہ ہو جبکہ محبوبوں میں سب سے افضل دین ودنیا کے سردار تھے اور آپ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے ارشاد وتکمیل کا پہلو سب سے زیادہ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ''بعض اوقات مباح امور میں مشغولیت کے ساتھ نزول واقع ہوتا ہے اور جب تک ان امور کے ساتھ سہارا نہ پکڑے، تکمیل کا معاملہ خراب ہو جاتا ہے۔''
جی ہاں! بعض رخصتوں اور مباحات کے ارتکاب سے جانب بشریت کی تقویت ہوتی ہے، جو تکمیل کی معاون ہے اور عزیمت ومستحب کا ارتکاب ملکیت کی جانب کی پرورش کرتا ہے، اور بشریت کے کمالات اور دعوت کا حظ نہیں رکھتا۔ اولیائے مرجوعین دونوں جانب کی تکمیل کرتے ہیں اور انہوں نے ملکیت کو بشریت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ یہ اکابر حق جَلَّا وَ عَلَا کی مراد کے ساتھ قائم ہیں۔ شعر:

لِاَنِّیْ فِی الْوِصَالِ عُبَیْدُ نَفْسِیْ
وَفِی الْھِجْرَانِ مَوْلَی لِلْمَوَالِیْ (۳۲۵)

یعنی: اس لیے کہ میں وصال میں اپنے نفس کا ادنیٰ غلام ہوں اور ہجر میں غلاموں کا غلام ہوں۔

بیت:

ہجر کہ بود مرادِ محبوب
از وصل ہزار بار خوشتر

یعنی: جو ہجر کہ محبوب کی مراد (منشا) ہو، وہ وصل سے ہزار گنا اچھا ہے۔

حدیث شریف کا مضمون ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ کَمَا یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی بِعَزِیْمَۃٍ یُحِبُّ اَنْ یُؤْتٰی بِرُخْصَۃٍ.''(۳۲۶)

یعنی: اللہ تعالیٰ جس قدر عزیمت پر عمل کو پسند کرتا ہے، اسی قدر رخصت (اجازت) کو بھی محبوب رکھتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جس مباح کے ساتھ نیک نیتی ملی ہوئی ہو، وہ مستحباب میں داخل ہو جاتا ہے اور رخصت عزیمت بن جاتی ہے۔ ''نَوْمُ الْعُلَمَآءِ عِبَادَۃٌ''(۳۲۷) (یعنی: علماء کی نیند عبادت ہے) آپ نے سنا ہوگا۔ خاص کر وہ مباح کام جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے واقع ہو، وہ فرائض و واجبات میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس طرح اس معنی کی تفصیل مکتوبات (امام ربانیؒ) کی جلد دوّم میں واضح و روشن ہے۔

خلق کی طرف رجوع کرنے والے کے فوائد

فائدہ (۴): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات(۳۲۸) سے:

رجوع کے فضائل و کمالات بہت زیادہ ہیں۔ صاحبِ توجہ کو صاحبِ رجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ ولایت کے آثار میں سے ہے۔ شَتَّانَ مَابَیْنَھُمَا. یعنی: ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیکن ہر آدمی کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچتا۔

بعض سورتوں کی تلاوت عروج اور بعض کی نزول کے لیے مفید ہے۔

فائدہ (۵): بندہ ضعیف(۳۲۹) (مؤلف) رَحِمَہُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ کہتا ہے، ایک روز اس فقیر نے پیر دستگیر (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں عرض کیا کہ سنا گیا

ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ قرآن مجید کی بعض سورتوں کی تلاوت عروج کے لیے مفید ہوتی ہے اور بعض کی تلاوت نزول کے لیے سودمند ہوتی ہے۔ اور (فقیر نے) ان (سورتوں) کے بتانے کی التماس کی۔ آپ (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) فرمایا کرتے تھے کہ سورہ الم نشرح پڑھتا ہوں تو ایسا نزول واقع ہوتا ہے جیسے پتھر اوپر سے گر رہے ہیں اور عروج پیدا کرنے والی سورتیں اس وقت خیال میں نہیں ہیں، لیکن سورہ سَبِّحِ اسْمَ عروج میں ایک عظیم دخل رکھتی ہے۔

خاتمہ

بعض خصائص کے بیان میں

اس میں چھ فائدے ہیں:

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا اپنی ذات وصفات کو دوست رکھنا

فائدہ (۱): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات (۳۳۰) سے:

جاننا چاہیے کہ جس طرح حضرت حق تعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے، اسی طرح اپنی صفات وافعال کو بھی دوست رکھتا ہے اور ان افراد میں ہر ایک کی محبت کے دو اعتبار ہیں، محبیّت اور محبوبیت۔ محبوبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت حبیب خدا (محمد) صلّی اللہ علیہ وسلّم میں اور محبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت کلیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ میں ہے اور اسماء وصفات کی محبوبیت کا ظہور دوسرے انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ میں ان کی محبیت کے رنگ میں متحقق (ثابت) ہے۔ چونکہ اسما وصفات اور افعال کے لیے ظلال (بھی) ہیں، (لہٰذا) اسما وصفات کے ظلال کی محبوبیت کا ظہور محبوب اولیا میں پیدا ہے۔ (۳۳۱)

حسن وجمال حق سبحانہٗ وتعالیٰ

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالیٰ بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۳۳۲) سے:

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات (پاک) اپنی ذات کی حد میں جمیل ہے اور ذاتی حسن وجمال اسی کے لیے ثابت ہے۔ (۳۳۳) یہ حسن وجمال وہ نہیں ہے جو ہمارے کشف و

ادراک میں آسکے اور ہمارے عقل وخیال میں سما سکے۔اس کے علاوہ اس بارگاہ میں ایک اور قسم کا مقدس مرتبہ ہے، جہاں تک یہ حسن و جمال باوجود نہایت عظمت و کبریائی کے نہیں پہنچ سکتا اور اس کو حسن و جمال کے ساتھ متصف نہیں کرسکتا۔

تعیّن اوّل جو تعیّن وجودی ہے، اس کمال و جمال ذات کا تعیّن ہے اور اس کا پہلا ظل ہے، لیکن اس مرتبہ اقدس میں جمال و کمال کی بھی گنجائش نہیں ہے اور اس مرتبہ میں کسی قسم کے تعیّن کی بھی گنجائش نہیں، کیونکہ وہ انتہائی عظمت و کبریائی کی وجہ سے کسی تعیّن کے ساتھ متعیّن نہیں ہوسکتا۔ وہ کس آئینہ میں سما سکتا ہے؟ ہاں اس مرتبہ اقدس کا ایک سر اور نشاء اس تعیّن اوّل کے دائرہ کے مرکز میں بطور امانت رکھا گیا ہے اور اس بے نشان کا ایک نشان اس میں پوشیدہ کیا ہے۔ یعنی جس طرح تعیّن اوّل ولایت خلیلی (علیہ السّلام) کا منشاء ہے اور جو سر و نشاء اس تعیّن کے دائرہ کے مرکز میں رکھا ہوا ہے، وہ ولایت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا منشاء ہے۔ اور وہ حسن و جمال ذاتی جس کا ظل تعیّن اوّل ہے، صباحت (خوبروئی) سے مشابہت رکھتا ہے، جو عالم مجاز میں حسن رخسار اور جمال خال کی قسم سے ہے۔ اور وہ سر و نشاء جو مرکز میں امانت رکھا گیا ہے، ملاحت کے ساتھ رکھتا ہے، جو درستی قد، خوبی رخسار، حسن چشم اور جمال خال کے علاوہ ایک ذوقی امر ہے، جب تک ذوق عطا نہ ہو، اسے نہیں پا سکتے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

آن دارد آن نگار کہ آنست ہر چہ ہست
آنرا طلب کنید حریفان کہ آن کجا است

یعنی: وہ محبوب وہ کچھ رکھتا ہے کہ وہی سب کچھ ہے۔ میرے مخالفو! اسے طلب کرو کہ وہ کہاں (ملتا) ہے؟

اس بیان سے ان دونوں ولایتوں کے درمیان فرق کو معلوم کرو، اگرچہ دونوں حضرت ذات (حق) تعالیٰ و تقدس کے قرب سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن (ان میں سے) ایک کا مرجع کمالات ذاتیہ ہیں اور دوسرے کا معاد صرف ذات (پاک حق) تعالیٰ ہے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مبارک اسماء ''محمد'' (صلّی اللہ علیہ وسلّم) و''احمد'' (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تفصیل

فائدہ (۳): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تعالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۳۳۴] سے:

ہمارے نبی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ دو (مبارک) ناموں سے مسمّٰی ہیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دونوں مبارک نام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ. [۳۳۵] (سورۃ الفتح، آیت ۲۹)، نیز (اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ) روح اللہ (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام) کی بشارت کے بیان میں فرمایا: ''اسْمُہٗ اَحْمَدُ''، [۳۳۶] (سورۃ الصّف، آیت ۶)۔

ان دونوں مبارک ناموں کی ولایتیں الگ الگ ہیں۔

ولایت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اگرچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی محبوبیت کے مقام سے پیدا ہے، لیکن وہاں محبوبیت صرف ثابت نہیں، بلکہ نشاءِ محبیت کی ایک آمیزش بھی رکھتی ہے۔ اگرچہ وہ آمیزش بالاصالت اس کے لیے ثابت نہیں، لیکن مقام محبوبیت صرف کی مانع ہے اور ولایت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) محبوبیت صرف سے پیدا ہے، جس میں محبیت کی کوئی آمیزش نہیں۔ یہ ولایت پہلی ولایت سے پیش قدم ہے اور ایک درجہ مطلوب کے نزدیک تر ہے اور محبّ کو نہایت ہی مرغوب اور پسندیدہ ہے۔ کیونکہ محبوب میں جس قدر محبوبیت زیادہ ہو، اسی قدر اس کی استغناء اور بے نیازی زیادہ ہوتی ہے اور محبت کی نظروں میں اسی قدر زیادہ محبوب اور رعنا دکھائی دیتا ہے اور اسی قدر زیادہ محبّ کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنا دیوانہ بناتا ہے:

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست
بلائے من ز ناپروائے اوست

یعنی: صرف اس کی خوبصورتی ہی میرے لیے مصیبت نہیں، بلکہ اس کی بے پروائی

بھی میرے لیے ایک وبال ہے۔

بلا سے مراد عشق کی زیادتی ہے، جو عاشق کا مطلوب ہے۔ سبحان اللہ! (حضرت) احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک عجیب بزرگ نام ہے جو مقدس کلمہ ''احد'' اور حرف ''میم'' کے حلقہ سے مرکب ہے، جو عالم بے مثال (بے چون) میں اسرار الٰہی کے پوشیدہ رازوں میں سے ہے اور عالم مثال میں گنجائش نہیں کہ اس راز پنہاں کو حلقہ ''میم'' کے بغیر تعبیر کر سکیں۔ اگر گنجائش ہوتی تو حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے تعبیر فرماتا۔ احد احد ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور حلقہ ''میم'' عبودیت کا گلوبند ہے، جس نے بندہ کو مولیٰ سے متمیز کیا ہے۔ پس بندہ حلقہ ''میم'' ہے اور ''احد'' اس کی تعظیم کے لیے آیا ہے، جس نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے:

چو نام این است نام آور چہ باشد
مکرم تر بود از ہرچہ باشد

یعنی: جب نام ایسا ہے تو پھر نام والا کیسا ہوگا، (بس) ہر ایک سے مکرم تر ہوگا۔

ہزار سال کے بعد کہ اس مدت کو اُمور عظام کے تغیر میں بڑی تاثیر ہے، اس ولایت کا معاملہ اس ولایت تک پہنچ گیا اور ولایت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ولایت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے مل گئی اور معاملہ عبودیت کے دو گلوبندوں سے ایک گلوبند تک پہنچ گیا۔ اور پہلے گلوبند کی بجائے حرف ''الف'' جو اس کے رب کی ایک رمز ہے، متمکن ہوا۔ حتیٰ کہ محمد، احمد بن گیا۔ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

اس کا بیان ہے کہ عبودیت کے دو گلوبند سے مراد میم کے دو حلقے ہیں جو اسم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں مندرج ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان دو گلوبند میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دو تعیّن کا اشارہ ہو۔ ان دو تعیّن میں سے ایک جسد بشری کا تعیّن ہے اور دوسرا تعیّن روحی ملکی ہے۔ تعیّن جسد بشری میں اگرچہ موت کے لاحق ہونے کی وجہ سے سستی پیدا ہو گئی تھی اور تعیّن روحی قوی ہو گیا تھا، لیکن اس تعیّن کا اثر باقی رہا تھا۔ ہزار سال چاہیے

تھے، تاکہ اس کا اثر بھی زائل ہو جائے اور اس تعیّن کا نشان نہ رہتا۔ جب ہزار سال پورے ہو گئے اور اس تعیّن کا اثر نہ رہا اور دو گلو بند میں سے ایک ٹوٹ گیا اور اس پر ایک زوال اور فنا طاری ہو گئی اور الف الوہیت، جس کو بقا باللہ کی مانند کہہ سکتے ہیں، اس کی جگہ آ بیٹھا تو محمد احمد بن گیا اور ولایت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ولایت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف انتقال فرمایا۔ پس (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) دو تعیّن سے مراد ہے اور احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) صرف ایک ہی تعیّن ہے۔ اسم حضرت اطلاق کے بہت قریب اور عالم سے دور تر ہے۔

فنا و بقا کا ولایت سے تعلق اور اس کی تشریح

سوال: فنا و بقا جو مشائخ نے مقرر کی ہے اور ولایت کو اس سے متعلق کیا ہے، اس کے معنی کیا ہیں؟ اور تعیّن محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں جو فنا و بقا بتائی گئی ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب: فنا و بقا جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے، وہ شہودی فنا و بقا ہے۔ (کیونکہ) اگر فنا و زوال ہے تو وہ نظر کے اعتبار سے ہے اور اگر بقا و ثبات ہے تو بھی نظر ہی کے اعتبار سے ہے۔ یہاں بشری صفات پوشیدہ ہو جاتی ہیں، زائل اور فنا نہیں ہوتیں۔ یہ تعیّن (محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایسا نہیں ہے، بلکہ یہاں بشری صفات کو زوال وجودی متحقق ہے اور جسد سے نکل کر روح کی جانب منتقل ہونا ثابت ہے اور بقا کی جانب میں بھی۔ اگرچہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور بندگی سے باہر نہیں نکلتا، لیکن حق کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے اور معیت بیشتر پیدا کر لیتا ہے اور خود سے دور تر ہونے کی وجہ سے احکام بشری اس سے مسلوب تر ہو جاتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہ عروج محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو صفات بشری کے منتفی ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اس نے اگرچہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کاروبار کو بالاتر کر دیا ہے اور نہایت ہی بلند درجہ پر پہنچا دیا اور غیر و غیریت کی کھینچا تانی سے آزاد کر دیا، لیکن آپ صلّی اللہ

علیہ وسلّم کے امتیوں پر معاملہ تنگ تر ہو گیا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نور ہدایت، جو بشریت کی مناسبت کے وسیلہ سے تھا، وہ کمتر ہو گیا اور وہ توجہ جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان پس ماندگان کے حال پر فرماتے تھے، وہ کم ہو گئی اور وہ کلیت کے ساتھ قبلہ حقیقی کی جانب متوجہ ہو گئی۔ اس رعایا کے حال پر افسوس جن کے حال پر بادشاہ نظر (شفقت) نہ فرمائے اور کامل اپنے محبوب کی جانب متوجہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزار سال کے بعد کفر و بدعت کے اندھیرے چھا گئے اور اسلام و سنت کا نور ماند پڑ گیا۔ [۳۳۷] رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (سورۃ التحریم، آیت ۸)۔

یعنی: اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے نور کو کامل فرما اور ہمیں بخش دے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علم ممکن و علم واجب

فائدہ (۴): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ السَّامِیْ کے مکتوبات [۳۳۸] سے:

ممکن کا علم چونکہ عالم کی ذات میں معلوم کی صورت حاصل ہونے کے ساتھ ہے اور معلوم کے ساتھ عالم کے اثر قبول کرنے کا سبب ہے، لہٰذا عالم کے تغیر اور بدلتے رہنے کا سبب ہے، جس سے نقص لازم آتا ہے اور واجب تعالیٰ کا علم حصول کی کیفیت سے پاک و مبرا ہے۔ پس اگر عارف کامل کا علم "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" [۳۳۹] (یعنی: خود کو اللہ کی صفات سے آراستہ کرو) کے مطابق اس طرح کا ہو جائے اور تاثر و تبدیلی سے چھٹکارا پالے اور نقص سے کمال میں آ جائے تو بعید نہیں ہوگا۔

اگر چہ اس وقت خطرات و حدیث نفس ہوتی ہے، لیکن اس سے کوئی برا اثر اور تبدیلی (پیدا) نہیں ہوتی۔ کَمَا فِی الْکَلَامِ النَّفْسِیِ الْقُدْسِیِ الْقَائِمِ بِذَاتِہٖ تَعَالٰی. یعنی: جیسا کہ کلام نفسی قدسی قائم بذاتہ تعالیٰ میں ہے۔ یہ معرفت عجیب معارف اور مخفی اسرار میں ہے۔

راز

فائدہ (۵): ضعیف بندہ [۳۴۰] رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی سُبْحَانَہٗ عَلَیْہِ کہتا ہے کہ یہی وہ راز ہے جس کا فنائے قلبی کے بیان میں خطرہ دماغ کے دور کرنے کی تحقیق میں ''خاتمہ'' میں بیان کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

حروف مقطعات اور محبّ ومحبوب کے اسرار

فائدہ (٦): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات [۳۴۱] سے:

خیال تھا کہ صباحت و ملاحت سے تھوڑا سا لکھوں جو حدیث نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں (یوں) آیا ہے:

اَخِیْ یُوْسُفُ اَصْبَحُ وَاَنَا اَمْلَحُ.

یعنی: میرے بھائی (حضرت) یوسف (علیہ السّلام) زیادہ صبیح تھے اور میں زیادہ ملیح ہوں۔

اور رمز و اشارہ سے اس بارے میں گفتگو کروں، لیکن دیکھا کہ رمز و اشارہ مقصود کے ادا کرنے سے قاصر ہے اور سننے والے اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ قرآن (مجید) کے تمام حروفِ مقطعات ان حقائق احوال اور دقائق اسرار کے رموز و اشارات ہیں جو محبّ و محبوب کے درمیان ثابت ہیں، لیکن کون ہے جو ان کو سمجھ سکے؟ علمائے راسخین جو رب العالمین کے حبیب (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خادموں اور غلاموں کا درجہ رکھتے ہیں اور خدام کے لیے جائز ہے کہ وہ مخدوم کے بعض پوشیدہ اسرار سے آگاہ ہوں، بلکہ مخدوم کی تبعیت کے باعث خادم کے ساتھ معاملات بیان کریں اور (خادم) پس خوردہ کھانے والے کی مانند مخدوم کی دولت خاص میں شریک بن جائے۔ اگر اس سے تھوڑا سا ظاہر کرے تو خائن ہوگا اور اپنے سر کو برباد کر بیٹھے گا اور ''قُطِعَ الْحَلْقُوْمَ'' [۳۴۲] جو (حضرت) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے، وہ اس کے حق میں صادق آئے گا۔ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ

لِسَانِیْ (۳۴۳) (سورۃ الشعراء، آیت ۱۳) درپیش ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ. (سورۃ آل عمران، آیت ۱۴۷)۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ الصَّلَوَاتُ وَالْبَرَكَاتُ الْعُلٰی وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْبَرَرَةِ التُّقٰی.

یعنی: اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے کاموں میں ہماری زیادتیوں کو معاف فرما اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما۔ تم پر سلام ہو اور تمام لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت (محمد) مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیروی کو لازم پکڑ لیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر بلند رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر جو نیک اور پرہیزگار ہیں۔

مہرِ خاتمہ برائے ہدایت مخلوق

محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ تعالٰی بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے بعض خصائص کے بیان میں

اس میں تین فائدے ہیں۔

مقامات خاصہ مجددیہ

فائدہ (۱): میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِسِرِّهِ السَّامِیْ کے مکتوبات (۳۴۴) سے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

یعنی: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہو اس کے نیک (اور پاکیزہ) بندوں پر۔

میرے مخدوم! (آپ) کے آخری مکتوب میں درج تھا کہ روبرو اِس درویش کے بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض معارف کا ذکر کیا گیا۔ جیسے معارف توحیدی سے گزرنے اور جذب وسلوک کے مقام سے آگے بڑھنے کو (یہ درویش) بلا تامل تسلیم و تصدیق کرتا ہے۔

اے عزیز! (اس) فقیر نے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے جو فضائل لکھے تھے، وہ دوسرے امور ہیں کہ عقل اور آنکھ ان کے ادراک میں خیرہ وقاصر ہیں اور زبان خیال ان کے بیان میں گونگی ہے۔ یہ کمال جو آپ نے بیان کیا ہے، ان کمالات وفضائل کی بلندی کے زینوں سے نیچے کا ایک درجہ ہے، بلکہ اس کمال کو جو کہ کمالاتِ ولایت میں سے ہے، ان امور کی بہ نسبت جو کہ کمالات نبوت سے ہیں، کوئی اعتبار و شمار نہیں ہے۔ کاش کہ (یہ)

دریائے محیط کے ساتھ ایک قطرے کی نسبت ہی رکھتا ہوتا۔ یہ کمال ان علوم میں سے ہے جو ظاہر کرنے کے لائق ہیں اور وہ امور اُن اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ علوم کو اسرار کے ساتھ کیا نسبت ہے اور جو معاملہ حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کی پیدائش سے متعلق ہے، وہ الگ ہے۔ جو اسرار و دقائق اور نازک باتیں آپ نے ذات وصفات کے متعلق لکھی ہیں، اور جو عجیب و نادر تحقیقات و مقالات بیان فرمائے ہیں، وہ جدا ہیں اور اصالت اور خاتم النبیّین عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی پیدائش سے بقیہ خمیر (مٹی) کے معاملات کو کیسے بیان کرے۔ اور حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی اس ولایت کا، جو مقام محبیت اور محبوبیت ذاتیہ سے ظاہر ہوئی ہے، کا کیا نشان (پتہ) دے۔ اور ہویت کے حقائق، جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور نامتناہی رحمت کے خزانوں کی اس حقیقت، جس کا ایک چشمہ اس عالم میں پھیلا ہوا ہے اور دوسرا چشمہ دوسرے جہان میں ذخیرہ کیا گیا ہے اور رحمٰن وارحم الراحمین کی صفت بھی اسی حقیقت سے ظاہر ہوئی ہے۔

حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے تعیّن اوّل سے بھی ترقی ثابت کی ہے اور دوسروں نے اس سے منع کیا ہے اور سیر وسلوک کی انتہا کو وہاں تک کہا ہے اور اس کے اوپر مرتبہ اطلاق و لاتعیّن اور ذات بحت تصور کیا ہے اور سیر وسلوک اور علم ومعرفت کو اس بارگاہ قدس میں ناممکن سمجھا ہے۔ حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے اس سے گزر کر مراتب و تعیّنات سے ثابت کیے ہیں اور تعیّن اوّل کو اس سے کئی مراحل اوپر لے گئے ہیں۔ اب لاتعیّن کا کیا بیان ہو؟

حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، حقیقت قرآنی، حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت نماز اور وہ حقیقت جو کہ ان حقائق کے اوپر ہے اور حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) ان کے بیان کرنے میں ممتاز ہیں، وہ مکتوبات (امام ربانی) میں مذکور ہیں۔ حقیقت ولایت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، ولایت ابراہیمی (علیہ السّلام)، ولایت موسوی (علیہ السّلام) اور

ولایت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کمالات، انبیاء کے کمالات اور رسولوں کے خصائص، اولوالعزم کے محاسن، ان بزرگواروں میں سے ہر ایک کے مبادی تعیّنات، حضرت روح اللہ (علیہ السّلام) اور حضرت مہدی موعود (عَلَيْهِ الرِّضْوَانُ) کی خصوصیات، تعیّنات ملاءِ اعلیٰ کے مبادی، حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کی ولایت اور آپ کے مبدا تعیّن کے جو حالات (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے بیان فرمائے ہیں، وہ کہاں تک لکھے جائیں؟ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلٰى سَآئِرِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْاَوْلِيَآءِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَعَلٰى اَتْبَاعِهِمْ. یعنی: ہمارے نبی پر اور تمام نبیوں، فرشتوں، ولیوں اور ان کے پیروکاروں پر درود وسلام نازل ہو۔

اسی طرح حقیقت نماز کے واصلین کے قدموں کا فرق، اس مقام میں انبیاء عَلَيْهِمُ وَالسَّلَامُ کی فضیلت، ان اکابر عَلَيْهِمْ وَالتَّحِيَّاتُ کی چار صفیں، (۳۴۵) ان انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ (وَالسَّلَامُ) کی خصوصیات، جن کے مبارک نام قرآن مجید میں مذکور ہیں اور یہ کہ آنسرور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے مقام کو ان تمام مقامات پر فضیلت (حاصل) ہے، اور اس مقام سے جو حصہ حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کو نصیب ہے، نیز اس مقام سے جو حصہ حضرت مہدی موعود عَلَيْهِ الرِّضْوَانُ کو نصیب ہے، حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی اپنی اصالت اور ولایت اور حضرت مہدی موعود عَلَيْهِ الرِّضْوَانُ کی اصالت کا منشا (جائے پیدائش) کی شرح (راقم) کہاں تک کرے۔ نیز مرض موت میں حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے جو اسرار ودقائق آنسرور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے اہل بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے کمالات اور ان حضرات (کرام) کے بارے میں اپنی بعض شائستہ خدمات کو جو بیان فرمایا ہے، وہ کس طرح سمجھائے جائیں۔ قیومت کے حقائق، مقام خلّت کے دقائق، محبت کے فضائل، صباحت وملاحت اور دونوں حسنوں کی آمیزش کے اسرار کا آپ مطالعہ کر چکے ہوں گے؟ اور (حروف) مقطعات قرآنی کے اسرار، جن کے تھوڑے سے اسرار اوپر بیان ہو چکے ہیں، وہ ایک بے پایاں دریا ہیں، جو گفت وشنید

میں نہیں آئے اور سربستہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ہمراہ) چلے گئے ہیں۔

آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ''اپنے مکشوفات کو حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے معارف کے برابر جانتا ہے''، بات حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے معارف کے سمجھنے میں ہے، بلکہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی اصطلاح کے سمجھنے میں ہے، جو (فہم وادراک سے) منزلوں دور ہے۔ ان کے ساتھ برابری تلاش کرنا محض خیال ہے، جو کہ نادانی اور خام خیالی ہے۔ بہت سے ناداں جہل مرکب کی بنا پر اپنے بعض واقعات پر اعتماد کر کے فاسد توہمات میں مبتلا ہو گئے اور لوگوں کو (سیدھے) راستے سے ہٹاتے ہیں (جیسے آیا ہے): ''ضَلُّوْا فَاضَلُّوْا ضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا.''(۳۴۶) یعنی: وہ گمراہ ہیں، پس دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، وہ (خود) نقصان میں ہیں، پس دوسروں کو بھی نقصان میں ڈالتے ہیں۔

برابری تلاش کرنا ادراک کی فرع ہے، بلکہ تصور کی فرع ہے، جو ابھی وقوع میں نہیں آئی، اور برابری کہاں اور مساوات کیسی؟

ع بخواب اندر مگر موشی شتر شد

یعنی: شاید خواب میں چوہا اونٹ بن گیا۔

فضائل ومناقب خاصہ

فائدہ (۲): محبوب صمدانی (حضرت) مجدد الف ثانی قَدَّسَنَا اللّٰهُ بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ کے مکتوبات دفتر سوم کا خطبہ۔(۳۴۷)

ان سلیم القلب مطالعہ کرنے کو اس سیاہی پر جو اسرار اور حکمتوں کا انبوہ ہے، کھولتے ہیں تو علم ربانی سے اس سیاہی سے سراسر حضور کی مدد پاتے ہیں اور اس اہلیت سے دل کے سیاہ داغ کو پُر نور بناتے ہیں اور ان درست احوال قارئین کا ٹھکانہ وانجام کتنا اچھا ہے، جن کی زبان اس دریائے بزرگ میں تیرتی ہے اور الہام ربانی سے ان کی جان شکر کی شکر اور سکر کی قند سے شیریں ہوتی ہے۔ اور ان نیک فطرت ہم جنسوں کے لیے اور نیک اعتقاد سعادتمندوں کے لیے صد آفریں ہے، جن پر ان نکات ورموز کا جمال، جو طور عقل کے ماوراء

ہیں، جب پردہ نہیں کھولتا تو وہ اپنے مقصود فہم اور عدم ادراک کا اقرار کرتے ہوئے:

ع کسے را از ایشان جز ایشان نداند

یعنی: ان میں سے کسی کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

صدقنا کہتے ہوئے سب کو تسلیم کرتے ہیں اور ہمیشہ کی سعادت کے نقد ثمرات حاصل کرتے ہیں۔ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ. (سورۃ البینہ، آیت ۸) یعنی: یہ اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو۔

صد افسوس ان کج بین پڑھنے والوں پر اور سخن چین سننے والوں پر کہ ان غیبی الہامات سے جو کچھ ان کی سمجھ میں آجاتا ہے اور ان کی طبع کے موافق ہوتا ہے تو وہ اسے گفتگو کرنے والے کی استادی قال اور خراشِ خیال پر موقوف سمجھتے ہیں۔ اور اگر اس کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں تو اپنی کوتاہ فطری کی بدولت زبان درازی کرتے ہیں اور بمطابق: ''اَلْمَرْءُ لَایَزَالُ عَدُوٌّ لِّمَا جَھِلَ.''

یعنی: آدمی جس چیز سے ناواقف ہو، اس کا دشمن بن جاتا ہے۔

لڑائی کی سارنگی بجاتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ اس بلند گروہ (صوفیہ) کے لوگ پوشیدہ اسرار کے اظہار کے درپے نہیں ہوتے:

ع ایشان نیند این ہمہ الحان ز مطرب ست

یعنی: وہ خود نہیں ہیں، یہ سب (خوش) آوازی مطرب (گانے والے) سے ہے۔

اللہ سبحانہٗ ہمارے بھائیوں کو اپنے عیوب اور پاک دل اہلِ صفا کے پوشیدہ اسرار سے آگاہ کرے اور انہیں اس عالم سرّ کے مخلصین کے ساتھ مکر کی قید اور کینہ کے طوق سے رہائی بخشے، جو انہوں نے اپنے دل کے پاؤں اور خیال کی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں۔

دعائے معصومیہ

فائدہ: میرے شیخ اور میرے امام (حضرت خواجہ محمد معصوم) قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ کے کلام (۳۴۸) سے:

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم جیسے مہجوروں کو ان (مذکورہ) معانی پر یقین رکھنے کی توفیق دے اور نبی (اکرم) اور آپ کی آل امجاد عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالْبَرَکَاتُ اِلٰی یَوْمِ التَّنَادِ کے طفیل اس مشرب سے روزی (نصیب) کرے۔

تاریخ اتمام

اس برکات انجام رسالہ کے اختتام پر بعض اصحاب فیض والہام نے اس مبارک مثال کے نام کے مناسب تاریخِ اتمام اس طرح کہی ہے:

"الحق کہ رسالہ ما کنز الہدایات آمدہ"۔

فَحَمْدًا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَآئِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلِہٖ وَسَیِّدِ اَنْبِیَآئِہٖ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَجَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلَی الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی اَھْلِ الطَّاعَۃِ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

یعنی: پس ساری تعریفیں اللہ کے لیے، اس نعمت پر اور اس کی سب نعمتوں پر اور درود و سلام ہو افضل الرسل اور سیّد الانبیاء (حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؒ) پر اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہ (کرامؓ) پر اور تمام انبیاء اور مرسلین (علیہم السّلام پر) اور مقربین (درگاہ) فرشتوں پر اور تمام اہل اطاعت لوگوں پر۔ تیری رحمت کے صدقے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

اعلام

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی.

امابعد: پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف کی تصحیح اور طباعت کی تکمیل سے فراغت کے بعد شوق کے ایک داعیہ نے اس پر اُبھارا کہ مکتوبات شریف کا ایک خلاصہ اس طرح لکھا جائے کہ اس کے مضامین کی مختلف اقسام اپنی صورتوں میں خاص ہو کر صنفی خصائص کو محیط رکھتے ہوئے ایک جز میں سما جائیں، ورنہ ان کے علوم کی اقسام ایک بحر بیکراں اور احاطے میں نہ آنے والا ایک جہاں ہیں۔ ایک جگہ شرعی مسائل کی امواج تلاطم زدہ ہو کر تیرنے والے کو کشتی کے تختہ پر بٹھا لیتی ہیں اور دوسری جگہ بادہ طریقت کے پیاسوں کو مشرب کے فیوضات سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر یہاں بری رسومات کی اصلاح کی جانب متوجہ فرمایا ہے تو وہاں حقائق معرفت کے موتیوں کو حقیقت کی لڑی میں پرویا ہے۔ پس فضل الٰہی جل شانہٗ سے اس کے مضامین کی (مختلف) اقسام میں سے ایک صنف، جو مشرب کے طریقوں پر مشتمل ہے، علی الترتیب ایک جگہ جمع کر کے کتابی صورت میں دستیاب ہو کر امید کی کلی کے کھلنے کا سبب بن گئی ہے۔ اس بنا پر فرصت کو ثمرہ بخش غنیمت شمار کرتے ہوئے میں نے اس کو طبع کر کے ہدیۂ ناظرین کر دیا۔

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ (حضرت) خواجہ محمد باقر بن شرف الدین لاہوری (رحمۃ اللہ علیہ) خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے مکتوبات مجددیہ، (مکتوبات) معصومیہ کی چھ جلدوں اور رسالہ مبدأ و معاد سے، جس طرح کہ ممکن تھا، مشرب سے متعلق

گلہائے مضامین کو ہر دو مکتوبات (یعنی مجددیہ ومعصومیہ) اور رسالہ مبدأ و معاد کے گلزاروں سے سلسلہ مجددیہ کے طالبین کی تعلیم وتسلیک کے طریقہ سے ترتیب وار ایک جگہ چن کر، ناتواں دل کی آرزوؤں کے دامن کو سجا دیا اور (اسے) کتاب کی صورت دے کر ''کنز الہدایات'' کے نام سے موسوم کیا تھا۔ لیکن اہلِ زمانہ کی ناقدرشناسی سے اس پر مکڑی کے جالے کے تاروں کا اندھیرا چھا گیا تھا، نہ کسی نے اسے چھاپنے کی کوشش کی اور نہ کوئی اس کی نقل کرنے میں مشغول ہوا۔ اس کے نسخے جس قدر ابتدا میں کتابت ہوئے تھے، آخرکار وہ کانوں کے شاہوار موتیوں کی مانند مخصوص غارت گریوں کی نذر ہو گئے۔

اب جناب مکرم عنایت فرما مولانا ابوالسعد احمد خان مجددی متوطن قریہ کھولی، ضلع میانوالی نے اپنے خزانہ (کتب خانہ) سے احقر کو ارزانی فرمایا اور آپ نے جو مفید ترین کام کیا ہے، یہ ہے کہ مؤلفؒ نے دونوں مکتوبات شریف (مکتوبات امام ربانیؒ، مکتوبات معصومیہ) سے جہاں سے بھی مشرب سے متعلق عبارات لی تھیں، وہاں (اپنی تالیف میں) ان کا حوالہ نہیں دیا تھا۔ وَلَیْسَ مَا فِیْہِ اَعْلَامِ کَالْاَغْفَال. یعنی: جو بات معلوم ہو وہ نامعلوم کی طرح نہیں ہو سکتی۔

پس آنجناب (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے کمالِ تبحر سے کتاب کو اس نقص سے منزہ فرما دیا اور ہر مکتوب کے عنوان کو جلد (کے حوالے) کی قید سے حاشیہ پر تحریر فرمایا اور ہر مشکل کو سہولت میں تبدیل کر دیا، ورنہ فرع کی اصل کے ساتھ تطبیق بہت مشکل تھی۔

راقم الحروف نے جس قدر ہو سکا اصل کی نقل کے ساتھ تطبیق اور تہذیب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، حتیٰ کہ مولانا و مرشدنا الحافظ الحاج القاری حضرت شاہ ابوالخیر صاحب مجددی فاروقی دہلوی سلمہم اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ سے ان کے کمال کرم سے تین نسخے لا کر ہر ایک نسخے کے ساتھ اصل مسودہ پر نظرِ ثانی (اور نظرِ) ثالث کی۔ جہاں پر اختلاف نسخ پایا (اسے) حاشیہ پر لکھ دیا۔ اب بھی اگر کوئی نقص یا کوئی حرف غلط ہو گیا ہو تو اہلِ زمانہ اس کی اصلاح کی

کوشش کریں۔ وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

حواشی متن

۱۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر بہترین درود اور کامل ترین سلام ہوں۔

۲۔ اللہ پاک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی روح (مبارک) کو راحت و آسائش پہنچائے اور تمام جہانوں پر ہمیشہ ان کے فیوضات پہنچائے۔

۳۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء (علیہم السّلام) کی مانند ہیں۔ (دیکھئے: اسرار المرفوعہ، ص ۲۴۷)۔

۴۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو معاف فرمائے۔

۵۔ **كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ.** (سورۃ الصّف، آیت ۶)۔ ترجمہ: اور میں ایک رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہوگا۔

۶۔ ہمارے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر، آپ (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام) پر اور سب کی تمام آل (اطہارؓ) پر بہترین درود (وسلام) ہو۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بزرگ اسرار سے پاکیزہ بنائے۔

۸۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی تصنیف ہے۔

۹۔ تین دفتر مکتوبات امام ربانیؒ اور تین دفتر مکتوبات معصومیہؒ۔

۱۰۔ نیرین، یعنی سورج اور چاند۔ مراد ہر دو حضرات قدس سرہما (مولانا نور احمد پسروری امرتسریؒ)۔

۱۱۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے پانچویں صاحبزادے

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء)، جنہوں نے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد اپنے والد بزرگوار سے تمام کمالات حاصل کیے اور قرب کے انتہائی بلند مقامات پر پہنچے اور ایک جہان ان سے فیضیاب ہوا۔

۱۲۔ یعنی: اس قبول و عنایت کی تصدیق حضرت مخدوم زادہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۵۸ء) کی قبولیت کو سمجھتا ہے۔

۱۳۔ مبدأومعاد، ص۲۱، منہا ۱۰

۱۴۔ دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد ماثورہ دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ...الخ پڑھے اور تین بار تکرار کرے۔ بوقتِ ضرورت صرف دعائے ماثورہ کافی ہے، جیسا کہ بعض مشائخ کا معمول ہے۔

۱۵۔ یعنی اس شیخ کی نسبت کے بارے میں طالب (کے دل) میں کوئی تردّد پیدا نہ ہو، بلکہ اس کے حصول میں اطمینان ہو جائے تو پھر وہ شیخ اس طالب (کے سلوک کے) کام کو شروع کر دے۔

۱۶۔ مبدأومعاد ۲۱، منہا ۱۰

۱۷۔ کیونکہ مقاماتِ ولایت تک پہنچنا مشہود ''دس مقامات'' کے حصول کے بغیر کہ جن کا آغاز ''توبہ'' اور جن کا آخر ''رضا'' ہے، متصور نہیں ہے (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۸۔ مبدأومعاد (ص۲۱-۲۲، منہا ۱۰) کی تمام عبارت فائدہ کے لیے نقل کی جاتی ہے: ''عقائد کی تصحیح اہلِ سنت و جماعت کی آراء کے تقاضا سے کرے اور ضروری فقہی احکام کی تعلیم اور اس کے مطابق عمل کی تاکید فرمائے کہ اس راستے کی پرواز ان دو اعتقادی و عملی پروں کے بغیر میسر نہیں ہے۔ نیز تاکید کرے کہ حرام اور شبہ والے لقمہ میں اچھی طرح احتیاط کا لحاظ رکھے اور جو کچھ پائے، وہ نہ کھائے اور ہر جگہ سے جو ملے، وہ تناول نہ کرے، جب تک شرع شریف کا فتویٰ اس ضمن میں درست نہ کرے۔'' انتہیٰ۔ جاننا چاہیے کہ حضرت امام ربانیؒ جلد اوّل کے مکتوب نمبر ۱۷۱ (ص۲۹۱) میں فرماتے ہیں: ''اچھی طرح تاکید کریں کہ مرید کے مال میں کوئی لالچ اور دنیاوی نفع کی کوئی توقع اس میں پیدا نہ ہو، کیونکہ یہ

مرید کی ہدایت میں مانع اور پیر کی خرابی کا موجب ہے۔ یہاں سب خالص دین طلب کرتے ہیں: اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ. (سورۃ الزمر، آیت ۱۳)۔ یعنی: یادرکھو عبادت جو کہ خالص ہو اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ اس بارگاہ میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

حضرت امام شعرانیؒ نے فرمایا: ''ان الشیخ اذا علم من مریده انه صار یری ان جمیع ما فی یده انما وصل الیه ببرکة استاذه وانه هو و عیاله انما یأکلون من مال ذلک الاستاذ، فلا حرج علی الشیخ حینئذٍ فی الاکل من طعام ذلک المرید.'' (قالہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۔ مکتوبات معصومیہ، دفتر دوّم (ص ۱۴۱)، مکتوب نمبر ۷۸، جو (حضرت) بدرالدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام تحریر فرمایا۔ طالبوں کی توجہ کی کیفیت اور امراض کو دَفع کرنے کے لیے توجہ کرنے (کے بارے) میں۔

۲۰۔ قولہ ''باید دانست کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ الخ'' مکتوبات معصومیہ میں یہ عبارت عربی میں ہے۔ شاید کنزالہدایات کے مصنف نے ترجمہ کر کے نقل کی ہے، چنانچہ کنزالہدایات کے بعض مخطوطات میں موجود ہے، اور طالبین کی آسانی کے لیے یہاں اسی پر اِکتفا کیا گیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعلمه اتم.

۲۱۔ جذبہ وسلوک دونوں ولایت کے رکن ہیں، کیونکہ ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی۔

۲۲۔ یعنی مرید کے حال کی رعایت رکھنا شیخ پر لازم ہے (مولانا نوراحمد پسروری امرتسریؒ)۔

۲۳۔ بلکہ اس سے بالا ہیں۔

۲۴۔ بلکہ وصول کا مدار صحبت پر ہے اور شیخ میں فنا ہونا ہے، جس کی صحبت نصیب ہے جیسا کہ صدر اوّل میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ محض صحبت سے ایسے کمالات حاصل کرتے تھے جو شمار میں نہیں آسکتے۔

۲۵۔ مکتوبات امام ربانیؒ، جلد اوّل (ص ۶۳۸)، مکتوب نمبر ۲۹۰، بنام ملا محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۔ مکتوبات امام ربانیؒ، جلد دوّم (ص ۲۷۰)، مکتوب نمبر ۷۷، جو ملا حسن برکی (رحمۃ اللہ

علیہ) کے نام تحریر فرمایا (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ) ۔

۲۷۔ مکتوبات امام ربانیؒ، جلد اوّل (ص ۴۵۲)، مکتوب نمبر ۱۵۶۔ میاں شیخ بدیع الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام تحریر فرمایا (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ) ۔

۲۸۔ یعنی طریقہ وتوجہ کے اخذ کرنے کی طلب۔

۲۹۔ یعنی وہ خواتین اگر تمہاری محرم ہیں کہ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے تو ان کو پردہ کے بغیر طریقہ کی تعلیم دینے میں شرعی طور پر کوئی ممانعت نہیں ہے اور وہ تمہاری محرم نہیں ہیں، بلکہ اجنبی ہیں، جن کے ساتھ خلوت جائز نہیں اور ان کے ساتھ نکاح جائز ہے تو پھر ایسی عورتیں پردہ میں بیٹھیں اور طریقہ اخذ کریں۔

۳۰۔ مکتوبات معصومیہ، جلد اوّل (ص ۲۷۳)، مکتوب نمبر ۱۲۲، مولانا محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ) ۔

۳۱۔ کہ سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب کبھی خدا تک نہیں پہنچا ہے:

از خدا جوئیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از لطف رب

یعنی: ہم خدا سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، (کیونکہ) بے ادب رب کی مہربانی سے محروم رہتا ہے، آداب کی رعایت کا لحاظ نہ رکھنے سے نقصان کا پلڑا بھاری ہے۔ اس راستے کے ضروری آداب مکتوبات امام ربانیؒ کی جلد اوّل کے مکتوب نمبر ۲۹۲ (ص ۶۶۲) میں درج ہیں، جس جگہ فرمایا ہے:

> ''جاننا چاہیے کہ طالب کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل و اذکار میں مصروف نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف التفات نہ کرے اور اپنی پوری توجہ سے پیر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، حتیٰ کہ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو، مگر یہ کہ پیر حکم فرمائے اور اس کے حضور میں نماز فرض وسنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔''

۳۲۔ فنائے قلبی، جو ہمارے طریقہ میں بعض طالبین کو ہاتھ لگتی ہے، وہ یوں ہے کہ کسی شخص کو

آنکھیں بند کرنے کا (حکم) فرماتے ہیں اور اچانک منزل تک پہنچا دیتے ہیں اور کئی سالوں کا سفر آنکھ جھپکنے کی دیر میں طے کرا دیتے ہیں۔

۳۳۔ مکتوبات امام ربانیؒ، جلد اوّل (ص ۲۵۳، ۲۵۴)، مکتوب نمبر ۱۴۵، ملا عبدالرحمٰن مفتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۴۔ اس فائدہ کے تتمہ کے لیے مکتوب شریف کی پہلی عبارت لکھی جاتی ہے:

''اس طریقہ عالیہ کے طالبین کی ایک جماعت ہے جو باوجود اس کے کہ ان کی سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے، جلدی متاثر نہیں ہوتے اور لذت و حلاوت جو جذبہ کا مقدمہ ہے، وہ جلدی حاصل نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم امر ان میں عالم خلق کی نسبت ضعیف واقع ہوا ہے اور یہی ضعف جلدی تاثیر و تاثر (متاثر ہونے) میں رکاوٹ بنا ہے اور یہ تاثیر کے طور پر اس وقت تک متحقق ہے، جب تک عالم امر ان میں عالم خلق پر قوی نہ ہو جائے اور معاملہ برعکس نہ ہو جائے۔ اس ضعف کا علاج اس طریقہ عالیہ کے مناسب کسی کامل تصرف والے کا تصرف تام ہے۔ اور وہ علاج جو دوسرے طریقوں کے مناسب ہے، پہلے تزکیہ نفس اور سخت ریاضتیں اور مجاہدے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق ہوں۔''

(حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ- مصحح حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۵۔ یعنی: طالب کے اثر قبول کرنے کا تامل و تاخیر اس کی استعداد کے نقصان کی علامت نہیں ہے۔ (مصحح حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۶۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۱۸، ص ۲۶۳، بنام مولانا محمد صدیق پشاوری (رحمۃ اللہ علیہ) تحریر فرمایا (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۷۔ جلد دوّم، مکتوب ۱۳، ص ۴۵۔ جاننا چاہیے کہ مؤلف (ملا محمد باقر لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ حاصل مضمون کو اپنے الفاظ میں تبدیل کر کے نقل کیا ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۸۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۱۸، ص ۲۶۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۹۔ اس کتاب کے مؤلف حضرت ملا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۰۔ جلد سوم، مکتوب ۱۳۳، ص ۲۱۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۴۱۔ جلد اوّل، مکتوب ۸۷، ص ۱۸۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۴۲۔ سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق۔ یعنی: سایہ رہبر ذکر حق سے بہتر ہے۔ سایۂ رہبر میں (شیخ سے) رابطہ کرنے کے طریقہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس سے مراد ہے شیخ کی صورت کو نگاہ میں رکھنا، اس طرح جیسا کہ اس مقررہ طریقہ میں بتایا گیا ہے۔ یعنی: طریقہ رابطہ مبتدی طالب کے لیے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے، اگرچہ ذکر اپنی ذات کے لحاظ سے فضیلت و بزرگی رکھتا ہے (مکتوبات معصومیہ سے)۔

۴۳۔ یعنی چلّے کرنا اور ریاضتیں کرنا

۴۴۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) پر پاکیزہ درود اور برگزیدہ سلام ہوں۔

۴۵۔ (حضرت) خواجہ (عبیداللہ) احرار قدس سرہٗ (م ۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء) نے فرمایا ہے کہ اگر پوچھا جائے کہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے سلسلہ کے درویشوں کا عقیدہ کیا ہے؟ تو کہو کہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ دوام عبودیت، جو عبادت کی ادائیگی کے بغیر متصور نہیں ہے (مصحح حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۴۶۔ مؤلف (ملا محمد باقر لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ اختصار پسند کیا ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔ مبدأ و معاد، ص ۱۶۸، منہا ۲۹

۴۷۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۰۲، ص ۳۳۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۴۸۔ عبارت ''ان بزرگواروں کی نسبت'' تا آخر جلد اوّل، مکتوب ۱۴۲، ص ۲۵۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۴۹۔ مؤلف کتاب حضرت ملا محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۰۔ ختم خواجگان (قدس اللہ اسرارہم) کا طریقہ یہ ہے، جس نیت و مقصد کے لیے بھی پڑھے، چاہیے کہ ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ ایک بار، اس کے بعد سورہ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ سات بار،

پھر درود (شریف) سو بار، پھر سورہ الم نشرح بسم اللہ کے ساتھ ستر بار، پھر سورہ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ سات بار، پھر درود (شریف) سو بار، پھر فاتحہ پڑھ کر اس ختم کا ثواب حضرات (خواجگان) بزرگوار کے ارواح (مبارک) جن کے نام یہ ختم (شریف) منسوب ہے، کو ایصال کیا جائے، کیونکہ ان اکابرؒ کے اسما کے تعیّن میں اختلاف ہے۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ کی درگاہ سے ان بزرگوں کے وسیلہ سے مرادیں طلب کرنی چاہئیں اور مقصد کے پورا ہونے تک (اس عمل پر) مداومت کرنی چاہیے۔ اِنَّـهٗ مُيَسِّـرٌ لِكُلِّ عسير. (یعنی: بیشک یہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے)۔ ایک شخص اکیلا پڑھے یا زیادہ (آدمی) جتنا بھی (آپس میں) بانٹ کر (پڑھیں)، طاق عدد کا لحاظ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اَللّٰهُ وتر و يحبّ الوتر. یعنی: اللہ ایک ہے اور ایک کو پسند کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ النَّـاصِـرُ وَالْمُعِيْن. یعنی: اور اللہ ہی حامی و ناصر ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مقامات مظہری سے نقل فرمایا ہے)۔

۵۱۔ ص ۲۰۲-۲۰۳

۵۲۔ جلد دوّم، مکتوب ۱۱۳، ص ۲۱۴ - ۲۱۵؛ نیز مکتوب ۱۱۴، ص ۲۱۷ - ۲۱۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۵۳۔ جمع ہمت یہ ہے کہ طالب کے دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو۔ یعنی دل کو اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزوں سے خالی کرے۔

۵۴۔ صنوبر چیڑ کا درخت ہے۔ صنوبر بار ناز اور سرو کو بھی کہتے ہیں اور اسی درختِ ناز کو محبوبوں کے قد سے تشبیہ دیتے ہوئے صنوبر قامت یعنی: قدِ زیبا اور قدِ رعنا کہتے ہیں۔

۵۵۔ یعنی: بلندی ذات بحت (باری تعالیٰ) صفات کی پستی میں نزول نہ کرے اور تنزیہ صرف سے تشبیہ کی جانب نہ جھک جائے۔

۵۶۔ یعنی: جس طرح کہ سننا قوت شنوائی کی لازمی صفت ہے، جو اس سے جدا نہیں ہو سکتی اور ایسے ہی دیکھنا قوت بینائی کی لازمی صفت ہے، جو اس سے الگ نہیں ہوتی (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۵۷۔ جلد سوّم، مکتوب ۲۳۱، ص ۳۱۵۔ بنام (حضرت) مرزا لطیف بخاری (رحمۃ اللہ علیہ)

ہے۔ وہاں لکھا تھا کہ ایک روز حضرت (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے حقائق و معارف کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔ سلطان الذکر کی بات چلی تو صدر مجلس نے سوال کیا کہ اب تک اس نام کا کوئی ذکر نہیں سنا اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گزرا۔ آیا یہ بات پہلے اولیاء کی ہے یا ان کی کوئی حالت ہے؟ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۵۸۔ یعنی: قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء) بن اسماعیل چشتی وقادری (رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (م۸۳۸ھ/ ۱۴۳۴ء)۔ بظاہر حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت ہوئے، لیکن حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد و عاشق ہیں۔ ان کی کتاب انوار العیون ہے، جو ''سات فنون'' پر مشتمل ہے۔ فن اوّل میں مناقب شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھے ہیں۔

۵۹۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ولادت باسعادت ۸۰۶ھ اور وصال مبارک ۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء ہے (رشحات)۔

۶۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۳۷، ص۱۳۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۶۱۔ ذکر مقصود اولیٰ نہیں ہے۔ اس سے غرض فنا فی المذکور (ذات حق میں فنا ہونا) ہے۔ جب فنا فی المذکور، جو مقاصد میں سے ہے، حاصل ہوگئی، اگرچہ ذکر نہ بھی ہو۔

۶۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۵۰، ص۱۴۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۶۳۔ جلد دوّم، مکتوب ۸۴، ص۱۵۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۶۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۳۱، ص۳۹۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۶۵۔ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ. (صحیح البخاری نمبر ۲۶۹۷، کتاب الصلح)۔

۶۶۔ جلد دوّم، مکتوب ۱۱۳، ص۲۱۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۶۷۔ جاننا چاہیے کہ سانس کا روکنا لازمی شرط نہیں ہے، خاص کر اس شخص کے لیے جسے سانس روکنا نقصان دے۔

۶۸۔ دل کا لقب صنوبری اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ صنوبر (چیڑ) کے درخت کی مانند مقلوب (اُلٹا ہوا) ہے۔

۶۹۔ یعنی الٹا۔ جیسے پانی میں چیزوں کا عکس الٹا نظر آتا ہے۔

۷۰۔ یعنی ناف سے سر کی چوٹی تک اور وہاں سے دائیں کندھے پر اور وہاں سے دل تک۔

۷۱۔ منسوب بہ غجدوان، جو ملک بخارا کا شہر جیسا ایک دیہات ہے اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرۂ (م ۵۷۵ھ/ ۱۱۷۹ء) کا مولد و مدفن ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرۂ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرۂ (م ۵۳۵ھ/ ۱۱۴۱ء) کے خلفاء میں سے ہیں۔

۷۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۳۸- آسان تشریح کی خاطر یہ انتخاب کیا ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۷۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۳۱۴، ص ۷۲۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۷۴۔ یعنی غیر کی طرف توجہ اور غیر کی نفی کی جانب توجہ کے درمیان بہت زیادہ اور غیر معمولی فرق ہے۔

۷۵۔ یعنی (حضرت) امام محمد فخر الدین رازی ابن علامہ ضیاء الدین عمر رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء) مؤلف ''تفسیر الکبیر''۔

۷۶۔ جلد دوّم، مکتوب ۳۶، ص ۷۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۷۷۔ جاننا چاہیے کہ عَنۡعَنَہ حدیث کی روایت ہے، بلفظ عن فلاں عن فلاں۔ اور مُعَنۡعَن اس حدیث کو کہتے ہیں جو مذکورہ طریقہ سے روایت کی جائے۔

۷۸۔ منسوب بہ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ قدس سرۂ۔

۷۹۔ یعنی: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰه پڑھنا۔

۸۰۔ جلد دوّم، مکتوب ۲۶، ص ۸۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۸۱۔ جلد اوّل، مکتوب ۳۷، ص ۱۲۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۸۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۳۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۸۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۸۴۔ یعنی (لطیفہ) قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ۔ واعلم ان کل ما خلق اللّٰہ تعالیٰ بالتدریج فھو من عالم الخلق و کل ما خلق بمجرد الامر فھو من عالم الامر. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ." (سورۃ الاعراف، آیت ۵۴)۔ یعنی: یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا)۔

۸۵۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۲۲، ص ۲۷۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۸۶۔ (یعنی) کئی برس کی مسافت آنکھ جھپکنے کی دیر میں طے کر لیتے ہیں (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۸۷۔ جلد سوّم، مکتوب ۷۹، ص ۱۴۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۸۸۔ قبض وبسط قلب کی تلوینات میں سے ہے، لیکن جو شخص تلوین سے گزر کر تمکین سے جا ملا، وہ قبض وبسط سے رہائی پا چکا ہے۔

۸۹۔ حضرت خواجہ محمد باقر بن شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۹۰۔ نہ کہ ارباب تمکین کو۔ پس یہ قبض صوری ہے، نہ کہ حقیقی قبض۔

۹۱۔ جلد دوّم، مکتوب ۱۰۹، ص ۲۰۱-۲۰۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۹۲۔ مکتوب ۱۱۶، ص ۲۲۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۹۳۔ یعنی حضرت ملا عبدالواحد لاہوری (رحمۃ اللہ علیہ)، جن کا تعلق اس جماعت سے ہے جسے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

۹۴۔ اور اس احتمال کی تائید کرتے ہیں جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے بعد فرمایا ہے: "اور جہاں تک ہو سکے دنیاوی کاروبار میں اس قدر مشغول نہ ہوں کہ مبادا ان میں ایک رغبت پیدا ہو جائے اور ہمیشہ کے نقصان میں مبتلا کر دے۔" (دیکھئے: جلد اوّل، مکتوب ۱۱۶، ص ۲۲۶)۔

۹۵۔ جاننا چاہیے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے مکتوب ۱۶، جلد سوّم (ص ۳۶۰) میں (تحریر) فرمایا ہے:

"آپ نے لکھا تھا کہ دوام آگاہی سے کیا مراد ہے؟ اکثر اوقات بعض کاروبار

میں اس آگاہی سے دل کی غفلت محسوس ہوتی ہے۔ آگاہی اور دوام آگاہی کی تشخیص کرنی چاہیے۔ واضح ہو کہ آگاہی حق تعالیٰ کی جناب پاک میں حضور باطن سے مراد ہے۔ جس طرح کہ علم حضوری جس کو دوام لازم ہے۔ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنے نفس سے غافل ہوا ہے؟ یا اپنی نسبت اس کو غفلت و نسیان پیدا ہوا ہے؟ غفلت و ذہول (فراموشی) علم حصول میں متصور ہے، جس میں مغائرت پائی جاتی ہے۔ علم حضور میں سب حضور در حضور ہے۔ اگرچہ نادان اور بیوقوف آدمی اس حضور سے دور اور نفور ہے اور اس کے حاصل ہونے سے مغرور ہے۔ پس آگاہی کے لیے دوام لازم ہے۔ اور جس میں دوام نہیں، وہ مطلوب کی نگرانی ہے جو اس آگاہی مذکور کے مشابہ ہے۔ اس کا دوام مشکل ہے، کیونکہ علم حصولی کے ساتھ شباہت رکھتی ہے، جو دوام سے بے نصیب ہے۔''

۹۶۔ یعنی: جلد اوّل، مکتوب ۷۸، ص ۱۸۶ - اور ''اور دل میں گزر نہیں کرتا'' تا ''دل کو ماسوئ سے حاصل ہوا ہے''، نیز دیکھئے: یہی جلد اوّل، مکتوب ۲۳، ص ۷۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۹۷۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۳۴، ص ۴۴۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۹۸۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۴، ص ۴۹۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۹۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۶۶، ص ۳۳۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۰۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۵۵، ص ۱۵۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۰۱۔ کیونکہ یہ قول جواب ہے ایک شخص کی بات کا، جس نے لکھا تھا: ''اس کے بعد گمشدگی اور نیستی (فنائیت) بہت غالب ہوئی اور قلب و دماغ سے خطرات یک لخت جاتے رہے اور عجیب و غریب کیفیات ظاہر ہونے لگیں، الخ''۔ میرے مخدوم! اس دوست کے تمام احوال مسلم (درست) ہیں، لیکن دماغ سے خطرہ کا مطلق طور پر رَفع ہو جانا محل غور ہے، جب خطرہ، الخ۔

۱۰۲۔ مؤلف کنزالہدایات خواجہ محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۳، ص ۷۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۰۴۔ یعنی: ماسویٰ (اللہ) کو بھلانا اور دشمنوں سے مکمل علیحدگی۔

۱۰۵۔ مؤلف کنز الہدایات خواجہ محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰۶۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۳، ص ۷۱۔ آپ کا قول: ''عاریتی کمالات کو اصل کے ساتھ ملحق دیکھنا ہے۔ اور خود کو، جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا، معدوم پانا اور بے حس وحرکت جماد تصور کرنا ہے۔'' دیکھئے: جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۳۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۰۷۔ ''توحید دو قسم کی ہے: توحید عوام اور توحید خواص۔ توحید عوام کلمہ طیبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے مضمون کی تصدیق ہے اور کافروں کے باطل معبودوں کی نفی کرنا اور معبود برحق کا اثبات کرنا ہے، حالانکہ (اس توحید میں) حق تعالیٰ جل وعلا کو اس کے ماسویٰ کے ساتھ محبت و گرفتاری اور دید و دانش میں شریک کرنا اور نفس امّارہ کا، جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت ہے، انکار و نزاع پایا جاتا ہے۔ توحید میں دوسرا درجہ اس کے خواص کا ہے، جو...... الخ''۔ (دیکھئے: مکتوبات معصومیہ، جلد اوّل، مکتوب ۲۳، ص ۷۰)۔

۱۰۸۔ جو کہ گمراہی و بے دینی ہے اور عقلی و شرعی طور پر محال ہے۔

۱۰۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۳۹۔ ''توحید کے مرتبہ چہارم کے بیان میں''۔ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا نور پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۱۰۔ (یعنی) اس کلمہ مبارکہ نفی و اثبات کے تکرار سے۔

۱۱۱۔ (بعد ازاں تحریر فرماتے ہیں):

> ''اور امانت میں خیانت کرنے والا نہ بنے اور قدیم کا حادث سے امتیاز کرے اور بعد ازاں کہ اس نے حادث کو قدیم کے مخصوص کمالات میں شریک کر دیا تھا، قدیم کو حادث سے جدا کرے۔'' (دیکھئے: مکتوبات معصومیہ، جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۳۹)۔

۱۱۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۳۹-۱۴۰۔ ''توحید کے مرتبہ ششم کے بیان میں''۔

۱۱۳۔ مؤلف کنز الہدایات حضرت خواجہ محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۹، ص ۱۰۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۱۵۔ یعنی ایک درویش نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ۔

۱۱۶۔ جلد سوم، مکتوب ۳۸، ص ۸۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۱۷۔ شاید اس سے ماخوذ ہے: ''مَنْ لَمْ یَذُق لَمْ یَعْرِف''۔ یعنی جس نے نہیں چکھا اُس نے نہیں پہچانا (دیکھئے: الرسالۃ الغوثیہ، ص ٦٦)۔

۱۱۸۔ جلد دوم، مکتوب ۱۲۰، ص ۲۳۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۱۹۔ جلد دوم، مکتوب ۱۰۹، ص ۲۰۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۰۔ مؤلف کنزالہدایات حضرت خواجہ محمد باقر لاہوریؒ۔

۱۲۱۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۲، ص ۴۵-۴۶۔ مؤلف کتاب حضرت خواجہ محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ بھی مکتوب شریف کی اصل عبارت میں ایک مصلحت کے تحت تصرف اور تبدیلی کی ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۹۳، ص ۲۲۹-۲۳۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۹۴، ص ۲۳۰-۲۳۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۴۔ قولہ: ''یافت حاصل ہے۔'' پس حاصل یہ ہے کہ گم ہونے سے مراد شہودی ہے یا وجودی اور نیز یافت (پانے) سے مراد بسیط ہے یا مرکب۔ ہر صورت میں محذور (اعتراض) دفع ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر شہودی مراد ہے، جیسا کہ جمہور کے نزدیک مقرر ہے، یافت (پانے) سے جو معنی بھی مراد لیے جائیں، مدعا ثابت ہے، لیکن ادراک مرکب مراد لینے کی صورت میں یافت (پانا) البتہ متاخر ہے اور ارادہ بسیط مراد لینے کی صورت میں معیت ہے، لیکن تقدم ذاتی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تک نہیں پائے گا، رہائی حاصل نہیں کرے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب تک رہائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا، نہیں پائے گا اور اس کی تحقیق (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی) جلد دوم کے مکتوبات (یعنی مکتوب ۴۳) سے طلب کرنی چاہیے۔ اگر وجودی فنائیت مراد ہے، تب بھی یافت مرکب کو جیسا کہ عام طور پر متبادر ہوتا ہے، یافت سے تاخر (پیچھے ہونا) ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ پس ہر صورت میں درست ہوگا کہ جب گم ہو جائے گا تو پائے گا۔'' مکتوبات معصومیہ کی جلد اوّل کے مکتوب نمبر ۹۴ کے آخر سے فائدہ کے لیے مکمل طور پر نقل

کیا گیا ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۵۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶، ص ۸۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۶۔ جلد دوّم، مکتوب ۹۵، ص ۲۹۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۷۔ یعنی بمقام کفر طریقت، جو مقام جمع سے عبارت ہے اور استتار کا محل ہے اور اس مقام میں حق کی باطل سے تمیز مقصود ہے (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۸۔ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۰۹ھ/ ۹۲۲ء) جو طبقہ ثالثہ سے ہیں (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۲۹۔ جلد دوّم، مکتوب ۹۵، ص ۲۹۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶، ص ۸۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۱۔ جلد دوّم، مکتوب ۴۸، ص ۹۱-۹۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۲۔ جلد سوّم، مکتوب ۳۸، ص ۸۷-۸۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۳۔ جو کوشش اور محنت سے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۳۴۔ کیونکہ فنا، جس سے مراد نابود ہونا (مٹ جانا) ہے، نفی کا نتیجہ ہے اور نفی ایک کسبی (شے) ہے، کیونکہ نفی طریقت ہے اور نابود ہونا حقیقت ہے اور طریقت ظاہر میں کسب کے ساتھ وابستہ ہے۔ الخ۔

۱۳۵۔ جلد سوّم، مکتوب ۳۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۶۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۲۲، ص ۲۷۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۷۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۴۰-۱۴۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۸۔ جلد سوّم، مکتوب ۳۰، ص ۱۳-۱۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۳۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۶۲-۶۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۴۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۴، ص ۹۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۴۱۔ مکتوبات امام ربانیؒ، جلد ۳، مکتوب ۱۰۰، ص ۵۸۹۔

۱۴۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۴۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۴۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۳۷، ص ۲۸۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۴۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۴۵۔ یعنی دائرہ ظلال اسماءِ وجوبی تعالت وتقدس۔

۱۴۶۔ یعنی لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفی۔

۱۴۷۔ قولہ: ''اس جگہ اطلاع نہیں بخشی گئی۔'' جاننا چاہیے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اپنے مکتوب ۶۸ (جلد اوّل، ص ۱۷۵) میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکشوف کی تفصیل بیان فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ''جس قدر گہری نظر سے دور دور تک پہنچا جاتا ہے، محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبہ عالیہ میں ذات ایسی آٹھ صفات کے ساتھ ہے، جو کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں، حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی اور اَمر، خواہ وجود ہو یا وجوب، نہیں پایا جاتا۔ اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں یہ صفات حضرت ذات تعالیٰ وتقدس میں محض اعتبارات ہیں اور وہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہے، وہاں صرف اس قدر ہے کہ ان اعتبارات کو اس مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تمیز ثابت ہے اور اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے کہ وہاں یہ تمیز بھی موجود نہیں ہے اور محض اعتبارات کے سوا کوئی اور اَمر مفہوم نہیں ہوتا اور اس مرتبہ کے اوپر وہ مرتبہ مقدسہ ہے، جہاں کوئی اعتبار بھی ملحوظ نہیں ہے اور جہل وحیرت اس مقام کے لیے لازم ہے۔ جاننا چاہیے کہ پہلے تینوں مراتب میں چونکہ ذات تعالیٰ صفات کے ساتھ ملحوظ ہے، (لہٰذا) مثالی صورت دائرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور دو قوس ظاہر ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک قوس سے ذات مراد ہے اور دوسری قوس صفات سے عبارت ہے اور آخری مرتبہ میں چونکہ کوئی اعتبار واضافت ملحوظ نہیں ہے، لازماً مثالی صورت میں نصف دائرہ، جو کہ ذات کی ایک قوس سے کنایہ ہوگا، ظاہر ہوتا ہے اور یہی سرّ ہے کہ ہمارے حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں لکھا ہے کہ ''اس مرتبہ میں ایک قوس کے علاوہ ظاہر نہیں ہوا، یہاں کوئی سرّ (بھید) ہوگا کہ جس پر اطلاع نہیں دی گئی۔'' (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۴۸۔ یعنی: (۱) دائرہ اصول صفات وشیونات، (۲) ان کے اصول کا دائرہ، (۳) اس سے اوپر کا دائرہ جس سے ایک قوس کے علاوہ کچھ ظاہر نہیں ہوا۔

۱۴۹۔ جلد دوّم، مکتوب ۵۰، ص ۱۷۸، بطریق التقاط (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۵۰۔ یعنی ترک واجب و فرض تک نہ پہنچے گی۔

۱۵۱۔ یعنی تحریم و حرام کا مرتکب ہرگز نہیں ہوگا۔

۱۵۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۳۳، ص ۲۸۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۵۳۔ یعنی پانچ عالمِ خلق کے عناصر اربعہ سے اور پانچ عالمِ امر سے: (لطیفہ) قلب، (لطیفہ) روح، (لطیفہ) سر، (لطیفہ) خفی اور (لطیفہ) اخفی۔

۱۵۴۔ جلد دوّم، مکتوب ۹۷، ص ۱۷۱-۱۷۲، مکتوب ۹۷، ص ۱۶۴-۱۶۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۵۵۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۷۹ (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۵۶۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۵۲، ص ۲۳۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۵۷۔ جلد دوّم، مکتوب ۳، ص ۳۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۵۸۔ اس کی دلیل اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد ہے: ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ.'' (سورۃ ق، آیت ۱۶)۔

۱۵۹۔ جلد دوّم، مکتوب ۳، ص ۳۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶۰۔ رہائی پائی اور تجلی فعل و صفت کا آغاز میسر ہو گیا۔

۱۶۱۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۴۱، نیز جلد اوّل، مکتوب ۱۴۴، ص ۲۹۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶۲۔ حضرت سیّد میر کلال رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۲ھ/ ۱۳۷۰ء) کے خلیفہ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔ آپ کا مولد و مدفن قریہ دیگِ گراں ہے، جو بخارا سے نو فرسخ کے فاصلہ پر نہر کوہک کے کنارے واقع ہے (رشحات معرب، ص ۴۷)۔

۱۶۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۸۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶۵۔ سایہ زمین کا نقطہ عین۔

۱۶۶۔ فلک الافلاک کی اوپر کی سطح۔

۱۶۷۔ جلد دوّم، مکتوب ۱۴۱، ص ۲۶۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶۸۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۸۳، ص ۳۶۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۸، ص ۵۴۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۱۔ یعنی: اسم الظاہر اور اسم الباطن کے دو بازو۔

۱۷۲۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۲۸، ص ۲۰۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۶ - ۴۶۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۳۷، ص ۲۸۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۵۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۴۲، ص ۲۹۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۶۔ جلد اوّل، مکتوب ۷۴، ص ۱۴۱ - ۱۴۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۷۔ قولہ: ساتواں مرتبہ ذات (باری) تعالیٰ وتقدس الخ۔ ذات وصفات اور اسماء سے یہاں مراد یہ ہے کہ مرتبہ تعیّن علمی میں کائن ہیں، نہ یہ کہ خارج اور نفس الامر میں موجود ہیں۔ چنانچہ یہ مطلب حضرت امام ربانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مکتوب سے مکتوبات معصومی جلد اوّل کے مکتوب ۱۸۳ میں نقل ہے۔ مؤلف کتاب حضرت خواجہ محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اس مکتوب سے ایک حصہ ہدایت نوز دہم میں پیش کریں گے، اس معنی کی زیادہ تفصیل اس مکتوب میں درج ہے، جسے مؤلفؒ نے نقل نہیں کیا۔ پس جو چاہے وہاں دیکھ لے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۷۸۔ یعنی: آدمی اس کے ساتھ ہے، جس سے وہ محبت کرتا ہے (صحیح البخاری، نمبر ۶۱۶۸ - ۶۱۷۰، کتاب الادب، ص ۱۰۷۵)۔

۱۷۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۷۴، ص ۱۴۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۸۰۔ قولہ ”یہ کمال“ الخ۔ اصل عبارت یہ ہے: ”اور اسم الباطن سے گزرنے کے بعد عروج کی

جانب میں انبیاء ومرسلین عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے مراتب کے فرق کے مطابق کمالات نبوت پیش آتے ہیں اوران کمالات کا حاصل ہونا اصالتاً'' الخ۔

۱۸۱۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۹۲، ص ۳۷۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۸۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۷ - ۴۶۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۸۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۸۴، ص ۱۹۱-۱۹۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۸۴۔ جیسا کہ بعض عرفاء نے کہا ہے: مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ طَالَ لِسَانُہ. یعنی: جس نے اللہ کی معرفت پائی، اس کی زبان لمبی ہوگئی۔

۱۸۵۔ جس طرح کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے: مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہ. (احادیث مثنوی، ص ۶۷، تاریخ بغداد ۲: ۳۶۲)۔ یعنی: جس نے اللہ کو پہچان لیا، اس کی زبان گنگ ہوگئی۔

۱۸۶۔ دیکھئے: الرسالۃ الغوثیہ، ص ۶۶

۱۸۷۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۰۹، ص ۲۴۷-۲۴۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۸۸۔ یعنی: بدنِ عنصری کے اجزا اور بوسیدہ ہڈیاں، جو قبر میں بکھر گئے تھے۔

۱۸۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۹ - ۴۷۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۱۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۲۔ صحیح مسلم، نمبر ۱۱۱، کتاب الایمان، ص ۲۹

۱۹۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۸۱-۴۸۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۴۔ ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحات مکیہ'' دونوں حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) کی تالیفات ہیں۔

۱۹۵۔ جلد دوم، مکتوب ۸۵، ص ۱۵۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۶۔ جلد دوم، مکتوب ۸۷، ص ۱۵۹-۱۶۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۷۔ دیکھئے: شمائل ترمذی، ص ۱۶۶، باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۹۸۔ جلد سوم، مکتوب ۱۳۷، ص ۲۱۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۹۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۳۰۲، ص ۶۹۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۰۔ جلد سوم، مکتوب ۱۳۰، ص ۲۰۷-۲۰۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۱۔ کہ جب کمالات نبوت کا معاملہ ذات بحت (محض) کے ساتھ تعلق رکھتا ہے الخ۔ جاننا چاہیے کہ ذات وصفات الٰہیہ کے دو موطن ہیں؛ ایک موطن خارجی اور نفس الامری، دوسرا مرتبہ علم واجبی۔ پس جو صفات وشیونات اور اعتبارات ولایت سہ گانہ (تین اقسام کی ولایتوں) میں جلوہ پذیر ہوتے ہیں، ان سے مراد وہ ہیں جو علم واجبی کے مرتبہ میں ثابت ہیں اور کمالات نبوت میں جو ذات بحت متجلی ہوتی ہے، اس سے مراد وہی ذات (پاک) ہے، جو مرتبہ علم میں متصور ہے، نہ کہ ذات بحت خارجی اور نفس الامری۔ چنانچہ عنقریب یہ مراد ''ہدایت نوز دہم'' میں حضرت عروۃ الوثقیٰ (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے مکتوب ۱۸۰، جلد اوّل سے پیش کی جائے گی (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۲۔ کمالات نبوت۔

۲۰۳۔ مکتوبات امام ربانیؒ، جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۱-۴۸۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۴۔ جلد دوّم، مکتوب ۱۵۴ بنام (حضرت) میر محمد اسحاق (رحمۃ اللہ علیہ)، ص ۲۷۵ سے منتخب کیا گیا ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۵۔ جلد اوّل، مکتوب ۳۰۱، ص ۶۹۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۶۔ جلد دوّم، مکتوب ۴، ص ۳۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۷۔ جلد اوّل، مکتوب ۴۷، ص ۱۴۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۸۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۳۷، ص ۲۸۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۰۹۔ یہ مضمون مکتوبات معصومیہ، جلد اوّل، مکتوب ۱۳۷ میں عربی زبان میں مذکور ہے اور مکتوبات امام ربانیؒ، جلد دوّم، مکتوب ۵۰ میں بھی موجود ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۱۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۳۷، ص ۲۸۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۱۱۔ جلد دوّم، مکتوب ۱۱۶، ص۲۲۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۱۲۔ فی المشکوٰۃ ھکذا. "واللّٰہ انی لاستغفر اللّٰہ واتوب الیه فی الیوم اکثر من سبعین مرّۃ" رواہ البخاری (جلد۴:۶۴)"وانه لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللّٰہ فی الیوم مائة مرّۃ" (رواہ مسلم، حدیث نمبر ۶۸۵۸، الذکر والدعاء، ص۱۱۷۴)، مسند احمد بن حنبلؒ، جلد۲: ۲۸۲، ۳۴۱، جامع صغیر، جلد۲: ۱۹۵
۲۱۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص۴۶۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۱۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص۴۶۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۱۵۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۱۶۔ جلد دوّم، مکتوب ۲۱، ص ۷۳، ۷۶-۷۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۱۷۔ مسند احمد بن حنبلؒ، جلد۴: ۲۷۰، اتحاف، ۳: ۱۵۳
۲۱۸۔ یعنی: میں اپنے مومن بندہ کے دل میں سما سکتا ہوں۔ احادیث مثنوی، ص ۲۶ بحوالہ عوارف المعارف سہروردیؒ، حاشیہ احیاء العلوم، جلد۲: ۲۵۰
۲۱۹۔ حق کے خلق اور قلب (کی صورت) میں آنے اور اس میں سرایت کرنے کا خیال مت کر۔
۲۲۰۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۴۰، ص۲۲۳ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۲۱۔ حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۲۲۔ حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۲۳۔ جلد دوّم، مکتوب ۱، ص۲۲-۲۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۲۴۔ یعنی: اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نہ ہوتے تو میں (اللہ تعالیٰ) آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور (اپنے) رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا۔ (دیکھئے: احادیث مثنوی، ص ۱۷۲، بحوالہ شرح تعرف، جلد۲: ۴۶، اللؤلؤ المرصوع، ص ۶۶)۔
۲۲۵۔ مکتوبات امام ربانیؒ، جلد سوّم، مکتوب ۱۲۴، ص ۶۸۳
۲۲۶۔ یعنی: اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک حقیقت کی دوسری حقیقت......

۲۲۷۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر ترقیات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب میسر ہوں، اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت میں ہی رکا ہوا ہو اور اپنی حقیقت سے اوپر ترقی نہ کرے اور قرب کے مراتب کو، جن پر فضیلت کا مدار ہے، حاصل نہ کرے۔

۲۲۸۔ کیونکہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کے گروہ) کی ولایت خواص بشر کی ولایت سے اوپر ہے اور فرشتے کے حقائق سے ترقی حاصل ہونے کے اعتبار سے فضیلت خواص بشر ہی کے لیے ہے اور فرشتے کو اپنے حقائق سے آگے، ترقی حاصل نہیں ہے۔

۲۲۹۔ یعنی: اصل سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ......

۲۳۰۔ مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب ۲۰۹، ص ۳۴۸

۲۳۱۔ یعنی: اصل سوال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ......

۲۳۲۔ رواہ الترمذی و فی شرح السنة ولکن بالمعنی و لفظ الحدیث قالوا متی وجبت لک النّبوة قال و آدم بین الروح والجسد. رواہ الترمذی. قال انی عنداللہ مکتوب خاتم النبیّین وان آدم لمنجدل فی طینة الخ. رواہ فی شرح السنة. نیز دیکھئے: کشف الخفاء۲: ۱۹۱، اسرار المرفوعہ ۲۷۱، ۲۷۲۔

۲۳۳۔ جلد سوّم، مکتوب ۷۶، ص ۵۱۴-۵۱۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۳۴۔ ''اَوَّلُ خَلَقَ'' بہت سی روایات میں مذکور ہے۔ بعض میں عقل، بعض میں قلم، بعض میں عرش، بعض میں ''میرا نور'' اور بعض میں ''میرا روح'' آیا ہے۔ (دیکھئے: شرح ملا علی قاری بر مشکوٰۃ)۔ نیز دیکھئے: اللآلی المصنوعہ، جلد ۱: ۱۲۹-۱۳۰

۲۳۵۔ دیکھئے: احادیث مثنوی، ص ۱۱۳-۱۱۴ (بحوالہ: بحار الانوار، جلد ۶، باب بدءِ خلقہ و ماجری لہ)۔

۲۳۶۔ یعنی: اللہ تعالیٰ کے لیے ستّر ہزار نور و ظلمت کے پردے ہیں (رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمرؓ۔ مشکوٰۃ۔ حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسریؒ)۔ نیز دیکھئے: اتحاف السادۃ المتقین، جلد ۲: ۷۲، ۵: ۱۳۷

۲۳۷۔ جلد سوم، مکتوب ۷۷، ص ۵۱۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۳۸۔ یعنی: تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔
۲۳۹۔ حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۴۰۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء)۔
۲۴۱۔ یعنی: ہم آپ پر ایک بھاری کلام (فرمان) نازل کریں گے۔
۲۴۲۔ جلد سوم، مکتوب ۱۲۸، ص ۲۰۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۴۳۔ جلد اوّل، مکتوب ۶۷، ص ۱۷۳-۱۷۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۴۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۶۷، ص ۱۷۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۴۵۔ جلد سوم، مکتوب ۷۷، ص ۵۲۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۴۶۔ پس حقیقت قرآنی میں مبداء اور وسعت ہے اور یہاں (حقیقت نماز میں) کمالِ وسعت ہے۔
۲۴۷۔ جلد سوم، مکتوب ۱۴۰، ص ۲۲۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۴۸۔ جلد سوم، مکتوب ۷۷، ص ۵۲۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۴۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۲۵، ص ۴۱۸ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۵۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۳۷، ص ۲۴۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۲۵۱۔ اس سے پہلے تحریر فرمایا ہے: عبادات میں لذت حاصل ہونا اور ان کے ادا میں تکلیف کا رَفع ہونا حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر نماز کے ادا کرنے میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں ہے۔ اس سے زیادہ خاص کر نماز فرض کے ادا کرنے میں، کیونکہ ابتدا میں نفلی نماز ادا کر کے لذت بخشتے ہیں اور نہایت النہایت میں یہ نسبت فرائض سے وابستہ ہو جاتی ہے اور نوافل کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو بیکار جانتا ہے۔ اس کے نزدیک فرائض کا ادا کرنا ہی بڑا کام ہے:

ع این کار دولت است کنون تا کرا دہند

یعنی: یہ (بڑی اعلیٰ) دولت ہے، خدا جانے اب کس کو عنایت فرماتے ہیں۔

۲۵۲۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۱، ص ۴۸۶-۴۹۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۵۳۔ اخرجہ مسلم و ابوداؤد (حدیث نمبر ۸۷۵، الصلاۃ، ص ۱۳۵) والنسائی (حدیث نمبر ۱۱۳۸، الصلاۃ، ص ۱۵۷) ولکن بلفظ وھو ساجد بدل فی الصلوۃ.

۲۵۴۔ یعنی: اے بلالؓ! مجھے راحت پہنچاؤ (رواہ الدار القطنی فی العلل)۔ نیز دیکھئے: مسند احمد بن حنبلؒ، جلد ۵: ۳۶۴، ۳۷۱۔ ان الفاظ میں: ''یَا بَلالُ اَرِحنا بِالصَّلاۃِ''۔

۲۵۵۔ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (رواہ النسائی والحاکم۔ حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)، نیز دیکھئے: اتحاف السادۃ المتقین، جلد ۵: ۳۱۱-۳۱۲، مسند احمد بن حنبلؒ، جلد ۳: ۱۲۸، ۱۹۹، جامع الصغیر، جلد ۱: ۱۴۵

۲۵۶۔ یعنی: شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)۔

۲۵۷۔ رواہ الطبرانی بسند صحیح، قالہ القاری فی شرح المشکوٰۃ (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۵۸۔ رواہ فی نوادر الاصول الحکیم الترمذیؒ۔

۲۵۹۔ حضرت شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کو تحریر فرمایا۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۶۰، ص ۴۶۱-۴۸۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۰۔ جلد سوم، مکتوب ۷۷، ص ۵۲۰-۵۲۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۱۔ یعنی: اگرچہ وہ وسعت و امتیاز بے مثل و بے کیف ہے، کوتاہی دکھاتا ہے اور راستے میں رہ جاتا ہے (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۲۔ یعنی: اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ٹھہریئے۔

۲۶۳۔ جلد دوم، مکتوب ۱۱۹، ص ۲۲۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۴۔ جلد سوم، مکتوب ۸۸، ص ۵۵۱-۵۵۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۵۔ جلد دوم، مکتوب ۵۴، ص ۱۹۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۶۔ جس کی تفصیل درجہ دوم تا ششم میں اوپر بیان کی گئی ہے۔ لیکن درجہ اوّل جو عام اہل اسلام کا ہے، وہ نفس کے اطمینان سے پہلے درجات ولایت سے باہر ہے (حضرت مولانا

امرتسریؒ)۔

۲۶۷۔ یہ فائدہ مؤلف حضرت مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔شاید ''عبد ضعیف گو ید رحمۃ اللہ علیہ'' سہو کاتب سے چھوٹ گیا ہے(حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۸۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۲۱، ص۶۵۴، ۶۵۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۶۹۔ دیکھئے: اسرار المرفوعہ، ص ۲۴۷، کشف الخفاء۲: ۸۳، درر المنتثرۃ فی الاحادیث المشہرۃ، ص ۱۱۳

۲۷۰۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۲۲، ص ۶۶۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۷۱۔ جلد دوّم، مکتوب ۵۰، ص ۱۸۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۷۲۔ جلد دوّم، مکتوب ۵۰، ص ۱۸۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۷۳۔ یعنی: واجب وفرض کے ترک تک نہیں پہنچے گی۔

۲۷۴۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۴۴، ص ۲۲۸-۲۲۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۷۵۔ یعنی: حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن اور حقیقت نماز۔

۲۷۶۔ جاننا چاہیے کہ سائل کی بات سے جو چیزیں مفہوم ہوتی ہیں۔اوّل: ''لحوق کا وصول کے بعد ہونا۔'' دوّم: ''لحوق کے اثبات کا التزام وصول کے بعد ہونا۔'' اور (یہ) دونوں (چیزیں) خلاف واقع ہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اثبات (تحقق) کے باوجود لحوق کا وصول نہ ہو۔پس سمجھ لیں۔

۲۷۷۔ یعنی: حقیقۃ الحقائق کا وصول، حقائق ثلاثہ کے وصول پر موقوف نہیں ہے (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۷۸۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۲۲، ص ۱۵۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۷۹۔ قولہ ''حقیقۃ الحقائق'' الخ۔ جاننا چاہیے کہ حقیقتِ شخص، جس طرح کہ اسے تعیّن وجوبی کہتے ہیں، اسے تعیّن امکانی بھی کہتے ہیں۔پس حقیقت شخصی تعیّن وجوبی سے عبارت ہے کہ اس شخص کا تعیّن امکانی اس تعیّن کا ظل ہے اور وہ تعیّن وجوبی اسمائے الٰہی جَلَّ سُلْطَانُہٗ سے ایک اسم ہے، جیسے علیم وقدیر اور مرید و متکلم وغیرہ۔وہ اسم الٰہی جَلَّ شَانُہٗ اس شخص کا رَب ہے اور وہ اس کے وجودی فیوض کا مبدء ہے، اس کے وجود کے تابع۔

ماخوذ از مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب ۲۰۹، ص ۳۴۳، ذرا تبدیلی کے ساتھ۔ زیادہ تحقیق اس مکتوب میں ملاحظہ کریں (حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۸۰۔ جلد سوم، مکتوب ۹۳، ص ۵۶۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۸۱۔ جلد سوم، مکتوب ۹۳، ص ۵۷۰ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۸۲۔ جلد سوم، مکتوب ۱۲۲، ص ۶۶۰-۶۶۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۸۳۔ حضرت ملا علی القاریؒ بن سلطان محمد ہروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء) کہتے ہیں: اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول سے صحیح طور پر مستفاد ہوتا ہے: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ.'' ای لیعرفونی. جس طرح کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (م ۵۸ھ/ ۶۷۷ء) نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ دیکھئے: اسرار المرفوعہ، ص ۲۷۳، درر المنتشرۃ، ص ۱۲۶

۲۸۴۔ یعنی: وجود میں نہ آتا۔

۲۸۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (م ۵۸ھ/ ۶۷۷ء) سے مروی حدیث کی جانب اشارہ ہے جو دیلمی نے مسند الفردوس میں نقل کیا ہے۔ ترجمہ: یعنی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ (نیز دیکھئے: احادیث مثنوی، ص ۱۷۲، بحوالہ شرح تعرف، جلد ۲: ۴۶، اللؤ المرصوع، ص ۶۶)۔

۲۸۶۔ یعنی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ (دیکھئے: نمبر ۲۸۵)۔

۲۸۷۔ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)۔

۲۸۸۔ یعنی: کبھی شے کا ظل اصل شے سے مشتبہ بنتا ہے اور سالک اس اشتباہ کی وجہ سے ظل کو عین سمجھتا ہے۔

۲۸۹۔ یعنی: تعین حضرت اجمال اور تعین وجودی۔

۲۹۰۔ قولہ: ''این فقیر در رسائل خود'' الخ۔ جس طرح کہ (مکتوب امام ربانیؒ) کی جلد دوم کے دوسرے اور تیسرے مکتوب سے واضح و روشن ہے اور آپ نے جلد اوّل کے مکتوب ۲۳۴ میں اس سے زیادہ تحقیق و تدقیق فرمائی ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ

علیہ)۔

۲۹۱۔ جلد سوم، مکتوب ۱۲۲، ص ۲۶۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۹۲۔ یعنی حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ترقی جائز نہیں ہے، اس وجہ سے کہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اوپر مرتبہ لاتعیّن ہے، الخ۔

۲۹۳۔ یعنی: محض ایک زبانی بات ہے، وجود معنی اور اس کے مصداق کے بغیر (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۹۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۸۳، ص ۳۶۴ - ۳۶۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۹۵۔ جلد سوم، مکتوب ۱۲۲، ص ۲۶۴ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۹۶۔ جہاں فرمایا ہے: ''پہلا اعتبار جو ایجاد عالم کے لیے پیدا ہوا ہے، وہ حب ہی ہے۔ اس کے بعد وجود، جو ایجاد عالم کا مقدمہ ہے۔'' الخ۔

۲۹۷۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء)۔

۲۹۸۔ صفات ثمانیہ حقیقیہ: حیات، علم، قدرت، ارادت، کلام، سمع، بصر اور تکوین۔

۲۹۹۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء)۔

۳۰۰۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء)۔

۳۰۱۔ مؤلف (حضرت محمد باقر عباسیؒ) کہتا ہے کہ دوسرے راستہ سے مراد اصالت ہے۔

۳۰۲۔ نفحات الانس مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ/ ۱۴۹۲ء) میں منقول ہے کہ ایک روز ایک قوال نے حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۴۰ھ/ ۱۰۴۹ء) کے سامنے یہ بیت پڑھا تو حضرت شیخؒ نے پوچھا کہ یہ بیت کس نے کہا ہے؟ بتایا گیا کہ عمارہ نے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا، اٹھو، تا کہ ان کی زیارت کریں۔ پھر حضرت شیخؒ ایک جماعت کے ساتھ ان کی زیارت کو گئے (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۰۳۔ یعنی: جس نے اللہ کو پہچانا، اس کی زبان گونگی ہوگئی۔ (دیکھئے: احادیث مثنوی، ص ۶۷، بحوالہ شرح خواجہ ایوب، المنہج القوی، جلد ۲: ۵۸۰)۔

۳۰۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۸۳، ص ۳۶۶ - ۳۶۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ

علیہ)۔

۳۰۵۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء)۔

۳۰۶۔ جس طرح کہ مکتوبات امام ربانیؒ جلد اوّل کے مکتوب ۲۶۰ میں اس معنی کی تصریح فرمائی گئی ہے۔

۳۰۷۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی بعض عبارات سے مفہوم ہوتا ہے۔

۳۰۸۔ نہ عین صفات حقیقیہ جو وجود زائد سے موجود ہیں اور حقیقۃ کعبہ سے تفوق رکھتی ہیں۔

۳۰۹۔ پس علمی تفصیلی صورتوں پر صفات کا اطلاق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی بعض عبارات میں صوفیہ کی اصطلاح پر مبنی ہے۔ پس سمجھ لیں۔

۳۱۰۔ جلد اوّل، مکتوب ۸۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۱۱۔ جلد سوم، مکتوب ۱۲۲، ص ۶۶۶، ۶۶۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۱۲۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)۔

۳۱۳۔ یعنی: ذکر الشیء بلفظ غیرہ لوقوعہ فی صحبتہ.

۳۱۴۔ شرح ملا علی قاریؒ بر مشکوٰۃ۔ نیز دیکھئے: احادیث مثنوی، ص ۱۱۳-۱۱۴، بحوالہ بحار الانوار، جلد ۶، باب بدءِ خلقہ وما جری لہ.

۳۱۵۔ یعنی: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)۔

۳۱۶۔ یعنی: اگر اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت شیخ ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) کو اس قول واعتقاد میں معذور (معاف) فرمائیں اور مواخذہ نہ فرمائیں تو یہ حق تعالیٰ کا کمال کرم وعفو ہے (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۱۷۔ یعنی: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)۔

۳۱۸۔ یعنی: اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے مثل کو پیدا کیا ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ومبرا ہے: لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ط وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. (سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱)۔ یعنی: کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔

۳۱۹۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۱۹، ص ۴۰۸-۴۰۹۔
اس مکتوب کے مضامین مکتوبات امام ربانی (جلد دوم) کے مکتوب ۱۲ سے ماخوذ ہیں اور وہاں کامل تفصیل اور اس سے بھی زیادہ توضیح موجود ہے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۳۲۰۔ ای اللّٰھم الحقنی بالرّفیق الاعلٰی والمراد به الملائکة المقربون او العباد الصالحون بالمعنی الاعم والنبیون او الحق سبحانه او الجنة او حظیرة القدس و قیل غیر ذلک (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔
نیز دیکھئے: جامع الصغیر، جلد ۱: ۵۵
۳۲۱۔ جلد سوم، مکتوب ۴۶، ص ۴۵۱-۴۵۲ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۳۲۲۔ جاننا چاہیے کہ اس حدیث صحیح کا معنی اس حدیث کے مطابق ہے: من تقرب الیّ شبرًا تقربت الیه ذراعا. (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔ نیز اس حدیث کی عبارت درج ذیل حدیث کے مشابہ ہے: ''مَنْ اَحَبَّ لقَا الله اَحَبَّ الله لقَاءه. '' دیکھئے: الرسالۃ القشیریہ، ص ۱۵۷۔
۳۲۳۔ جلد سوم، مکتوب ۲۳۲، ص ۳۱۶-۳۱۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔
۳۲۴۔ یعنی: حضرت خواجہ (محمد) سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا مکتوب گرامی (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔
۳۲۵۔ وتمامه: وشغلی بالحبیب بکل حال احب الیّ من شغلی بحالی.
۳۲۶۔ دیکھئے: جامع الصغیر، جلد ۱: ۲۸۶، ان الفاظ میں: ''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ تُوْتٰی رُخْصَةٍ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُوْتٰی عَزَ ائِمُه. ''
۳۲۷۔ یہ قول حدیث مرفوع سے تلمیح ہے جو امام غزالیؒ نے احیاء میں نقل کیا ہے اس اضافہ کے ساتھ: ''و نفسه تسبیح ''۔ یعنی اس کا سانس تسبیح ہے (حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)۔ نیز دیکھئے: اسرار المرفوعہ، ص ۳۵۹، ان الفاظ میں: ''نَوْمُ الْعَالِم عِبَادَةٌ. ''

۳۲۸۔ جلد اوّل، مکتوب ۲۷۲، ص ۵۴۷ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۲۹۔ حضرت مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۳۰۔ جلد دوّم، مکتوب ۷، ص ۴۴۔ انتخاب کے طریقہ سے (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۳۱۔ اس ظلال کی محبیت کے رنگ میں، جو مراد و محبوب اولیاء میں متحقق (ثابت) ہے۔

۳۳۲۔ جلد سوّم، مکتوب ۹۴، ص ۵۷۰-۵۷۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۳۳۔ دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۶۵، کتاب الایمان، ص ۵۴: ''اِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ وَ يُحِبُّ الْجَمَالَ.'' نیز جامع الصغیر، جلد ۱: ۶۸

۳۳۴۔ جلد سوّم، مکتوب ۹۶، ص ۵۷۸-۵۸۱ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۳۵۔ یعنی: (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں۔

۳۳۶۔ یعنی: آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا نام (مبارک حضرت) احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے۔

۳۳۷۔ اور اس دور کے مجدد کی ضرورت پیش آئی۔

۳۳۸۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۵۶، ص ۳۱۹ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۳۹۔ دیکھئے: احیاء العلوم، جلد ۴: ۲۱۸

۳۴۰۔ یعنی: مؤلف کتاب حضرت مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۴۱۔ جلد سوّم، مکتوب ۱۰۰، ص ۶۰۵-۶۰۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۴۲۔ یعنی: اگر میں راز ظاہر کروں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔

۳۴۳۔ یعنی: میرا سینہ تنگ اور میری زبان بند ہو جاتی ہے۔

۳۴۴۔ جلد اوّل، مکتوب ۱۸۰، ص ۳۴۹-۳۵۱ جو جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے نام تحریر فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے خصائص کے بیان میں (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ

اللہ علیہ وحضرت مولانا نور احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۴۵۔ یعنی: انبیا، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صفیں۔

۳۴۶۔ دیکھیے: المعجم الاوسط، للطبرانیؒ، عن ابی ہریرۃؓ۔

۳۴۷۔ جلد سوم، ص ۳۲۶ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

۳۴۸۔ مکتوبات معصومیہ، جلد اوّل، مکتوب ۲۷، ص ۸۵ (حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ)۔

مآخذ و منابع

۱۔ ابوداؤد سلیمانؒ، حافظ: سنن ابی داؤد، ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

۲۔ احمد بن حنبلؒ، امام: مسند احمد، بیروت: المکتب الاسلامی، س۔ن، جلد ۲، ۴، ۵

۳۔ احمد منزوی (استاد)/ عارف نوشاہی (گرد آوری، تجدید نظر و بازنویسی): فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۵ء

۴۔ احمد منزوی (استاد): فہرست نسخہ ہائے خطی کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء (جلد ۲)، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۰ء (جلد ۳)

۵۔ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء (بار دوّم)، جلد اوّل، دوّم

۶۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، بیروت: دارالعلوم الحدیثیہ، ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء، جلد ۲

۷۔ بخاریؒ، امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل: صحیح البخاری، ریاض: دارالسلام، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء

۸۔ ترمذی، حافظ محمد بن عیسیٰؒ/ مولانا محمد زکریاؒ (مترجم): شمائل ترمذی، کراچی: نور محمد اصح المطابع، ۱۳۴۴ھ

۹۔ چراغ شاہ، سیّد: تنویر لاثانی، سیالکوٹی، علی پور، س۔ن

۱۰۔ خطیب البغدادی: تاریخ بغداد، بیروت: تصویر، س۔ن، جلد ۲

۱۱۔ روزنامہ امروز، لاہور: مؤرخہ ۱۷/ جنوری ۱۹۵۹ء

۱۲۔ رومیؒ، مولانا جلال الدین/ قاضی سجاد حسین: مثنوی مولوی معنوی، لاہور: الفیصل، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء جلد ۶: ۴۴۴

۱۳۔ رئیس الاحرار، مطبوعہ دہلی (ہندوستان)

۱۴۔ زبیدیؒ: اتحاف السادۃ المتقین، بیروت: تصویر، س۔ن، جلد۲، ۳، ۵

۱۵۔ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ (جامع) / غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، کراچی: س۔ن

۱۶۔ سیوطیؒ، جلال الدین: اللآلی المصنوعہ، مصر: دار الکتب العربی، س۔ن، جلد۲

۱۷۔ شرافت نوشاہیؒ، مولانا شریف احمد: شریف التواریخ، لاہور: ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، جلد۳ (۳)

۱۸۔ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی (مقدمہ، تحقیق، تعلیق و ترجمہ): مقاماتِ معصومی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء، جلد۱-۴

۱۹۔ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ، محبوب سبحانی سیدّ/ غلام دستگیر القادری ناشادؒ (مترجم): الرسالۃ الغوثیہ، جھنگ، دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ: حضرت غلام دستگیر اکادمی، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء

۲۰۔ عبد الکریم، ابی القاسم بن ہوازن القشیریؒ: الرسالۃ القشیریہ، مصر (القاہرہ)، س۔ن

۲۱۔ عجلونی: کشف الخفاء، دمشق: مکتبہ دار التراث، س۔ن

۲۲۔ علم الدین سالک، نقوش لاہور نمبر، لاہور: ادارہ فروغ اُردو، جلد۹۲، فروری ۱۹۶۲ء

۲۳۔ علی القاریؒ، ملا: اسرار المرفوعہ، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، س۔ن، جلد۲

۲۴۔ عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین، بیروت: مکتبہ المثنیٰ، ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء، جلد۹

۲۵۔ غزالی طوسیؒ، امام ابو حامد محمد: احیاء العلوم، مصر: مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۸ھ، جلد۴

۲۶۔ ماہنامہ الفیض، امرتسر (ہندوستان)، ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء

۲۷۔ ماہنامہ دار العلوم، دیوبند (ہندوستان)، اگست ۱۹۶۱ء

۲۸۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیدّ (مترجم): مکتوبات امام ربانیؒ، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء، جلد۱-۳

۲۹۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیدّ (محقق و مترجم): مبدأ و معاد، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء

۳۰۔ محبوب الٰہیؒ، مولانا: تحفہ سعدیہ، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، شعبان ۱۴۱۸ھ/ دسمبر ۱۹۹۷ء

۳۱۔ محمد احسن وحشی نگرامی، مولوی: تطبیب الاکوان بذکر علمائے زمان، ملقب بہ تذکرہ علمائے حال، ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء

۳۲۔ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین/ محمد ایوب قادریؒ (ترجمہ وحواشی)، کراچی: ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء

۳۳۔ محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: حاشیہ قرآن مجید (مخطوطہ)، لاہور: (مملوکہ) محمد حلیم، مکتبہ خاور

۳۴۔ محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: دام حق (مخطوطہ)، کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، نمبر ۴۸۹۸

۳۵۔ محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: کنز الہدایات، امرتسر: روز بازار الیکٹرک پریس، ہال بازار، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء

۳۶۔ محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: منتہی الایجاز بکشف الاعجاز (مخطوطہ)، اسلام آباد: کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، نمبر ۴۱۲۳

۳۷۔ محمد دین فوق: تذکرہ علمائے لاہور، لاہور: ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء

۳۸۔ محمد دین کلیم: لاہور کے اولیائے نقشبند (مشمولہ) ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف (ضلع شیخوپورہ)، اولیائے نقشبند نمبر، ربیع الثانی - جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ/ مارچ - اپریل ۱۹۷۹ء، جلد ۲

۳۹۔ محمد مراد ننگ کشمیریؒ، شیخ: تحفۃ الفقراء (مخطوطہ)، لاہور، کتب خانہ پروفیسر محمد اقبال مجددی

۴۰۔ محمد معصومؒ، خواجہ/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد (مترجم): مکتوبات معصومیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۳۹۸-۱۴۰۶ھ/ ۱۹۷۸-۱۹۸۶ء، جلد ۱-۳

۴۱۔ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز: ۲۰۰۳ء

۴۲۔ محمد نذیر رانجھا: تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت پنجاب، لاہور: دار الکتاب، جنوری، اگست ۲۰۰۹ء، جلد اوّل، دوّم

۴۳۔ محمد موسیٰ امرتسریؒ: علمائے امرتسر: حضرت مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسریؒ (مشمولہ) ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، مارچ ۱۹۶۳ء- جنوری ۱۹۶۴ء
۴۴۔ مسلم بن الحجاج... القشیر ی النیسابوریؒ/ محمد فواد عبدالباقی: صحیح مسلم، ریاض: دارالسلام، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء
۴۵۔ نذیر احمد عرشیؒ، مولانا: تحفہ سعدیہ، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ، ۱۳۵۱ھ
۴۶۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ، شعبان ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء
۴۷۔ نسائیؒ، احمد بن شعیب، حافظ: ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء
۴۸۔ وحدتؒ، عبدالاحد/ شیخ محمد مراد تنگ کشمیریؒ (جامع)/ عبداللہ جان فاروقی (مرتّب)، گلشن وحدت، کراچی: ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء
۴۹۔ وحدتؒ، عبدالاحد/ محمد اقبال مجددی، لطائف المدینہ، لاہور
50. Ethe, H.: Catalogue of Persian Manuscripts in the Library of India Office, Oxford, 1903-37
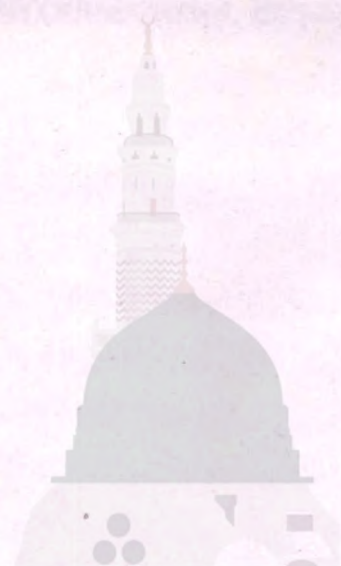
کنزالہدایات کے مؤلف حضرت خواجہ

محمد باقر عباسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ

کے خلیفہ اور مفتی لاہور تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ان پر غایت درجہ مہربان

تھے اور انہیں اپنے فرزندوں کی طرح چاہتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند

ارجمند حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ''اعلم العلما'' تحریر فرمایا ہے۔

بادشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے ہاں ان کے ارشاد کا غلبہ اور مشیخت کا شہرہ تھا اور ان کی دعوت و

ارشاد کی خوب قدر دانی تھی۔

کنزالہدایات کے مترجم جناب محمد نذیر رانجھا کی تصنیفی سرگرمیوں میں صوفیا بالخصوص نقشبندی بزرگوں کی مساعی

جمیلہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس وقت تک ان کی اکتالیس کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ جن میں شرح

مثنوی معنوی، نسائم گلشن، لمحات من نفحات القدس (وسطی ایشیا کے صوفیا کے بارے میں ایک اہم و نادر متن) اور

برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم) جیسی اہم کتب شامل ہیں۔

علاوہ ازیں انھوں نے حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ پر مستقل بالذات کتاب تصنیف کی اور برصغیر بالخصوص

خطہ پنجاب و سرحد میں نقشبندی بزرگوں اور علمائے اہل سنت و جماعت کے تذکرے مرتب کیے۔ انھیں

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے دلی محبت و عشق ہے اور خواجہ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب مدظلہم العالی

(سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی) کے مسترشد اور دست گرفتہ ہیں۔

۱۹۷۸ء میں انھوں نے حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے رسالہ ابدالیہ کو تصحیح و تعلیقات

کے ساتھ متعارف کرایا اور بعد ازاں حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ کے تمام

فارسی آثار کو مرتب و مدوّن کیا، نیز انھیں اُردو کا جامہ پہنایا۔ ان کے

علمی و تحقیقی کاموں کو بین الاقوامی سطح پر پذیرائی

حاصل ہے۔

=/200 روپے